بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھاالزین آمنواکونوانصاراللہ

اے ایمان والو۔ اللہ کے مددگار بن جاؤ (القرآن)

دین نصرت

السلام اللہ الکامل

گوہر تخلیق

السید محمد جعفر الزمان نقوی

www.khrooj.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الزین آمنوا کونوا انصار اللہ

اے ایمان والوں۔ اللہ کے مددگار بن جاؤ (القرآن)

www.khrooj.com

دین نصرت

گوہر تخلیق

السلام اللہ الکامل

السید محمد جعفر الزمان نقوی

www.khrooj.com

مصنف کا نام	مخدوم السید محمد جعفر الزمان نقوی البخاری
کتاب	دین نصرت
مرتب	مہتاب اذفر
تکنیکی معاونین	علی رضا، بلال حسین
سنۂ اشاعت	2022ء
تعداد	500
ایڈیشن	چہارم
پرنٹرز	فدک پرنٹنگ پریس لاہور
پبلشرز	القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی
	کمرہ نمبر 11 سیکنڈ فلور اے اینڈ کے چیمبر 14
	ویسٹ وہارف روڈ کراچی پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان
فون نمبرز	021-32205037,32311979,32311482
ای میل	Email: klbehyder@yahoo.com
ملنے کا پتہ	المنتظرین پبلی کیشنز جمن شاہ ضلع لیہ
فون نمبر	WhatsappNo : 03007314573
ویب سائٹ	www.Khrooj.com
ای میل	Email.jammanshah@gmail.com

ISBN:- 969-8806-33-4

www.khrooj.com

يا مولا كريمؑ عجل الله فرجك و صلوات الله عليك

انتساب

اپنی اس کتاب کو اس پاک ذات کے نامِ نامی سے
منسوب کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنی حیات طیبہ کا ایک
ایک پل نصرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے وقف
فرمایا اور اسی جذبۂ نصرت کی شدت اور تڑپ نے انہیں
اپنے شہنشاہ معظم حجت دوراں عجل اللہ فرجہ الشریف کی
بارگاہِ قدس میں پہنچا دیا

مہجورِ داغِ مفارقت

مہتاب اذفر

www.khrooj.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عناوین

خطاب نمبر	عنوان		صفحہ نمبر
ابتدائیہ	عقائد کا مذاق		1
اول	دینِ نصرت		9
دوم	نصرت اِلٰہی		49
سوم	نصرت کی مثلث		73
چہارم	مقصد ناصرین		85
پنجم	جہاتِ نصرت		102
ششم	دینِ نصرت		137
ہفتم	نصرت اور قرآن	خطبہ اول	159
ہشتم	جہاد	خطبہ دوم	179
نہم	جہادِ اکبر		211

www.khrooj.com

خطاب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
دہم	جہاد کبیر	244
یازدہم	انتظار الفرج	276
دوازدہم	نصرتِ دعا	310
سیزدہم	عبدیت و غلامی	340
چہاردہم	دعا	356
پانزدہم	مبشرین	377
	القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی کی مطبوعات	388

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك

ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

عقائد کا مذاق

محترم قارئین! یہ بات نا قابل تردید حد تک حقیقت پر مبنی ہے کہ اس دور میں ہر چیز کو غیر سنجیدہ انداز میں لیا جا رہا ہے اور دین اور مسائل وعقائدِ دین ایک فٹبال کی طرح ہزاروں پیروں کی ٹھوکروں کی زد میں ہیں اور کوئی اس کا سنجیدگی سے نوٹس لینے والا نہیں ہے

دوستو!......سکول اور کالج یا یونیورسٹی وغیرہ میں طلبا کی ذہنی جمناسٹک کیلئے ڈبیٹس (Debates)[مباحثے] کروائے جاتے ہیں جس میں ایک قرارداد بنا کر پیش کی جاتی ہے اور کچھ طلبا کو اس کے حق میں بولنا ہوتا ہے اور کچھ کو اس کے خلاف اور دونوں طرف سے اپنی بات منوانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے اور قرارداد کو پاس کروانے اور رد کروانے کیلئے دونوں طرف سے بھرپور دلائل دیئے جاتے ہیں

جیسا کہ ایک قرارداد تھی

''پانی سے کیچڑ بہتر ہے''

اس پر تین گھنٹے بحث ہوئی اور یہ قرارداد پاس ہوگئی کہ پانی سے کیچڑ بہتر ہے

ایک اور قرارداد تھی

''توہین زندگی ہے سہاروں کی زندگی''

www.khrooj.com

ایسی لاتعداد فضول و معقول قراردادیں سامنے رکھ کر بحثیں کروائی جاتی ہیں تاکہ بچوں کے ذہنوں کی جمناسٹک ہوجائے اور انہیں بولنے اور بحث کرنے کا طریقہ آجائے اسی طرح بستی کے ڈیروں پر جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو انہیں بھی بولنے کیلیئے کوئی نہ کوئی موضوع درکار رہوتا ہے اور اس میں فصلوں سے لے کر عالمی مسائل تک بحث ہوتی ہے اور اگر کہیں جنگ شروع ہوجائے تو پھر ڈیروں کے کئی ہفتے بڑی گرما گرمی سے گزر جاتے ہیں

روزانہ بی بی سی کی خبروں اور دیگر کرنٹ نیوز (Current News) پر بڑی گرما گرم بحثیں اور تبصرے ہوتے ہیں سکائی لیب(Sky-Lab) کے گرنے کی خبر پر کئی ہفتے ان پڑھ کسانوں میں تبصرے ہوئے اور ان تبصروں کی وجہ سے خوف و ہراس بھی پھیلا اسی طرح اگر الیکشن شروع ہوجائے تو ڈیروں کی رونقیں بڑھ جاتی ہیں ایک ڈیرے کا منظر نامہ میں بھی پیش کرسکتا ہوں وہ اس طرح ہے کہ افغانستان میں روس اپنی کار روائیاں کررہا تھا تو ایک بوڑھے کسان نے قرارداد پیش کی ،روس اوا کستان [افغانستان] پر بمبگاٹ [بمبارمنٹ] کیوں کررہا ہے؟ قرارداد پیش کرنے والے کو افغانستان کا نام تک نہیں آتا تھا مگر تبصرہ کئی گھنٹے چلا اسی طرح یحیٰی خان کے دور میں جنگ ہوئی تو اس دور میں ایک ڈیرے کی قرارداد تھی

رانی [اندرا گاندھی] مجوب [مجیب الرحمٰن] کے بارے میں کہتی ہے اسے دیسی بنگلے [بنگلہ دیش] میں بھیج دیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس قرارداد پر بڑی گرما گرم گفتگو کئی گھنٹے تک چلی

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اور جہاں چند آدمی مل بیٹھتے ہیں تو انہیں

آپس میں بولنے کیلئے کوئی نہ کوئی موضوع درکار ہوتا ہے تاکہ وقت پاس ہو جائے جیسا کہ ہائی جنٹری (High Gentry) کی ٹیبل ٹاک (Table Talk) میں موسم اور کھیل وغیرہ کو موضوع گفتگو بنایا جاتا ہے اور وقت پاس کیا جاتا ہے لیکن اس دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ موضوع گفتگو مذہب کے بڑے بڑے مسائل ہیں اور ہم ڈیروں اور چوکڑیوں میں دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ عقائد کا مذاق اڑایا جا رہا ہے دو چار جاہل آدمی مل بیٹھتے ہیں اور بڑے بڑے مسائل پر آپس میں بحث کرتے ہیں میں حاضر و ناظر مانتا ہوں تو نہیں مانتا، میں مدد کا قائل ہوں تو کیوں قائل نہیں ہے، میں ان کی ولایت تکوینی اور امور تکوینی میں تصرف کا قائل ہوں تو کیوں نہیں ہے، میں عزاداری کو واجب واجب سمجھتا ہوں تو مستحب سمجھتا ہے، میں ماتم کو نماز سمجھتا ہوں ذکر عزا کو نماز سمجھتا ہوں تو نہیں سمجھتا۔

اس پر ان میں بحث ہوتی ہے اور پورا پورا دن بلکہ کئی کئی دن تک ان مسائل پر بحث ہوتی رہتی ہے اور اس کے بعد جوتا بدست تبادلۂ خیال شروع ہو جاتا ہے

دوستو!...... یہ سب عقائد کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے اور کوئی اس میں رکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہے اور یہ علمی طوائف الملو کی تخریب کاری اور فساد فی الارض کے علاوہ کچھ بھی فراہم نہیں کر رہی ہے اس لئے اس کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے اور عوام میں روحانیاتی دین کی تبلیغ کرنا چاہیے جس میں عشق اِلٰہی کا درس ہوتا ہے، جس میں انسانیت سے محبت اور خلق سے پیار اور احترام باہمی کا کورس کروایا جاتا ہے، جس میں نہ کوئی نفرت ہوتی ہے نہ جارحیت، جس میں نہ کوئی مجادلہ ہوتا ہے نہ مناظرہ، جس میں نہ کوئی تعصب ہوتا ہے نہ اندھی تقلید، بلکہ ایک عالمگیر برداشت اور ٹالرینس

(Tolerance) ہوتی ہے اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ انسان روحانیاتی دین میں اپنے مبدہ اور مرکز کو دریافت کر لیتا ہے جو خیر وشر اور حق وباطل اور صدق وکذب کے تعینات میں مجاز ہوتا ہے اور اس کا قول قولِ فیصل ہوتا ہے جس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی کیونکہ وہ عقل کل ہوتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا نمائندہ ونائب وخلیفہ ہوتا ہے اور جناب سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روحانی ومعنوی جانشین اور منصوص من اللہ وصی وخلیفہ ہوتا ہے اور اس کی کوئی بات غیر مشاہداتی نہیں ہوتی وہ جو دین فراہم فرماتا ہے وہ سائنس کی طرح مشاہداتی اور تجرباتی ہوتا ہے اور اس کے فراہم کردہ ہر عقیدہ کو تجربہ سے گزارا جا سکتا ہے اور اس کی ہر تھیوری(Theory) روحانیات کی لیبارٹری میں ٹیسٹ کی جا سکتی ہے اس لئے ہر عقیدہ ریاضیاتی انداز میں سوفی صد درست ہو جاتا ہے عقائد ونظریات کی دنیا کسی مذہب کی پراپرٹی(Property) نہیں رہتی بلکہ وہ پوری انسانیت کی ملکیت ہو جاتی ہے

آپ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں دو قوتیں فعال یا ایکٹیو(Active) یا کارفرما ہیں ایک قوتِ خیر ہے اور دوسری قوتِ شر ہے ۔عرفانیات میں ان دونوں قوتوں پر بھرپور روشنی ڈالی جاتی ہے اور شر سے نجات اور خیر کا حصول ہی انسان کا مقصد حیات ہے اس لئے ہمیں ان دو مقاصد پر کام کرنا چاہیے نہ کہ بحث مباحثوں میں وقت ضائع کرنا چاہیے

ارتقائے عرفانیات

حضور اکرم ،سید المعظم ،نور اللہ المکرّم ، مالک وجود وعدم ، وارث کعبہ وزمزم ، علت بیت اللہ والحرم ، مبدہ رحمت والکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال اِلٰہی کے بعد دین میں دنیا

کا رنگ چھانے لگا اور ملک باطن کو فتح کرنے کی بجائے مما لک اغیار کو فتح کیا جانے لگا اور جہادِ اکبر کو ایک دم فراموش کر کے جہادِ اصغر کو مال غنیمت اور کشور کشائی کی خاطر رواج دیا گیا اور اس کے بعد تو مما لک اغیار کو فتح کرنے کی بجائے مسلمان قومیں ایک دوسرے کو فتح کرنے میں مصروف ہوگئیں اور ہمارا جو روحانی وا خلاقی حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں کیونکہ اس میں آئمہ ہدی علیہم الصلوات والسلام کو شہید کیا گیا، عرفا و صوفیا مرحلۂ دار ورسن سے گزرنے لگے ربانیین صلیبوں پر نعرہ ہائے لا ھو الا ھو بلند کرتے رہے اور معبودِ ہوس کے عباد اپنے معبود کی رضا کیلئے ان پر ظلم کرتے رہے، ''اِلٰــہِ ھــوا '' کے پجاریوں کے قلم فتوے اگلتے رہے، خدائے ہوس کے بندگانِ صادق عرفائے حق کی کھالیں کھینچتے رہے، ان کے مقدس خون سے صلیب کی لکڑیاں اور تلواروں کی زبانیں رنگین کرتے رہے اور عروس معرفت کی حنا بندی کا سامان ہوتا رہا ایک طرف وہ لوگ تھے جو ملکوں کو فتح کرتے مگر اخلاق و کردار میں ان کے مفتوح ہوتے چلے گئے

دوسری طرف عارفانِ حق جو اصحاب صفہ اور آئمہ ہدی علیہم الصلوات والسلام کی صحبت سے اپنے قلوب منور کر چکے تھے وہ عرفان کی شمع جلائے رہے ان پر رہبانیت کے فتوے لگے، کفر و شرک کے الزام لگے، سزائیں ملیں، ظلم وستم کے لاکھوں طوفان گرجتے برستے آئے مگر شمع حق جلتی رہی اور انسانیت میں سے منتخب افراد مالک حقیقی کی عبدیت و غلامی کی معراج پر فائز ہوتے رہے اور عشق کی آہنی زنجیروں میں جکڑے یہ غلامان آل محمد صلی اللہ علیہم الصلوات والسلام زندانِ دنیا سے ہمیشہ آزاد رہے اور ان کا سلسلۂ فیض ہمیشہ جاری و ساری رہا

روحانیت کی بدنامی

دوستو! ہماری نظریاتی دنیا محوارتقا ہے یعنی روحانیین اور عرفا نے عرفانیات کو ایک ایک قدم آگے بڑھایا ہے مگر بدقسمتی سے یہ کئی صدیوں سے ایک منزل پر رکی ہوئی ہے یعنی عرفانیات وتصوف کا جو دریا جاری ہوا تھا اس کے بہاؤ کو روک دیا گیا ہے یہ بھی ایک مسلمہ ہے کہ جس کسی بہتے دریا کو روکا جاتا ہے تو اس میں تعفن پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے بس اسی طرح عرفانیات اور تصوف کے دریا کو ہیڈ اپ (Head-up) کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اس میں تعفن کا احساس ہونے لگا ہے اور یہ تعفن ہمارے سامنے تو کیا خود علامہ اقبال جیسے مفکر نے بھی محسوس کیا تھا اور کہا تھا کہ......ع

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

یعنی اس دور میں عرفانیات کے بدنام ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کے اہل نے اسے آگے نہیں بڑھایا اور اس سلسلے کو روک کر انھوں نے جو فضا پیدا کی ہے وہ ہمارے سامنے ہے کہ آج صاحبانِ دربار کے سجادگان میں سے 99% فی صد ایسے لوگ ہیں جو عرفانیات کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں اور وہ بزرگوں کے عقیدت مندوں سے نذرانے تو وصول کرتے ہیں مگر ان کی روحانی تربیت کرنے کے اہل ہی نہیں ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب لفظ پیر کا مفہوم ''معزز بھکاری'' ہی مانا جاتا ہے اور جو سجادگانِ خانقاہ ہیں وہ بیعت لیتے ہیں مگر خود کسی معنوی بیعت سے ناآشنا ہوتے ہیں اب میں ان کی غیبت میں اوراق کی طرح نامہ اعمال سیاہ نہیں کرنا چاہتا میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس دور میں روحانیات کو دوبارہ واپس لانے کی

ضرورت ہے اور اپنے مرکز روحانیات یعنی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے مربوط ہونے کی ضرورت ہے اور عام نظام صوم وصلوات سے لے کر خانقاہی نظاموں تک سب کو ماڈی فائی (Modify) کرنے کی ضرورت ہے اور دین اسلام کو اپنی روحانی بنیادوں پر از سرنو قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس دین حق کو مشاہداتی و تجرباتی دین بنانے کی ضرورت ہے اب باتوں کا وقت نہیں ہے بلکہ کچھ کر کے دکھانے کا وقت ہے ساری دنیا اس معاملے میں بہت آگے جا رہی ہے اور ہم ابھی تک تعویذات ودم ودرود کی پھونکوں میں الجھے ہوئے ہیں یا پھر بے معرفت و بے لذات نمازوں اور فاقہ قسم کے روزوں اور بے حضور عبادات میں پھنسے ہوئے ہیں

دوسری طرف عوام ہے تو اسے روزی کمانے سے فرصت ہی نہیں ہے اور ایک عام آدمی صرف اس لئے مسلمان ہے کیونکہ وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گیا ہے باقی وہ اپنی کسی چیز سے آشنا نہیں ہے نہ اسے معلوم ہے کہ حرام کیا ہے؟ حلال کیا ہے؟ طہارت کیا ہے؟ نجاست کیا ہے؟ ہمارے فرائض کیا ہیں؟ واجبات کیا ہیں؟

اس لئے اس دور میں اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کروانا بہت ضرری ہے اور ان کی نصرت کا شعور فراہم کرنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ جب تک وہ کسی چیز سے لاعلم رہتا ہے اس کی جانب متوجہ ہوتا ہی نہیں ہے اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہماری شیعہ کمیونٹی عمومی طور پر اور ہمارے شیعوں کی نوجوان نسل خصوصی طور پر اس بات سے قطعی طور پر لاعلم ہے کہ ہمارے کوئی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں بھی یا نہیں

کیونکہ ان کی پاک ذات کا ذکر نہ تو ہمارے گھروں میں ہوتا ہے اور نہ ہی ہماری

مجالس میں ہوتا ہے حالانکہ دنیا کے جس حصہ میں بھی کوئی مجلس منعقد ہوتی ہے تو وہاں منبر و پرسہ داری کے وارث تو ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ہوتے ہیں لیکن افسوس کہ وارثِ مظلومین عجل اللہ فرجہ الشریف کا نام پاک تک نہیں لیا جاتا اور نہ ہی ان کا پاک ذکر کیا جاتا ہے

انہی باتوں کے پیش نظر بندہ ناچیز نے اپنے استاد گرامی القدر السید مخدوم محمدؒ جعفرؒ الزمان نقوی البخاری کے ایسے خطبات کو زیر نظر کتاب میں یکجا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جن میں اپنے امام زمانہ کا تعارف مختلف حوالوں سے کرایا گیا ہے اور ان کی نصرت کی ضروت اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اب اس بات کا انحصار قارئین گرامی کی ذہنی صلاحیت پر ہے کہ وہ اس کتاب سے کس حد تک استفادہ کرتے ہیں کیونکہ کسی بات کا دائرۂ علم میں آ جانا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات ہے حالانکہ معصومین علیہم الصوات والسلام کا فرمان ہے کہ علم عمل کا نام ہے میں تمام قارئین کیلئے دعا گو ہوں کہ انہیں اپنے امام زمانہ کی نصرت کی توفیق کاملہ عطا ہو آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور وخروج جلدی ہو۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

مرتب .... مہتاب اذفرؔ

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه
طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب اول

دینِ نصرت

اے حاملین جذبۂ نصرت!

ہمارے نوجوانوں میں ماشاءاللہ یہ جذبہ موجود ہے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کریں گے ان کی نصرت کا کوئی نہ کوئی راستہ مل جائے ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی خدمت عطا ہوجائے ہمارے کئی نوجوان اس خدمت کو انجام دینے کیلئے جان ودل سے تیار ہیں، ان کے اس جذبے کو ماضی میں غلط بھی استعمال کیا گیا ہے اورانہیں مایوس بھی کیا گیا ہے انہیں دنیا داری میں جھونک دیا گیا ہے اورانہیں نصرت حقیقی کی طرف رہنمائی ہی نہیں کی گئی بلکہ ہرآدمی ان کے جذبوں سے کھیلتا چلا جارہاہے اورہمارے نوجوانوں کی اب یہ صورت حال ہے کہ......ع

چلتا ہوں تھوڑی دور ہراک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

انہی حالات کو دیکھتے ہوئے ہم نے اس سلسلۂ گفتگو کا آغاز کیا ہے تاکہ ہم بھی اپنے مالک ومنعم ازل عجل اللہ فرجہ الشریف کے عطا فرمودہ شعور کے مطابق اس شاہراہِ حق پر روشنی ڈال سکیں

www.khrooj.com

دوستو!......دین حق کا اگر ہم تجزیہ کریں تو ہمیں اس کے دو حصے نظر آتے ہیں

(1) ظاہری......(2) باطنی ......ان دونوں حصوں کے آگے دو دو حصے ہوتے ہیں

یعنی ظاہری جو دین ہے اس کے بھی دو حصے ہیں یعنی (i) اصول (ii) فروع

دوستو!...... جب ہم اپنے متعینہ و رائجہ اصولِ دین کو دیکھتے ہیں تو ان میں سے تین منصب نظر آتے ہیں یعنی توحید، نبوت، امامت۔ توحید منصب اِلٰہیہ ہے اور نبوت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب نبوت ہے اور امم سابقہ کے انبیا علیہم السلام کا منصب ہے اور امامت بھی ایک منصب اِلٰہیہ ہے اور یہ تینوں منصب ایک طرح سے کچھ ذوات متعالیات سے تعلق رکھتے ہیں

ان اصول دین میں سے ایک ذات اول جل جلالہ کی ایک صفت یعنی عدل ہے

ان میں سے ایک اصول دین ایک واقعہ ہے یعنی قیامت اصول دین میں شامل ہے جو ایک آفاقی واقعہ ہے اس تعیین اصول دین کو دیکھیں تو اصول دین کی تعیین کا کوئی اصول نظر نہیں آتا

جبکہ عالم اسلام میں ان کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر ایمان نہ لانے والا مسلمان نہیں مانا جاتا مثلاً قرآن پاک ہے، کتب سماوی ہیں، جنت و دوزخ ہے، حساب وحشر ومعاد جسمانی ہے، فرشتے ہیں اسی طرح صفات اِلٰہیہ میں سے صرف ایک صفت کو اصول میں داخل کرنا اور باقی صفات کو شامل نہ کرنا بھی کسی خاص اصول کے تحت نہیں ہے کیونکہ پورا عالم اسلام اللہ جل جلالہ کی کسی بھی صفت کے منکر کو مسلمان نہیں سمجھتا اسی طرح امامت کے اندر مقررہ تعداد اور منصوص من اللہ کی شرط بھی رکھنا لازم ہے

دوستو!......شیعہ عقیدہ کے مطابق فروعِ دین کی تعداد عام طور پر دس مانی جاتی ہے

www.khrooj.com

جبکہ ان کی تعداد دس نہیں بلکہ بعض لوگوں نے 200 سے بھی زیادہ فروع لکھے ہیں میری یہ اوقات نہیں ہے کہ میں اصول وفروع کے متعین فرمانے والے علمائے اعلام کے فیصلے پر کوئی نقد وتبصرہ کروں میں تو اپنی منزل مقصود کا مسافر ہوں

دوستو!...... یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ اصول دین کے ماتحت دو شعبے ہوتے ہیں

() شعبہ اعتقاد () شعبہ اعمال

شعبہ اعتقاد کے کئی ارکان ہوتے ہیں () اعتقاد علی الذوات () اعتقاد علی الصفات () اعتقاد علی الخصائص () اعتقاد علی المنسوبات

یعنی کچھ ذوات جو اصول دین میں شامل ہیں ان پر ایمان لانا اور اعتقاد قائم کرنا واجب ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی ان کی صفات ہیں یا ان کی خصوصیات و خصائص ہیں ان پر ایمان و اعتقاد کا قیام واجب ہوتا ہے یعنی اگر کوئی اللہ ﷻ کو تو مانے مگر اسے قادر و عالم وحی نہ مانے تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جاتا اسی طرح کوئی شخص سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو مانے مگر ان کی نبوت کا انکاری ہو، ان کے رحمت للعالمین ہونے کا منکر ہو، ان کے معجزات باہرہ کا منکر ہو، ان کے صادق ہونے کا منکر ہو تو وہ بھی مسلمان نہیں مانا جا سکتا

اسی طرح منسوبات کی بے حرمتی کرنے والے کو مسلمان نہیں مانا جاتا جیسا کہ آج ان کے دست مبارک کا ایک گرامی نامہ موجود ہے یا ان کی مبینہ نعلین مبارک موجود ہے یا ان کا لباس موجود ہے اور اگر کوئی ان کی بے حرمتی کرتا ہے تو وہ بھی مسلمان نہیں مانا جاتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض مکاتیب فکر مزار اقدس کے احترام کی حدود متعین کرتے ہیں اوران سے تجاوز کرنے والے کو برا سمجھتے ہیں مگر کچھ نہ کچھ احترام کے وہ بھی قائل ہیں

دوستو!...... یہ جو منسوبات ہیں ان میں کچھ اشیا کی طرح کچھ افراد بھی ان سے منسوب ہوتے ہیں جیسا کہ اہل بیت اطہار علیہم الصلوات والسلام ہیں، اصحابہ جا نثار و مخلص رضوان اللہ علیہم ہیں منسوبات میں اشیا و افراد دونوں آجاتے ہیں بعض ناقدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اصول دین صرف ذوات ہیں صفات و وقائع ان کے ضمن میں آتے ہیں مثلاً قیامت پر ایمان واجب ہے تو اس لئے کہ اللہ جل جلالہ اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس لئے یہ ان دو ذوات متعالیات کے ضمن میں آجاتی ہے یہ کوئی علیحدہ اصول نہیں ہے

اگلے صفحہ پر جیسا کہ ڈایاگرام (Diagram) میں دکھایا گیا ہے کہ اصول دین کی ذیلی دو شاخیں ہیں

( ) شعبۂ اعتقاد ...... ( ) شعبۂ اعتمال...... اعتقاد کے بارے میں اجمالی طور پر ہم عرض کر چکے ہیں اس کے بعد ہے شعبہ اعتمال و اعمال

( ) شعبۂ اعتمال ......اس شعبے میں دین کی جملہ فروعات آتی ہیں اور فروعی مسائل وفقہ وغیرہ کا تعلق اس شعبے سے ہوتا ہے

اس شعبۂ اعتمال میں قلی استنجا سے لے کر نکاح وطلاق تک کے مسائل آجاتے ہیں

یہ شعبۂ اعمال ہے جس میں نفس کا تزکیہ وتطہیر وتخلیص کے اصول بھی آجاتے ہیں اخلاقی وعمرانی اصول بھی آجاتے ہیں یعنی فرد سے سوسائٹی (Society) تک کے معاملات اس میں شامل ہوتے ہیں

شعبہ اعتمال کے دو ضابطے ہیں (1) عمل للتقرب......(2) عمل للتعبد

جو اعمال تقرب کیلئے کئے جاتے ہیں اس کے دو پہلو ہوتے ہیں جن کی تفصیل دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمانویں

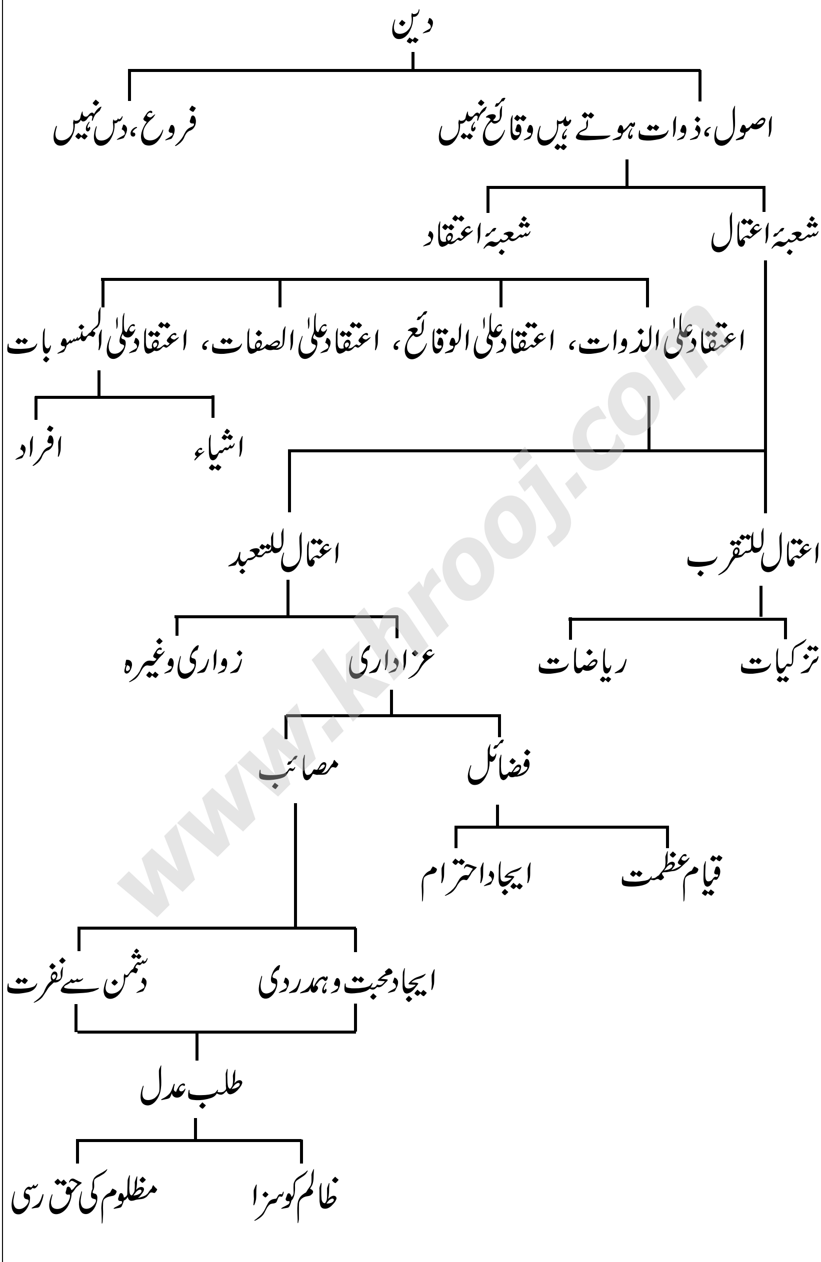

www.khrooj.com

(i) تزکیات (ii) ریاضات

تزکیاتِ نفس محرمات ہوتے ہیں یعنی ہر اس چیز سے نفس کو پاک کرنا ہوتا ہے جو اللہ جل جلالہ اور اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دی ہے چاہے وہ کھانے، پینے، پہننے، سوچنے یا عملی طور پر کرنے سے تعلق رکھتی ہے اس کی نجاست باطنی سے نفس کو پاک کرنا ہوتا ہے

ریاضات نفس ہر اس چیز کو اپنانا ہوتا ہے جو دائرہ عبادات میں شامل ہو یا جس کے کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور اس میں خصوصی طور پر وہ اعمال و ریاضات ہوتی ہیں جو روحانی قوتوں میں اضافہ کا موجب ہوتی ہیں اور تقرب اِلٰہیہ کا ذریعہ ہوتی ہیں جیسا کہ زہد ہے، تقویٰ ہے، قائم اللیل ہونا، صائم النہار ہونا، ترکِ دنیا برائے آخرت ہے، پُر مشقت اعمال وغیرھم اس میں شامل ہوتے ہیں

اعمال تعبد کے دائرے میں آتے ہیں وہ تعبد اور اعتقاد دونوں کا مجموعہ ہوتے ہیں یہاں اعتقاد کی ایک شاخ آ کر اس میں ضم ہو جاتی ہے جیسا کہ ڈایاگرام میں دکھایا گیا ہے

( ) شعبۂ تعبد و اعتقاد ......اس میں فروعات سے تعلق رکھنے والے اعمال نہیں آتے بلکہ وہ اعمال آتے ہیں جن کا تعلق باطن کے اعتقاد سے ہوتا ہے یعنی یہ ان اعمال کا مجموعہ ہوتا ہے جو اصولِ دین سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ عزاداری ہے تعظیم و احترامِ شعائر و مقدسات ہے یا کچھ شخصیات کا احترام ہے اسی طرح اعتقاد میں شامل افراد کے متعلقات و منسوب کے ساتھ احترامی رویہ ہے یہ سب معتقدات سے ہیں اس لئے اس میں فقہ کو بولنے کا کوئی حق نہیں دیا جاتا کیونکہ اصول میں تقلید حرام ہوتی ہے اور جہاں تقلید حرام ہو وہاں مجتہد کے فتوے کی کوئی حیثیت ہوتی ہی نہیں ہے

www.khrooj.com

۔ ماتم ،عزاداری ، زنجیر زنی یا مشاہد مقدسہ کے احترام کی حدوں کا تعین کرنا فقہ کا م ہی نہیں ہے یہ سب چیزیں اعتقاد کے ماتحت ہیں اس لئے اگر کوئی مجتہد ان امور میں کوئی فتویٰ دیتا ہے تو وہ اپنی حد سے تجاوز کر رہا ہے اور اس کا فتویٰ باطل ہے

اس شعبے میں اعتقادات سے تعلق رکھنے والے اعمال ہوتے ہیں جیسا کہ شیعہ مذہب میں اہم چیز عزاداری ہے یا دوسرے لاتعداد اعمال ہیں جیسا کہ نذر و نیاز کا احترام ہے امام بارگاہوں کا احترام ہے، مقدساتِ مذہب، منسوبات و شعائر، مشاہد معصومین علیہم الصلوات والسلام وغیرھم ہیں

دوستو!...... ہماری تبلیغ کا انحصار جس چیز پر ہے وہ ''عزاداری'' ہے اور اس کا تعلق اعتقادی حصے سے ہے اس لئے اس پر فقہی قوانین لاگو ہوتے ہی نہیں اگر کوئی فقیہ عزاداری کے معاملات میں فقہ کو اپلائی (Apply) کرتا ہے تو وہ اپنی عمل داری سے تجاوز کر رہا ہے اس لئے اس کی رائے کی کوئی وقعت نہیں ہوگی

عزا اجر ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک قرآنی حقیقت ہے کہ عزاداری اجر ہے اور کسی بھی مزدور کے اجر و اجرت میں اجیر کسی فقیہ کے فتوے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ اس پر ہر حال میں واجب ہوتی ہے اس بات کی اہمیت ہمارے سامنے اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب جناب مسلم بن عقیل علیہا صلوات والسلام کو ابن زیاد ملعون کے دربار میں پیش کیا جاتا ہے تو اور آپ کو شہادت کی نوید دی جاتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس دربار میں عمر ابن سعد ملعون بیٹھا ہوا ہے اس سے کہیں ہماری وصیت سن لے،اس ملعون نے ابن زیاد ملعون کی طرف دیکھا اس نے کہا ہاں تو ان کی وصیت سن لے جناب مسلم علیہ الصلوات والسلام

نے جہاں اور بھی وصیتیں فرمائیں وہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ ہماری شہادت کے بعد ہمارا سامان یعنی تلوار زرہ وغیرہ کو فروخت کر کے ہماری وہ ادائیگیاں کی جائیں جو ہم نے اہل کوفہ کو دینا ہیں اس میں کچھ لوگوں سے ہم نے قرض لیا ہوا ہے اور کچھ کی اجرت ہے اور ہم نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا ہے کہ جب شہیدِ راہِ حق کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض اور اجرت معاف نہیں ہوتے

اب آپ دیکھیں کہ قرض ہو یا اجرت ہو اس کا ادا کرنا محتاج فتویٰ نہیں ہے اور عزاداری ماتم داری اجر رسالت ہے

جناب اصبغ بن نباتہ روایت فرماتے ہیں کہ جب 19 ماہ رمضان کو ہمارے شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو ضرب لگی تو دوسرے دن عیادت کرنے اور خیریت معلوم کرنے کی غرض سے میں درِ دولت پر پہنچا وہاں ابن ملجم ملعون کو لایا جا چکا تھا اور وہاں لوگوں کا ہجوم تھا کہ اب اسے سزا سنائی جائے گی مگر تھوڑی دیر بعد شہنشاہ معظم امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام پاک گھر سے برآمد ہوئے انہوں نے فرمایا ہمیں بابا پاک علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ہے کہ آج اس ملعون کو سزا نہیں دینا بلکہ اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا ہے اگر ہم رو بہ صحت ہو گئے تو اس کا فیصلہ ہم خود فرمائیں گے اور اگر ہم شہید ہو گئے تو پھر اس ملعون کو ایک ضرب کے بدلے میں ایک ضرب لگانا ہوگی اور یہی عدل کا تقاضہ ہے، اب آپ لوگ واپس چلے جائیں

جب سارے لوگ واپس چلے گئے تو میں وہاں دروازے کے سامنے بیٹھا رہا تا کہ جب بھی کوئی شہزادہ پاک باہر تشریف لائیں گے تو میں ان سے اپنے شہنشاہ معظم علیہ

الصلوات والسلام کی خیریت دریافت کروں گا، کافی دیر بعد شہنشاہ معظم امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام باہر تشریف لائے اور مجھ پر نظر پڑی تو فرمایا آپ یہاں ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں جبکہ ہم نے سب کو جانے کی اجازت دے دی تھی

میں نے عرض کیا کہ آقا میں اپنے شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کئے بناں کیسے جاسکتا تھا؟ آپ نے فرمایا اچھا آپ بیٹھیں۔ وہ پاک گھر میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد مجھے اندر بلایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ تھا اور پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی مگر آپ کا رنگ اس عمامے سے بھی زیادہ زرد تھا۔ میں نے قدم بوسی کی اور اس کے بعد عرض کیا کہ مولا علیک الصلوات والسلام آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ اس وقت شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شہنشاہ بھائی سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا انہوں نے ہم سے فرمایا

تین شخص یقیناً لعنتی ہیں (1) عاق بالوالدین (2) اجیر کی اجرت نہ دینے والا (3) اپنے مالک سے بھاگا ہوا غلام ...... اس کے بعد فرمایا شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے میرے پاک بھائی آپ اور ہم اس امت کے والدین ہیں اور جو ہمارا عاق شدہ ہے وہ لعنتی ہے، پھر فرمایا تھا کہ اے بھائی دوسرا وہ آدمی لعنتی ہے جو اجیر کی اجرت نہ دے اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ جناب اور ہم اس امت کے اجیر بھی ہیں کیونکہ یہ امر ☆ قل لا اسئلکم علیه اجراً ...... سے ثابت ہے اور جس نے ہمارا اجر ضائع کیا اس پر اللہ جل جلالہ کی لعنت ہے

اس کے بعد فرمایا کہ ہم دونوں بھائی امت مسلمہ کے مالک و مولا بھی ہیں اور ساری

کائنات ہماری غلام ہے اور جو غلام ہم سے بھاگا ہوا ہو وہ یقیناً لعنتی ہے

دوستو! ...... ہمارے عقیدہ کے مطابق خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کا ہر فرد ہمارا مالک ہے بلکہ کائنات کا مالک ہے مگر ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک شخص بیک وقت مالک بھی ہو اور مزدور بھی ہو جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی زمین کا مالک ہوتا ہے اور وہ اپنی زمین کسی کو پٹے پر دے دیتا ہے پھر کبھی اس پٹے پر لینے والے کو زمین کے کاشت کرنے میں مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے تو زمین کا اصل مالک بھی اس زمین پر بطور مزدور مزدوری کرنے آ جاتا ہے اس طرح اس کے آنے سے نہ ہی اس کی مزدور کی حیثیت بدل جاتی ہے اور نہ مالک والی حیثیت میں فرق آتا ہے وہ مالک ہو کر بھی مزدور ہی ہوتا ہے بلا تشبیہ اسی طرح شہنشاہ معظم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے مالک بھی ہیں اور اجیر بھی ہیں اور عزاداری اجر رسالت ہے جو کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہوتا بلکہ کوئی شہید ہی کیوں نہ ہو اس پر بھی یہ حق قائم رہتا ہے

دوستو! ...... اگر ہم عزاداری کا تجزیہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ عزاداری دو حصوں پر مشتمل ہے (i) فضائل (ii) مصائب

فضائل سے ذات کا تعارف ہوتا ہے، عظمت دماغ میں راسخ ہو جائے تو انسان قرب کی طرف مائل ہوتا ہے، محبت پیدا ہو جاتی ہے، بادشاہ یا حاکم جو عادل و مہربان ہو اس سے محبت اور اس کے قرب کی خواہش لازماً ہوتی ہے اس کی رضا جوئی کی تمنا پیدا ہوتی ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ فضائل کے دو فائدے ہیں

(الف) تعارف سے قیامِ عظمت (ب) ایجادِ محبت و احترام

جب یہ دو چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں تو ان کے بہت سے عملی فائدے ہوتے ہیں مثلاً

(1) شوقِ وصل (2) شوقِ خدمت (3) شوقِ نصرت (4) شوقِ قرب (5) طلبِ رضا (6) شوقِ اطاعت وغیرہ ......یعنی فضائل کے بیان کے بعد اگر یہ فوائد حاصل نہ ہوں تو فضائل کا بیان کرنا اور سننا مقصدیت سے خالی ہوگا اگر کوئی آدمی فضائل سنتا ہے اس کے نتیجے میں اس کے دل میں محبت واحترام پیدا ہو جاتا ہے مگر اس کے دل میں ان کے قربت کا شوق پیدا نہیں ہوتا، ان کی اطاعت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا، ان کی رضا جوئی کی تمنا پیدا نہیں ہوتی تو پھر اس کا فضائل سننا نہ سننا برابر ہے کیونکہ آدمی کسی شخصیت کو محترم تو سمجھے مگر اس کی نافرمانی کرتا پھرے اس کا عملاً احترام نہ کرے اور بوقت ضرورت اس کی نصرت اور مدد نہ کرے تو پھر اس کا کسی کو محترم سمجھنا نہ سمجھنا برابر ہوگا جیسا کہ کوفہ والے لوگ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کو محترم تو جانتے تھے، ان کے فضائل سے شناسا تھے مگر انہوں نے نصرت نہیں کی تو ان کے دلی جذبات نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا کیونکہ جو کسی کو کچھ مانتا ہے وہ اس کی بات کچھ نہ کچھ مانتا ہے اور جو ایک بات بھی نہیں مانتا وہ کچھ بھی نہیں مانتا

اگر ہم انہیں امام وآقا مانیں گے تو ان کی ہر بات ماننا واجب ہو جائے گی

دوستو!......عزاداری کا دوسرا حصہ ہے مصائب کا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری مجالس عزا میں مقررین وخطبا فضائل سے آغاز کرتے ہیں اور مصائب پر اختتام کرتے ہیں اور مجالس کا یہی حصہ سب سے اہم ہوتا ہے کیونکہ فضائل سے ہم ان کا تعارف کرواتے ہیں اور مصائب سے یہ بتایا جاتا ہے کہ امت نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ مصائب کے بھی کئی فائدے ہوتے ہیں مثلاً

(i) قیامِ ہمدردی مؤدت (ii) دشمن سے نفرت (iii) خواہش نصرت (iv) قیامِ

عدل کی خواہش وتمنا، وغیرھا

ان میں سے سب سے اعلیٰ چیز ہے قیام عدل کی خواہش کیونکہ جب بھی کسی مظلوم کے بارے میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ظلم ہوا ہے اور ظلم کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں تو دل میں انتقام و عدل کی خواہش سب سے قوی صورت میں پیدا ہوتی ہے کیونکہ مظلوم سے ہمدردی کا نتیجہ قیامِ عدل کی خواہش کی صورت میں ہمارے اندر پیدا ہوتا ہے

اگر آپ کوئی ایسا ڈرامہ یا پکچر دیکھ رہے ہوں جس میں ولن ہیرو پر مسلسل ظلم کر رہا ہو تو اس ظلم کو دیکھ کر آپ کی خواہش ہوگی کہ اسی وقت اس ظالم کو سزا ملنا چاہیے عدل قائم ہو جانا چاہیے یعنی جھوٹی فلم میں جھوٹا ظلم دیکھ کر بھی انسان کے دل میں قیامِ عدل کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے تو کیا خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام پر ہونے والے مظالم کیلئے یہ جذبہ پیدا نہیں ہوگا اور اگر نہیں ہوگا تو فطرت مسخ ہوگی ورنہ ظالم سے نفرت اور مظلوم سے ہمدردی تو فطرت کا تقاضہ ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قیامِ عدل چاہے پنچائیتی ہو یا ستھ جرگے کا ہو یا عدالت وحکومت کا وہ دو پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے اگر ان میں سے ایک پہلو بھی نظر انداز کیا جائے تو پھر وہ عدل عدل نہیں ہوتا یعنی عدل کے دو اجزا ہیں اور عدل ان دو اجزا سے مرکب ہے

(1) ظالم کو سزا دینا

(2) مظلوم کی حق رسی کرنا یا اسے کمپن سیٹ (Compensate) کرنا

اس کی مثال ہم اس طرح دے سکتے ہیں کہ اگر کوئی چور کسی کی چوری کرتا ہے تو اس

کے معاملے میں قیام عدل کے دو پہلو ہوتے ہیں

(i) چور کو سزا کیونکہ اس نے چہار دیواری کا تقدس پامال کیا ہے

(ii) چوری شدہ مال کی واپسی ...... مالِ مسروقہ کی واپسی

اگر کوئی شخص کسی کے گھر کو آگ لگا دیتا ہے تو اسے دو سزائیں ملنا عدل کا تقاضہ ہے نمبر ایک جسمانی سزا۔ نمبر دو مالی سزا جو ہرجانہ وجرمانہ ہوتا ہے جس سے مالک مکان کا مکان دوبارہ تعمیر کیا جاسکے اور کچھ اضافی بھی ہو جائے ورنہ عدل کا قیام نہیں ہوتا دوستو! ...... ہماری ملکی وحکومتی عدالتیں لاکھ عادل ہوں مگر وہ بہت سے معاملات میں مجبور و عاجز ہی ہوتی ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی انسان کسی کو قتل کر دیتا ہے اور پھر وہ مجرم خود سزا سے پہلے مرجاتا ہے تو کیس داخل دفتر ہو جاتا ہے کیونکہ ہماری عدالتیں موت وحیات پر قادر نہیں ہیں جو مجرم مرجائے یا فرار ہو جائے تو اسے عدالت میں لا کھڑا کرنا ان کے بس کا روگ ہی نہیں ہے جب کہ ظلم بھی صدیوں پہلے ہوا ہو ظالمین بھی مر کھپ چکے ہوں تو ان کے بارے میں قیام عدل عام انسان کیلئے ناممکن ہے اس لئے جب ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام کی خواہش پیدا ہوگی تو اس میں ایسے عادل کو تلاش کرنے کی خواہش بھی پیدا ہوگی کہ جو موت وحیات پر تصرف رکھتا ہو اور جو دنیا سے چلے جانے والے ظالمین ومظلومین کو اپنی عدالت میں حاضر کر سکے جب یہ خواہش ہمیں تلاشِ عادل کیلئے دوڑائے گی تو پھر ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے در اقدس تک لائے گی کیونکہ وہی اس طرح کا عدل قائم فرما سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی اللہ جل جلالہ کے نظام عدل کو قائم فرمانے والے ہیں اور انہی کی حکومت حکومت اِلٰہیہ ہے

مقصد کلام یہ ہے کہ مصائب کے دو مقاصد ہیں

ایجاد محبت و ہمدردی برائے مظلوم اور ایجاد نفرت وعداوت برائے ظالم

آگے ان دونوں مقاصد کے حصول کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے ''طلب عدل'' کا جذبہ پیدا کرنا، عدل کی تکمیل دو تقاضے رکھتی ہے، قیام عدل کیلئے ظالم کو سزا اور مظلوم کی حق رسی، اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو عدل کے تقاضے پورے نہیں ہوتے ۔خواہش عدل وطلب عدل کیلئے عادل تلاشا جائے گا عادل کی صفات متعین ہوں گی کہ جس کے سامنے زمانے کوئی حیثیت نہ رکھتے ہوں ماضی کے مجرمین عدل سے بچ گئے تو طلب عدل اور قیام عدل کا کوئی فائدہ نہیں ہے

مقصد آخر

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اصول مقصد آخر نہیں ہوتے یعنی اصول پر عقیدہ مقصد آخر نہیں ہوتا اور فروع پر عمل مقصد آخر نہیں ہوتا بلکہ اصول پر عقیدہ اور فروع پر عمل یہ دونوں مل کر انسان کو ایک راستے پر مصروف سفر کرتے ہیں

عقیدہ ہو اور عمل نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک آدمی کو راستہ معلوم ہو مگر وہ سفر نہ کرے اور عقیدہ کے بغیر عمل ایسا ہے کہ جیسے راستہ معلوم نہ ہو اور سفر جاری ہو اس امر پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اصول پر عقیدہ اور فروع پر عمل سے جو کمپاؤنڈ (Compound) بنتا ہے اسے کہتے ہیں'' **ایمان** ''

ایمان کی یہی تعریف کی جاتی ہے☆اِقرَار" بِاللِّسَانِ وَ تَصدِیق" بِالقَلب

یعنی زبان سے اقرار کرنا، دلی طور پر اسی پر عقیدہ ہونا اور اس عقیدے کے ساتھ اعضا وجوارح سے عملی اظہار کا نام ایمان ہے

دوستو!......شعبہ اعمال کی دونوں شاخیں یعنی تقرب میں تزکیات وریاضات اور و تعبد میں عزاداری وزواری وغیرہ بھی مقصودِ آخرنہیں ہیں

اسی طرح عزاداری کے مشمولات و اجزا بھی مقصدِ آخر نہیں ہیں یعنی فضائل و مصائب ہوں یا نظم ونثر، ترنم وتحت اللفظ، تقریر ولحن، تغنن وسجاعت ہو یہ سب مقصد آخر نہیں ہوتے بلکہ فضائل کا مقصد قیامِ عظمت وایجادِ احترام ہے، جب یہ ہو جائے تو اس کے بعد اس کے بیان کا کوئی مقصد نہیں رہتا یعنی جب یہ سمجھ آ جائے کہ میں اللہ جل جلالہ کو نہیں سمجھ سکتا تو اس کے بعد بیان فضائل وتعارف کا مقام نہیں ہوتا بلکہ وہاں سے عبدیت واطاعت کا عمل شروع ہو جاتا ہے

اسی طرح مصائب کا بیان طلبِ عدل وحصولِ عدل کے بعد ختم ہو جاتا ہے

دوستو!...... یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ 61 ہجری سے پہلے بھی شیعہ تھے مگر اس دور میں نہ عزاداری کا قیام ہوا تھا نہ زواری کا - لیکن کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس دور کے شیعہ کیا کرتے تھے ان کی ایکٹیویٹیز (Activities) کیا تھیں؟

اسی طرح جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہو جائے گا (خدا کرے جلد از جلد ہو) تو اس کے بعد بھی نہ عزا ہو گی نہ زواری ہو گی یعنی ظالمین کو سزا مل چکی ہو گی مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے پاک گھر آباد ہو چکے ہوں گے وہ ایک ابدی مسرت کا دور ہو گا اس دور میں قیام عزا کا کوئی جواز ہی نہیں رہے گا تو پھر اس دور میں ہم شیعوں کی ایکٹیویٹیز (Activities) کیا ہوں گی؟

یعنی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام اور ان کے جملہ اہل بیت اور اصحاب وانصار کی رجعت ہو گی اور ان کی حکومت کا قیام ہو گا ظالمین سے انتقام لیا جائے گا اور کریم کربلا علیہ

علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں ہے کہ وہ اسی ہزار سال [بلکہ ابدی حکومت] فرمائیں گے تو ان کے دورِ حکومت میں عزاداری تو باقی نہیں رہے گی اور مزارات ومشاہد مقدسہ بھی ان کے قصر شاہی بن جائیں گے تو پھر زواری اورعزاداری دونوں نہیں رہیں گے تو پھراس دور کے شیعوں کے اعمالِ حیات ومتحرکات کیا ہوں گے؟

یہی وہ بنیادی سوالات ہیں جو ہمیں اپنی تخلیق اور اپنی تولید کے مقاصد اعلیٰ کے دریافت کرنے پر مائل کرتے ہیں یعنی ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ ہماری تخلیق کا مقصد اعلیٰ کیا ہے جس کے حصول کے یہ سارے ذرائع ہیں

آیئے ہم مقصد اعلیٰ ومقصد آخر کی تلاش کاعمل کرتے ہیں

مقصد اعلیٰ

دوستو!...... دینِ نصرت پر جب عقل فرسائی کی جاتی ہے تو سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا لازم ہوتا ہے کہ ''مقصد اعلیٰ'' کیا ہے؟ یہ بھی یاد رہے کہ جب مقصد اعلیٰ کا موضوع زیرِ بحث ہوتا ہے تو اس میں پھر ہمیں کسی بڑی ''کُل'' سے لے کر ایک چھوٹی سے چھوٹی ''جزو'' تک کے مقاصد کا جائزہ لینا پڑتا ہے جیسا کہ ہمارے سامنے یہ سوالات قائم ہو جاتے ہیں

() سوال ......تخلیق کائنات کا مقصد کیا ہے؟

جواب ......انوار اقدس علیہم الصلوات والسلام

() سوال ......جن وانس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

جواب ......عبادت اِلٰہیہ

() سوال ......ایک انسان کواعضاو جوارح وحواس وقویٰ عطا فرمانے کا مقصد کا کیا ہے؟

جواب ...... یہ وسائل عبادت واطاعت ہیں

() سوال ......موالید ثلاثہ [جمادات ونباتات وحیوانات] کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

جواب ...... بقائے باہمی وقربانی پر مبنی بقائے باہمی کا قیام

() ان سب کا اجتماعی مقصد کیا ہے؟

اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے

کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایک طرف یہ ارشاد ہے☆وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ......یعنی جنات اور انسان جو باقی انواع سے کچھ زیادہ خود مختار ہیں اوران پر جبر اِلٰہی کی مقدار کافی کم ہے اوراختیار بالارادہ کی مقدار کافی زیادہ ہے اس لئے ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی تخلیق کا مقصد عبادت اِلٰہی ہے

عبادت میں عرفانِ عبادت وعبدیت کا کامل ہونا لازم ہے لیکن عرفانِ معبود کا کامل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کا اجمالی عرفان ہی کافی ہوتا ہے کیونکہ عرفان اِلٰہی کا کامل ہونا شرط مان لیا جائے تو یہ تکلیف مالایطاق ہے یعنی امر محال کا مکلّف کرنے کے مترادف ہے جبکہ قانون اِلٰہی ہے☆وَلَا نُكَلِّفُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا ......یعنی وہ کسی شخص کو اس کی وسعت و استطاعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں فرماتا۔اس کی مثال ایسی ہے کہ انسان کو حکم دیا جائے کہ تو اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک آسمان کو چھو نہ لے

اس حکم کے بعد کوئی بھی مومن نہیں بن سکے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ آسمان کو چھونا بھی شاید کہیں نہ کہیں ممکن ہو مگر عرفان کامل کا حصول اس سے لاکھوں گنا زیادہ مشکل اور دشوار وامرِ محال ہے

ایک اور مقام پر حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ☆کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً ......یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں سو اس لئے میں نے سلسلۂ تخلیق شروع فرمایا

اس فرمان سے مقصد تخلیق اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا عرفان کامل ثابت ہوتا ہے جس کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ نطفے کی پیداوار انسان کے بس کا روگ ہی نہیں ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا عرفان کامل حاصل کر سکے اور اگر ہم عمومی طور پر دیکھیں تو یہ حدیث کلام اِلٰہی کے منافی نظر آتی ہے یعنی قرآن کریم میں جن وانس کو عبادت کیلئے خلق فرمایا گیا ہے اور یہ حدیث قدسی ''عبادت'' کی بجائے ''عرفانِ اِلٰہی'' کو وجہِ تخلیق بتا رہی ہے جبکہ عبادت کیلئے اجمالی عرفان کافی ہوتا ہے کلی عرفان تو محال ہے۔اس میں ایک تضاد یہ بھی ہے کہ حدیث عقیدہ کو وجہِ تخلیق بتا رہی ہے آیت عمل کو وجہِ تخلیق بتا رہی ہے کیونکہ اس آیت اور حدیث قدسی کے تناقض میں ایک نہ ایک چیز کی نعوذ باللہ تکذیب کا جرم سر لینا پڑے گا

پھر یہ بھی ہے کہ ان دونوں پر ایک مشترکہ اعتراض بھی قائم کیا جاتا رہا ہے یعنی وجہ تخلیق اگر عبادت مان لی جائے یا عرفان کامل تو ان دونوں چیزوں کا نسل انسان میں فقدان ہے یعنی انسانی آبادی کا ایک فی کروڑ بھی ایسا نہیں جو اس پیمانے پر پورا اترے یعنی پوری انسانیت میں سے چند افراد ایسے ہوں گے جو عبادت والے مقصد کو پورا کر رہے ہوں گے یا عرفان جزئی کے مقصد کو پورا کر رہے ہوں گے ورنہ ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو نہ عبادت کر رہی ہے اور نہ عرفان جزئی رکھتی ہے عرفان کامل تو ویسے بھی محال ہے اب اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر واقعی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان کو

عبادت ہی کیلئے بنایا ہے تو پھر یہ اس سے انحراف کیوں کر رہا ہے؟ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں ایک کمپنی یا ایک شخص گھڑی بناتا ہے جو وقت بتائے مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ گھڑی وقت نہیں بتاتی تو اس کی دو صورتوں میں سے ایک کو ماننا ضروری ہوگا

(i) یا تو یہ گھڑی وقت بتانے کیلئے بنائی ہی نہیں گئی

(ii) یا پھر بنانے والے کا فن ناقص ہے کیونکہ اگر اس نے واقعی وقت کیلئے گھڑی بنائی ہے تو اسے وقت ہی بتانا چاہیے اس سوال کے جزو اول یعنی آیت کا جواب تو سید العرفا جناب سید ادیم نقوی صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہ دیا ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں

() عبادت اختیاری () عبادت اجباری

جو انسان عبادت اختیاری نہیں کرتا اللہ جل جلالہ اس سے عبادت اختیاری کروا رہا ہے یعنی روزی کمانا، بچوں کی پرورش، معاشرے میں امن و صلح وغیرھا بھی عبادات ہیں اور عبادت کا مفہوم نماز روزے تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانی فلاح و بہبود و خدمت خلق بھی عبادت ہے جو وہ لا مذہب لوگوں سے بھی کروا رہا ہے لیکن حدیث قدسی اور اس آیت کے مابین جو تناقض بنتا ہے اس کا جواب ایک اور طرح سے دیا جاتا ہے یعنی ان دونوں کو سامنے رکھ کر عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم نے ایک تیسرا راستہ بھی نکالا ہے کہ جس سے دونوں میں سے کسی ایک کی تکذیب کا کفر سر نہیں لینا پڑتا اور وہ یہ کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ جنات و انسان کو تو عبادت ہی کیلئے خلق فرمایا گیا ہے لیکن اللہ جل جلالہ نے اپنی ذات کے عرفان کامل کیلئے صرف ان انوار ازلیہ علیہم الصلوات والسلام کو نمود و خلعتِ وجود وظہور بخشی ہے جن کا یہ فرمان ہے ☆ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَا ازْدَدْتُ يَقِيناً ...... یعنی اگر ہمارے سامنے سے اللہ جل جلالہ کے سارے حجابات اٹھا بھی لئے

جائیں تو ہمارے یقین میں ایک سرمو اضافہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے کمالِ عرفان کے آگے عرفان کا کوئی درجہ موجود ہی نہیں ہے اور انسان کیلئے ان انوار ازلیہ اولیہ علیہم الصلوات والسلام کا عرفان جزئی اور اطاعت کاملہ کا ٹارگٹ (Target) پورے عالم خلق کو دیا گیا ہے اور اللہ جَلّ جَلالُہٗ کی اطاعت عبادت و عرفان بلاواسطہ امر محال ہے اور بالواسطہ واجب قرار دیا گیا ہے اگر ہم اس تناظر میں دیکھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مقصد الٰہی بنیادی طور پر تو ایک ہی ہے

وہ مقصد اعلیٰ ایک ہونے کے باوجود اصطلاحات کے آئینوں میں متعدد نظر آتا ہے کیونکہ اسے ہر علم کے علمائے متبحرین اپنی اپنی اصطلاحی زبان میں بیان کرتے ہیں کوئی اسے ''عبادتِ کاملہ'' کا نام دیتا ہے، کوئی اسے ''طاعتِ کاملہ'' کا نام دیتا ہے،کوئی اسے ''عرفانِ الٰہی'' کا نام دیتا ہے

( ) کچھ کہتے ہیں مقصد حیات زیادہ سے زیادہ تعداد میں زیادہ سے زیادہ مقدار میں زیادہ سے زیادہ وقت کی زیادہ سے زیادہ شدت کی مسرت کا حصول ہے

دوستو!......صاحبانِ عرفانیات کے نزدیک مقصدِ اعلیٰ ''نفاذِ رضا'' ہے

علمائے عرفان فرماتے ہیں مقصدِ آخر ''نفاذِ رضا'' ہے......عرفانی نقطہ نگاہ سے ایک ہی نجاست ہے اور وہ ہے انسان کی ''مرضی''

علمائے عرفان فرماتے ہیں کہ رضائے اِلٰہی کا نفاذ ہی مقصد آخر ہے اور یہی قیام حکومت اِلٰہیہ ہے جیسا کہ ہم انجیل مقدس کی دعا میں دیکھتے ہیں جو عیسائی حضرات بطور نماز پڑھتے ہیں وہ ہے ''اے خداوند تیری بادشاہی آئے تیری مرضی جیسے آسمانوں پر پوری ہوتی ہے اسی طرح زمین پر بھی پوری ہو''

جب بات نفاذِ رضائے اِلٰہی کی ہوتو پھر ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ رضائے اِلٰہی کے نفاذ کے بھی درجات ہیں ......مثلاً

(1) فرد پر رضائے اِلٰہی کا نفاذ (2) جماعت پر رضائے اِلٰہی کا نفاذ (3) قوم پر رضائے اِلٰہی کا نفاذ (4) پوری انسانیت پر رضائے اِلٰہی کا نفاذ (5) پوری کائنات پر رضائے اِلٰہی کا نفاذ

اللہ جل جلالہ یہ چاہتا ہے کہ میری رضا پر ہر کوئی اپنی مرضیاں قربان کردے لیکن یہ عمل جبری نہ ہو بلکہ خوشی سے ہو اور اسی خود اختیاری وخود مختاری کو امتحان کا ذریعہ بنایا گیا ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوجاتا ہے کہ انسان خوشی سے تو اپنی مرضی کسی پر قربان نہیں کرسکتا پھر یہ کیسے ممکن ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اسے اپنی مرضی کی قباحت معلوم ہوجاتی ہے تو اپنی مرضی دوسرے کو سونپ دیتا ہے مثلاً ایک مریض اپنی مرضیاں ڈاکٹر کو سونپ کر اطمینان وسکون محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مقدمہ میں ملوث شخص اچھے وکیل ملنے پر خوش ہوجاتا اور اسے اپنی مرضیاں خوشی سے سونپ دیتا ہے

نفس کی جبلت یہ ہے کہ انسان کا نفس اپنی مرضی کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اس لئے اسے پورا کرنا چاہتا ہے اگر اسے یہ یقین ہوجائے کہ اس کی مرضی اس کی بقا کے منافی ہے تو وہ خود کو کسی دوسرے کے حوالے کرنے پر پوری طرح تیار ہوجاتا ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو یہ باور کیسے کروایا جائے کہ اللہ جل جلالہ کی مرضی اس کی مرضی سے بہتر ہے؟ کیونکہ انسان عقیدتاً تو اللہ جل جلالہ کو سب سے بہتر مانتا ہے اور اس کے احکام کی مصلحتیں نہ سمجھتے ہوئے بھی سب سے اعلیٰ اور واجب التعمیل

مانتا ہے اور کہتا ہے لیکن عملی زندگی میں وہ اپنے نفس کی مرضی کو سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ اپنے نفس کو سب سے اعلیٰ کہتا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے انسان کی روح وضمیر وعقل نفس کو یہ تو باور کروا دیتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ پر ایمان لانا چاہیے وہی اس کائنات کا مالک ہے اس کا حکم سب سے اعلی اور سب سے مفید ہوتا ہے اور اس مقام پر یہ نفس عقل وضمیر کے سامنے اپنی آواز بلند کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا لیکن یہ نفس امارہ کی فطرت ہے کہ وہ کسی چیز کو عقیدے میں داخل کئے بغیر ہی عمل کرواتا رہتا ہے کیونکہ وہ عقیدے کے جھنجھٹ میں پڑے بغیر ہی کام چلاتا ہے اور وہ اپنی مرضی کو سب سے زیادہ قابل عمل ومفید سمجھتا ہے اور اسی پر عمل کروانا چاہتا ہے تا اینکہ مشاہداتی وتجرباتی طور پر اس پر ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی مرضی اس کے اپنے نقصان میں ہے یا اس میں کوئی غلطی موجود ہے

دوستو!...... ہم غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نفس کو رضائے الٰہی پر چلانے کے دو راستے نظر آتے ہیں بالفاظ دیگر رضائے الٰہی کے نفاذ کے دو طریقے ہیں

(1) زاہدانہ طریقہ......یعنی نفس کی مخالفت کر کے اسے گرانا

(2) عارفانہ طریقہ......یعنی عرفانِ نفس سے اسے قائل کرنا

پہلا طریقہ یہ ہے کہ نفس پر عقل کو مسلط کر کے اسے دبا دیا جائے یہ فطرت کے قتل کے مترادف ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فطرت کبھی مرتی نہیں ہے فطرت کی بھوک رہ رہ کر اٹھتی رہتی ہے بلکہ اسے جتنا دبایا جائے اتنی زیادہ بڑھتی ہے

اسی بات کو سمجھانے کیلئے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے

☆وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا () فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا () قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا

www.khrooj.com

()وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا

یعنی تسویۂ نفس اور تزکیۂ نفس کرنا چاہیے دبانا نقصان دہ ہے اور باعث ناکامی ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے ☆وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا......وہ ناکام ہو گیا جس نے اسے دبا دیا زاہد کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ عرفانِ نفس حاصل کرتا ہے اور اس کے بعد اس پر عقل کے بل بوتے پر احکام اِلٰہی مسلط کر دیتا ہے جبکہ وہ بھی ☆من عرف نفسه فقد عرف ربه سے یہ طریقہ کار اخذ کرتا ہے اور زہاد خواہشات نفس معلوم کر کے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور عرفا تسویہ و تزکیہ کرتے ہیں

جبلت نفس یہ ہے کہ یہ عقائد سے ٹکرائے بغیر اپنا کام چلاتا رہتا ہے نفس احکامِ اِلٰہی کو باطل نہیں کہتا بلکہ ضمیر کی لعنت سے بچنے کیلئے وہ اسے بار بار کہتا ہے کہ یہ فرامین حق ہیں اور نہ ماننے والا کافر و فاسق و فاجر ہے مگر کرتا وہی کچھ ہے جو اس کی اپنی مرضی میں آتا ہے یعنی احکامِ اِلٰہی پر عمل بھی یہ اپنی مرضی کے ماتحت کرواتا ہے اگر اس کی مرضی نہ ہو تو یہ ایسے بہانے تراش کر پیش کرتا ہے کہ ضمیر بھی اس کی بدنیتی کو نہیں پرکھ سکتا اور یہ کسی بھی صورت میں اپنی مرضی کسی کے سپرد نہیں کرتا۔ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ نفس وہ زبردست چیز ہے کہ جسے دلائل عقلی و نقلی بدیہی و مذہبی سے قائل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے صرف تصدیقات قلبی و نفسی ہی سے قائل کیا جا سکتا ہے اس کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ جب انسان دورانِ سفر کہیں سمتوں کے بارے میں دھوکہ کھا جاتا ہے اور نفس انسان مغرب کو مشرق ماننا شروع کر دیتا ہے تو پھر کسی بھی دلیل کو نہیں مانتا بلکہ اپنی بات پر جما رہتا ہے آپ تجربہ کر لیں اسے قرآنی و عقلی دلائل سے ذرا قائل کر کے دکھائیں آپ اسے لاکھ قطب نما دکھائیں ہزار مرتبہ سورج

طلوع وغروب ہوتا دکھائیں مساجد کا رخ دکھائیں قبروں کی ڈائریکشن (Direction) دکھائیں یہ نہیں مانے گا جب تک کہ یہ تصدیق نفسی کے مقام تک نہیں پہنچے گا اس لئے نفس سے اس کی مرضی چھیننے کا واحد اور بہترین طریقہ تصدیقات نفسی وقلبی ہیں

ہاں تو دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ رضائے اِلٰہی کے نفاذ کے دو طریقے ہیں

(1) زاہدانہ طریقہ !......یعنی نفس کی مخالفت کر کے رضائے اِلٰہی پر اسے چلایا جائے

(2) نفس کو عرفانِ ذات کروایا جائے تا کہ اس کے سامنے اس کے سارے نقائص کھل کر سامنے آ جائیں اور وہ تصدیقات نفسی وقلبی کی صورت میں ہوں اور نفس نقصانات کا ادراک کر لے جو اس کی مرضی کی تکمیل کے بعد ہونے والے ہوں

ان میں سے اولین طریقہ زہاد کا ہے اور دوسرا طریقہ عرفا عظام کا ہے جیسا کہ شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا فرمان ہے ☆ من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا یعنی جب نفسِ انسان کو اپنا عرفان وادراک ہو جاتا ہے اور یہ اپنے نقائص کو پہچان لیتا ہے تو پھر وہ اپنی مرضیاں قربان کرنے پر بھرپور آمادہ ہو جاتا ہے اسی عرفان نفس وعرفان توحید کیلئے انبیا علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا اور ان کے صرف دو کام تھے

() انسان کو عرفانِ نفس کے ذریعے اپنی ''مرضی'' کے نقص کا ادراک کروانا

() انسان کو اللہ جل جلالہ کی مرضی سے آگاہ کرنا اور اس پر برضا ورغبت چلانا

اگر مجبور کر کے انسان سے اطاعت کروانا ہوتی تو پھر دو طریقے تھے ایک یہ تھا کہ نظام جبر اِلٰہی فرشتوں کی طرح انسان پر بھی نافذ کر دیا جاتا یا کسی جابر بادشاہ کو نبی بنا کر بھیج دیا جاتا جو تلوار کی نوک پر اطاعت کرواتا کیونکہ انسان تو تلوار کو دیکھ کر

فرعون کو بھی اللہ ماننے پر تیار رہتا ہے کسی نبی کو کیسے نہ مانتا مگر وہ کسی پر جبر نہیں کرنا چاہتا بلکہ پیار و محبت سے منوانا چاہتا ہے کیونکہ اس نے تخلیق بھی فرمائی ہے تو محبت کی وجہ سے فرمائی ہے دشمنی کی وجہ سے نہیں۔اس لئے اس نے انبیا و رسل علیہم السلام کو خلعت نبوت بخشی تو وہ بظاہر بڑے کمزور و ناتواں مگر عزم و تقدس کے بلند و بالا پہاڑ، قدسی طینت کے حامل، محبت و رحمت کے سمندر بن کر آئے تو انسان نے انہیں ''جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات'' دینا ہی مناسب سمجھا

مگر خالق یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کون ہے جو مجھ جیسے مہربان خالق سے محبت کرتا ہے اور مجھ پر اپنی مرضیاں قربان کرتا ہے

عرفان نفس کے جو طریقے بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک طریقہ زہاد کا تھا اور دوسرا عرفا کا تھا۔ان پر تفصیلی بحث یہاں نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس کے آگے روحانیات کا علاقۂ متباحثہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ کتاب کلاسیکل روحانیات کے موضوع کی متحمل نہیں ہے اس لئے ہم دینِ نصرت سے متعلقات کی طرف جاتے ہیں لیکن یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ رضائے اِلٰہی کے قیام اور حکومت اِلٰہیہ کے معنوی و ظاہری قیام کی راہیں ہموار کرنے ہی کیلئے انبیا و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے اور انہوں نے پیار و محبت، رحمت و شفقت سے اللہ جل جلالہ کا تعارف کروایا اور قیامِ نصرت فرمایا اور یہ انتہائی ضروری ہوتا ہے کہ اگر کسی کی نصرت یا اس کی حمایت حاصل کرنا ہو تو اس کا تعارف بہترین انداز میں کروانا چاہیے اس لئے انبیا و رسل علیہم السلام مظاہر اِلٰہی بن کر آئے اور انہوں نے اپنی ذات کے حوالے سے ذات واجب الوجود کا تعارف کروایا اور اس کیلئے انہوں نے بشارت و نذارت کا قیام فرمایا

اِنذار

دوستو!......عربی میں ایک لفظ ہے''اِنذار'' جس کے معنی عموماً ڈرانے کے لئے جاتے ہیں مگر اِنذار کے معنی عام خوف کے نہیں ہیں کیونکہ خوف بھی عربی زبان کا لفظ ہے جو عام خوف کے معنی ہی میں استعمال ہوتا ہے اِنذار تعارف کی وجہ سے پیدا ہونے والا خوف ہوتا ہے کیونکہ بعض خوف ایسے ہوتے ہیں جو تعارف کے بعد ختم ہوجاتے ہیں جیسا کہ انسان اندھیرے میں کسی ڈراؤنی چیز کو دیکھتا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے یہ تو اس کی اپنی بھینس ہے تو اس کا خوف ختم ہوجاتا ہے مگر ایک خوف ایسا بھی ہوتا ہے جو تعارف کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً ایک سب انسپکٹر مری میں ایک پکٹ پر کھڑا ہے اور آنے والوں سے بھتہ لے رہا ہے کہ اچانک ایک گاڑی اس کے پاس آ کر رکتی ہے وہ اس کے قریب جاتا ہے اور اپنا بھتہ مانگتا ہے اس گاڑی کا مالک کہتا ہے بھائی تم کسی اور سے وصول کر لینا ہم غریبوں کو کچھ نہ کہو مگر وہ سب انسپکٹر دھونس دکھاتا ہے تو اس گاڑی کا ڈرائیور کہتا ہے میاں تم یہ بھی جانتے ہو کہ پیچھے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صاحب جو تم سے کہہ رہے ہیں کہ ہم غریبوں کو چھوڑ دو یہ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے جو بھی ہیں ہم اپنا بھتہ معاف نہیں کر سکتے

ڈرائیور کہتا ہے یہ تمہارے ڈی آئی جی صاحب ہیں۔ یہ سنتے ہی سب انسپکٹر صاحب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں اور خوف سے کانپنے لگتا ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے سامنے موجود شخصیت کو جانتا پہچانتا نہیں تھا لیکن جب تعارف ہوا اس کا ایک ایسا پہلو اس کے سامنے آیا جس کی وجہ سے خوف طاری ہوگیا یہ خوف جو پہچان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اسے عربی میں''اِنذار'' کہا جاتا ہے

اور اس کے فاعل کو عربی میں ''نذیر'' کہتے ہیں۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے واحد اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ایسا تعارف کروانے آئے تھے کیونکہ لوگ اسے نہ جانتے تھے اور اس نہ جاننے کی وجہ سے وہ اس کی نافرمانیاں کر رہے تھے اور کفر و طغیانی میں مصروف تھے اس لئے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا ''انذر عشيرتك'' یعنی اپنے تعلق داروں کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا تعارف کروا کر خوف پیدا کریں یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ ''عشيـرتك'' سے مراد خاندان نہیں تھا بلکہ انسان کی جو تعلق داری ہوتی ہے وہ ''دس قسم'' کی ہوتی ہے اور عربی میں دس کو عشرہ کہتے ہیں اور یہ لفظ ''عشیر'' بھی اسی سے نکلا ہوا ہے اس لئے اس سے مراد خاندان نہیں بلکہ ہر قسمی قریبی تعلق دار ہیں

دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ انذار سے مراد بذریعہ تعارف خوف پیدا کرنے کو کہا جاتا ہے نذیر کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو آگاہ کرے کہ وہ جو برے کام کر رہے ہیں یہ کتنی بڑی ذات کی نافرمانی ہے؟ لوگ جس ذات کو فراموش کئے ہوئے ہیں وہ کتنی بڑی ذات ہے؟ لوگ جس ذات کا کوئی حق نہیں سمجھتے وہ کتنی عظیم ذات ہے؟ اسی طرح ہر وہ پہلو بیان کرنا ہوتا ہے کہ جس سے ذات کا تعارف بھی ہو جائے اور اس کی عظمت و جلالت کی پہچان کی وجہ سے ایک خوف بھی پیدا ہو جائے

دوستو!...... سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نذیر کے ساتھ بشیر بھی تھے ''بشارت'' کی تعریف یہ ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ملنے والے معاوضہ یا ریٹرن (Return) سے آگاہ کرنا ''بشارت'' ہوتی ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ صرف اچھے یا خوش کرنے والے ریٹرن (Return) کو بشارت کہا جائے بلکہ اچھا یا برا جو بھی ریٹرن (Return) ہو اس کی خبر دینے کو بشارت کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں جہاں

☆ ''و بشر الصابرین '' فرمایا گیا ہے کہ صابرین کو بشارت دو وہاں ظالمین کے بارے میں فرمایا گیا ☆ ''و بشرھم بعذاب الیم'' یعنی انہیں الم ناک عذاب کی بشارت دیں۔ ثابت ہوا کہ بشارت صرف خوشخبری کو نہیں کہتے بلکہ ایک بشارت بدخبری بھی ہوسکتی ہے کیونکہ بشارت کہتے ہیں عمل کے متبادل ملنے والے ریٹرن (Return) کو اور یہی طریقہ تبلیغ وعرفان ہے کہ ہر انسان کو اس کے اعمال کی جزا و سزا سے بھی آگاہ کیا جائے اور نافرمانی کی اہمیت کو بیان کیا جائے تاکہ ایک طرف تو انسان یہ سوچے کہ وہ کس محسن وشفیق ومہربان ذات کی نافرمانی کر رہا ہے تو دوسری طرف اسے یہ بھی معلوم ہو کہ یہ نافرمانی یونہی ہضم بھی نہیں ہو گی

دوستو!......اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا مقصد تخلیق اسے رضائے اِلٰہی پر برضا و رغبت چلانا ہے اور اس انسان پر ظاہراً اور باطناً حکومت اِلٰہی کا نفاذ کروانا ہے

کیونکہ جب اس کی رضا نافذ ہو جاتی ہے تو اسی کا قانون نافذ ہو جاتا ہے اور جب قانون نافذ ہو جاتا ہے تو اس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے جو ایک جسم وفرد سے لے کر پوری انسانیت وکائنات تک نافذ ہوتی ہے اسی مقصد کیلئے انبیا ورسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا تھا جو بشارت ونذارت کی بنیاد پر عرفان نفس کروائیں اور انسان کو رضائے اِلٰہی سے آگاہ کر کے اس پر چلائیں مگر کسی کو مجبور نہ کریں اپنے تصرفات کو استعمال فرماتے ہوئے کسی سے جبری مشقت دین واطاعت نہ لیں ہاں جب اپنی صداقت کے ثبوت کیلئے ضرورت ہو تو پھر مردوں کو زندہ کر کے دکھا دیں، ڈوبتے سورج کو روک لیں، چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں، درختوں سے اور جانوروں سے کلمہ پڑھوا کر دکھا دیں، درختوں اور جانوروں سے اپنا سجدہ کروا کر دکھا دیں

تا کہ کوئی انکار کرے تو عمداً کرے سہواً نہ کرے یا بوجہ جہالت نہ کرے

دوستو! ......انبیا ورسل علیہم السلام کا دائرہ تبلیغ کافی بڑا ہوتا تھا اس لئے انہیں اپنے مشن و مقصد کیلئے ناصرین کی ایک ٹیم تشکیل دینا پڑتی تھی تا کہ یہ تبلیغ کا کام فرد کی بجائے ٹیم ورک (Team Work) بن جائے اور زیادہ سے زیادہ دائرۂ بشر تک کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ بات پہنچائی جا سکے

مشن اور رویے

دوستو! ......بات مشن کی چل رہی ہے اس لئے یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جب کوئی مشن و مقصدِ حق سامنے آتا ہے تو اس دور کے لوگوں کے اس کے ساتھ کئی طرح کے رویے ہوتے ہیں اس میں بنیادی طور پر تین رویے ہوتے ہیں یعنی اس دور کے لوگ تین حصوں میں منقسم ہو جاتے ہیں

( ) حامی وحمایت کرنے والے...... ( ) مخالفین...... ( ) لاتعلق واجنبی

مشن و مقصد کے ظہور سے پہلے سارے لوگ اجنبی ہوتے ہیں لیکن مشن شروع ہوتا ہے تو اس کے بعد انہی کے دو دھڑے بن جاتے ہیں یعنی ایک دھڑا مخالفین کا ہوتا ہے تو دوسرا حمایت کرنے والوں کا، اسی طرح اگر مشن جاری رہے تو اجنبی لوگوں کی تعداد کم ہوتی چلی جاتی ہے اور مخالفین وحامیین کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے

دوستو! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وقت اور حالات کے پیشِ نظر مخالفین ومعاونین کے دھڑوں میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس دوران کئی مخالف معاون بن جاتے ہیں اور کئی معاون مخالف بھی ہو جاتے ہیں

ان دھڑوں کے علاوہ بھی کئی دھڑے پیدا ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ ان میں ایک

دھڑا ایسا بھی ہوتا ہے جو مشن کی حقانیت وصداقت کا اقرار کرتا ہے اور اس کی دلی ہمدردیاں مشن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں مگر وہ مشن کے امور میں معاونت نہیں کرتے

دوستو!......بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشن کے ساتھ مخلص لوگ مشن کی مخالفت کے دباؤ میں ہوتے ہیں اور انہیں مشن کو بچانے کیلیئے اپنی ذات و وسائل کی حفاظت کرنا بڑا ضروری ہوتا ہے تو ایسے لوگ تقیہ کرتے ہیں لیکن تقیہ اس وقت جائز مانا جاتا ہے جب تک مشن و مقصد کو ان کی جان کی اشد ضرورت ہو یا ان کے مقصد و مشن کو ان کے تقیہ سے کوئی نقصان نہ پہنچ رہا ہو، ہاں جب مشن کو ان کی جان کی ضرورت نہ ہوتو پھر تقیہ جائز نہیں ہوتا جیسا کہ کربلا کے میدان کو سامنے رکھ کر دیکھیں کہ کتنے لوگ تھے جو تقیہ کرتے ہوئے لشکر شام کے ساتھ کوفہ سے آئے اور شب عاشور تک انتظار میں رہے کہ کوئی مثبت فیصلہ کروانے میں وہ کوئی کردار ادا کرسکیں مگر جب انہیں پتہ چل گیا کہ اب وہ کوئی مثبت کردار ادا نہیں کرسکتے تو وہ لشکر شام و کوفہ کو چھوڑ کر فوراً کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اور ان کے مشن و مقصد پر جان بھی نچھاور کردی

اسی طرح مشن و انقلاب کی مسلسل کامیابی دیکھ کر یا عوامی رجحان دیکھ کر بعض مخالفین بھی اپنے آپ کو اہل مقصد و مشن میں کیموفلاج (Camouflage) کر لیتے ہیں یعنی صرف اہلِ مشن کا روپ دھار لیتے ہیں انہیں منافقین کہا جاتا ہے جو کافر سے بھی بدتر ہوتے ہیں جیسا کہ فتح مکہ کے وقت بہت سے کفار فطرت لوگ ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر منافقین کی لسٹ میں شامل ہوئے تھے

یہ ساری تفصیلات بصورت اجمال میں اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ ہمیں اس آئینے

میں اپنا عکس دیکھنا چاہیے اگر ہمارا کردار مثبت ہے تو ہم شکر ادا کریں اور اگر منفی ہے تو پھر اپنا کردار درست کرنے کی کوشش کریں

اور ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری تحریک عالم گیر ہے کیونکہ یہ خلیفتہ ٗ بلا فصل کی تحریک نہیں خلیفۃ الرحمٰن کی تحریک ہے جیسا کہ ہم زیارت میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو اسی لقب سے خطاب کرتے ہیں اس دور میں بعض لوگ اس تحریک کو خلافت علیٰ منھاج النبوت کی تحریک سمجھتے ہیں مگر ہماری نظر میں یہ خلافت علیٰ منھاج النبوت کی تحریک نہیں ہے خلافت علیٰ منھاج الربوبیت کی تحریک ہے اس لئے اس تحریک میں شامل افراد اور کارکنوں کا معیار سب سے اونچا ہونا لازم ہے کیونکہ یہ عالمگیر انقلاب کی تحریک ہے

دوستو!......علمِ انقلابیات کا مسلمہ ہے کہ مشن اپنی کلی کامیابی سے پہلے اور کامیابی کے بعد بھی خطرات میں گھرا رہتا ہے مگر بعض ایسے مواقع آتے ہیں جو مشن کی کشتی کیلئے طوفانی لمحات ہوتے ہیں [جس کی مثال واقعۂ کربلا ہے] تو ایسے لمحات میں اس مشن سے متعلق افراد کے رویوں کی کئی تصاویر مزید بنتی ہیں یعنی اس دور کے افراد کے کئی دھڑے بنتے ہیں جن کے درمیان تمیز کرنے کیلئے عربی میں کئی الفاظ ستعمال ہوتے ہیں

(1) ناصر

عملی طور پر نصرت کرنے والے افراد ہوتے ہیں

(2) مخالف

زبانی و دلی مخالفت کرنے والے

www.khrooj.com

(3) عدو

علمی طور پر دشمنی پر مبنی قدم اٹھانے والے کھلے دشمن ☆ اَهْلِكْ كُلَّ مَنْ عَادَاهُ اے اللہ ان سارے بد بخت دشمنوں کو ہلاک فرما دینی طور پر اور دنیاوی طور پر بھی

(4) حارب یا قاتل

باضابطہ جنگ کرنے والے یا شہید کرنے والے ۔ ان لوگوں کے ملعون ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں ہے

(5) جاحد

انکار کرنے والا ......جحود کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے

☆الجحود نفی مافی القلب إثباته وإثبات مافی القلب نفیه

جس کے ہونے کا دل کو یقین ہو اس کی نفی کرنے والا اور جس کے نہ ہونے کا دل کو یقین ہو اس کا اثبات کرنے والا کیونکہ اس میں کسی کو شک ہی نہیں ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف امام مفترض الاطاعت ہیں اور ان کا حق عظیم سب کیلئے مسلمہ ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص زبانی طور پر یا عملی طور پر ان کا انکار کرتا ہے تو وہ جاحد ہوتا ہے اسی لئے زیارت میں کہا جاتا ہے

☆وَاَنْ تَلْعَنَ مَنَ جَحَدَ حَقَّ ......اے اللہ تو ہر جحود کرنے والے پر لعنت فرما

(6) کائد

مقصد میں ناکام کرنے کیلئے چال چلنے والے کو کائد کہتے ہیں ''کید'' دھوکے کی ایک قسم ہے دھوکہ دینے والے دھوکہ اور فریب کی نیت سے ساتھ دینے والے یا ساتھ

دینے کا وعدہ کرنے والے کائد کہلاتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

☆اللھُمَّ اکْفِہٖ بَغْیَ الحَاسِدِیْنَ وَ اَعِذّہُ مِنْ شَرِّ الْکَائِدِیْنَ

اے اللہ حاسدین کے مقابلہ میں تو ان کیلئے کافی ہو جا اورانہیں فریب کاروں کے شر سے بچا

(7) ساخط

سخط کہتے ہیں اس غصے اور اشتعال کو جو عقوبت دینے پر آمادہ کردے جیسا کہ لغت میں سخط کی یہی تعریف ہوئی ہے ☆السخط...... اَلغَضَبُ الشَّدِیدُ المُقتَضِی لِلعُقُوبَۃِ اسی طرح مشن کے بانی کے اقدام کو ناپسند کرنے والے یا اس سے ناراض لوگ، جو ترکِ مشن سے بانئ مقصد کو اذیت دینا چاہیے ہیں وہ بھی ساخطین میں شامل ہو جاتے ہیں ساخطین پر لعنت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ہم امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی زیارت میں ان کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ☆واَسْخَطَكَ واَسْخَطَ نبیّكَ ......اسی طرح ایک اور مقام پر ہے ☆سخطك سخط الله یعنی آپ سے ناراضگی اور آپ کو ناپسند کرنا آپ کو اذیت دینا گویا اللہ جل جلالہ پر مشتعل ہوکر اسے اذیت دینے کے برابر ہے یعنی جو اللہ جل جلالہ سے یہ رویہ رکھتا ہے وہ تو لعنتی ہی ہے

(8) ظالم

جو مقصد و مشن کی اہمیت کو کم سمجھنے والے یا مشن پر کسی دوسری چیز کو ترجیح دینے والے ان لوگوں کے بارے میں زیارت میں فرمایا گیا ہے

☆ لَعَنَ اللّٰہُ اُمَّۃً ظَلَمَتْكَ مفاتیح الجنان ص429،ص430

اللہ جل جلالہ کی لعنت ہو اس امت پر جس نے آپ پر ظلم کیا ...... کیونکہ ظلم کی تعریف یہی

ہے☆وضع الشی علیٰ غیر محلہٖ......یعنی کسی شے کو اس کے مقام و مرتبہ سے اوپر یا نیچے رکھنا ظلم ہوتا ہے

(9) خاذل

یعنی مشن سے دلی ہمدردیاں رکھنے کے باوجود ساتھ نہ دینے والے یا چھوڑ جانے والے اسی لئے زیارات میں فرمایا گیا ہے

☆اَشْهَدُ اَنَّ الَّذِيْنَ خَالَفُوْكَ وحَارَبُوْكَ وَالَّذِيْنَ خَذَلُوْكَ والَّذِيْنَ قَتَلُوْكَ مَلْعُوْنُوْنَ عَلىٰ لِسَانِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ

یعنی جن لوگوں نے آپ کی مخالفت کی ہے یا جن لوگوں نے آپ کے خلاف جنگ کی ہے یا جو لوگ دلی ہمدردیوں کے باوجود آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے یا جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا تھا وہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ملعون قرار پائے ہیں اور ان پر اللہ جل جلالہٗ اور اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت ہے خاذل کے بارے میں ارشاد ہے☆الخاذل اخو القاتل ......یعنی خاذل قاتل کا بھائی ہے

(10) حائل

جو لوگ مشن و مقصد اور وسائل عمومی کے درمیان روکاٹ پیدا کرنے والے ہوں وہ بھی دشمن ہی ہوتے ہیں اور ان پر اللہ جل جلالہٗ کی لعنت ہوتی ہے جیسا کہ ہم زیارات میں پڑھتے ہیں ......☆لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ حَالَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ مَآءِ الْفُرَاتِ

یعنی کربلا میں وسائل حیات میں سے ایک وسیلہ پانی بھی تھا مگر ظالمین نے ان وسائل کے حصول کیلئے رکاوٹ ڈالی تو ان پر لعنت صادر فرما دی گئی تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ جو مشن حق کے اور وسائل ترویج و حیات کے مابین رکاوٹ بنتا ہے وہ

لعنتی ہوتا ہے

(11) قاعد

جو مشن و مقصد کے بانی کے اعلانِ نصرت کو سننے کے باوجود گھر بیٹھ جائیں یا ان کے ساتھ نصرت کیلئے نکل کھڑے نہ ہوں وہ قاعد شمار ہوتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے ☆نافق من قعد عن نصرتك ......یعنی منافق ہے وہ شخص جو آپ کی نصرت سے دست کش ہو کر بیٹھ جاتا ہے

اسی طرح وہ لوگ بھی قاعدین میں شمار ہوتے ہیں جو مقصد کے بانی کے استغاثہ کو سن کر لبیک نہ کہیں اور گھر بیٹھ جانے والے لوگ بھی دشمنوں میں شامل شمار ہوتے ہیں جیسا کہ زیارت میں ہے ☆ومَمَّنْ سَمِعَ صَوْتَكَ ولَمْ يُعْنِكَ ......مفاتیح الجنان

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی اس شخص پر لعنت ہو جس نے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی اور لبیک نہ کہا

اسی طرح ابن حر جعفی سے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہم نے جد اطہر علیہ الصلوات والسلام سے یہ فرمان سنا ہے کہ جو شخص ہمارے اہل بیت علیہم الصلوات والسلام کی صدائے استغاثہ و نصرت سنے اور اس کے باوجود نصرت نہ کرے وہ ملعون ہے اور اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا

(12) اجنبی

غیر جانب دار بن جانے والے لوگ

☆لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ جَهِلَ حَقَّكَ ......یعنی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی لعنت ہو ایسے افراد پر جو آپ کے حق عظیم سے لاعلم ہوں

(13) راضی

مشن کے نقصان پر افسوس نہ کرنے والے ظلم پر راضی شمار ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا ہے ☆ الراضی كالشريك ......یعنی جو کسی بات پر راضی ہے یا کسی ظلم پر اظہار افسوس نہیں کرتا وہ اس ظلم کرنے والے ظالمین کے ساتھ ظلم میں شریک ہے اس لئے حق کے نقصان پر راضی بھی ملعون ہی ہوتا ہے اسی طرح احادیث میں ہے کہ ایک مومن مغرب میں قتل ہوتا ہے اور مشرق میں بیٹھا ہوا ایک شخص اس کے قتل کا سن کر افسوس نہیں کرتا تو ہم کل میدان قیامت میں اس مقتول کے قاتلوں کے ساتھ اسے محشور فرمائیں گے اسی لئے ہم زیارت میں یہ بھی پڑھتے ہیں کہ

☆ وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذَالِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ ......مفاتیح الجنان ص429،ص430

اللہ جل جلالہ کی اس امت پر لعنت ہو جس نے آپ کی شہادت ونقصان کا واقعہ سنا اور اس پر راضی ہو گئے اور اسے برداشت کرلیا اور اس پر افسوس نہ کیا

(14) مرتد

ارتداد رد کرنے سے ہے جو پہلے دین یا مقصد کی حقانیت کو قبول کرتا ہے اس کے بعد وہ اسے رد کر دیتا ہے وہ مرتد ہوتا ہے علمائے اعلام نے ارتداد کی یہی تعریف کی ہے

☆وَهُوَ الرُّجُوعُ مِنَ الِاسلَامِ اِلَى الكُفرِ ...... یعنی اسلام کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانا ارتداد ہوتا ہے کلام اِلٰہی میں یہی فرمایا گیا ہے

(☆یا ایها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه) ...... شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں ارشاد ہے کہ

☆يَرتَدُّ اَكثَرُ قَائِلِينَ بِاِمَامَتِهِ ......یعنی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی امامت کے

قائل افراد میں سے بھی اکثر مرتد ہو جائیں گے

(15) غافل

جو شخص سب کچھ جانتے ہوئے بھی تعمیل امر یا نصرت کے معاملے میں غفلت کرتا ہے

(16) ناسی

مشن کو بھول جانے والے

☆ نسی :اَلنِّسیَانُ تَركُ الِانسَانِ ضَبطُ مَا ستَودَعَ اِمَّا لِضَعفِ قَلبِهِ، وَاِمَّا عَن غَفلَتَهِ وَاِمّا عَن قَصدٍ حَتَّی یَنحَذفَ عَنِ القَلبِ ذِکرهُ

نسیان کی تعریف یہ ہے کہ انسان جو ودیعت ہو اسے بھول جائے چاہے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے یا عمداً اسے فراموش کر دے اور اللہ ﷻ نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے

☆اَلمُنٰفِقُونَ وَ المُنَفِقٰتُ بَعضُهُم مِّن م بَعضٍ یَامُرُونَ بِالمُنکَرِ وَ یَنهَونَ عَنِ المَعرُوفِ وَ یَقبِضُونَ اَیدِیَهُم نَسُو اللَّهَ فَنَسِیَهُم اِنَّ المُنٰفِقِینَ هُمُ الفٰسِقُونَ......(سورہ توبہ آیہ67)

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں، وہ برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، وہ اللہ ﷻ کو بھول گئے پس اس نے بھی ان کو بھلا دیا، یقیناً منافق لوگ ہی بدکار ہیں

☆وَلَا تَکُونُوا کَالَّذِینَ نَسوا اللَّه فَاَنسهُم اَنفُسَهُم اُولئِكَ هُمُ الفٰسِقُونَ

سورہ حشر کی آیہ 19 میں ہے کہ......اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ ﷻ کو بھلا دیا پس اُس نے انہیں اپنے نفسوں سے غافل کر دیا یہ لوگ ہی فاسق ہیں

دوستو! ...... یہاں یہ بات ہمارے لئے بھی ایک درس ہے کہ جہاں سارے وسائل ساتھ چھوڑ جائیں وہاں اور نہیں تو مقصد و تکمیل مقصد کی دعا واجب ہو جاتی ہے

یہ بات یاد رہے کہ جب تک وسائل ساتھ دیں اس وقت تک دعا کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ جب آپ کے کچن میں آٹے کا ڈرم رکھا ہو اور بچے بھوک کی شکایت کریں تو وہاں دعا کا مقام نہیں ہوتا بلکہ کام کا مقام ہوتا ہے یعنی کچن میں جاؤ اور کھانا تیار کر کے بچوں کو دے دو دعا کرنے سے بھوک دور نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کھانے کو گھر میں کچھ بھی موجود نہیں اور بچے فاقہ کی شکایت کرتے ہیں اور سارے وسائل ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو اب دعا کریں تا کہ خالق کوئی وسیلہ بنا دے

اسی طرح دعا کا تعلق ماورائے وسائل معاملات سے ہوتا ہے

اسی لئے شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے نماز شب میں تکمیل مقصد و مشن کیلئے دعا فرمانے کی تاکید فرمائی

دوستو! ...... ہم لاشعوری طور پر یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ہمیں یاد ضرور رکھئے گا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے مقصد کو یاد رکھئے گا جیسا کہ ایک آدمی کسی وزیر یا وزیر اعظم کے پاس جاتا ہے اور اس سے کوئی کام کرنے کو کہتا ہے۔ وہ جواباً کہتا ہے کہ جب میں اسلام آباد جاؤں گا تو یہ کام کروا دوں گا یا کر دوں گا۔

یہ بات ہو جاتی ہے

جب کام کروانے والا شخص آخری دفعہ ہاتھ ملاتا ہے تو پھر یاد دہانی (ریمائنڈ) Remind کروانے کیلئے کہتا ہے "جناب مجھے یاد ضرور رکھئے گا کہیں آپ ہمیں بھلا نہ

دیں‘‘اس یاد رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے جو کام ذمہ لگایا ہے اسے یاد رکھنا اور اسے پورا کرنا یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ وہاں بس ہماری یاد میں ہمارے نام کی مالا جپتے رہیے گا بلکہ یاد رکھنے کا مقصد مفادات و مقاصد کو یاد رکھنا ہوتا ہے یعنی جب کوئی غرض مند یاد رکھنے کی تاکید کرے یا کوئی صاحب مشن یاد رکھنے کی تاکید کرے تو مراد اس کے کام اور مشن کو یاد رکھنا ہوتا ہے نہ اس کی ذات کو

دوستو!......قرآن پاک کی آیت ہے جس کے ہزاروں لاکھوں اسرار و مفاہیم ہیں اور ان میں سے بہت سے بیان بھی ہوتے رہے ہیں آج ہم اسے انقلابات کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اس کی ایک اور صورت نظر آتی ہے ارشاد قدرت ہے

☆فاذکرونی اذکرکم ......اللہ جل جلالہ فرماتا ہے تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا یہاں بھی اس کلیہ کو اپلائی (Apply) کریں یعنی جو شخص اِلٰہی مشن و مقصد کی تکمیل میں مصروف ہوتا ہے خالق اس کے مقصد حیات میں اس کی نصرت فرماتا ہے جیسا کہ سورہ محمدؐ آیہ 7 میں ارشاد رب العزت ہے

☆يَا يُّها الَّذِينَ اٰمَنُوآ اِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُركُم وَ يُثَبِّتُ اَقدَامَكُ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ جل جلالہ کی نصرت کرو گے تو وہ تمہاری نصرت کرے گا اور وہ تمہارے اقدام کو ثبات عطا فرمائے گا

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو وہ تمہیں جہاد بالنفس، جہاد بالسیف اور جہاد بالتصرف میں ثابت قدم رکھے گا دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے مقصد اعلیٰ کے حصول کیلئے جو بھی اقدام اٹھاؤ گے خالق انہیں ثبات و دوام عطا فرمائے گا

دوستو!......شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے آخری وداع کے وقت اپنے مقصد

www.khrooj.com

عظمیٰ میں برابر کی شریک بہن صلوات اللہ علیہا سے وصیت میں فرمایا تھا ''آپ ہمیں نماز شب میں کبھی فراموش نہ فرمائیں'' کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی نمازِ تہجد [نمازِ شب] میں یا ہمیشہ ہمیں یادرکھیں کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ نماز تہجد میں جیسے چالیس مومنین کی بخشش کی دعا کی جاتی ہے ان چالیس میں ہمارا نام بھی شامل رکھئے گا؟ کیا شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دعائے بخشش کیلئے یادرکھنے کی وصیت فرمائی تھی؟ ایسا نہیں بلکہ انہوں نے اپنے مشن اور مقصد کی تکمیل کیلئے دعا فرمانے کی تاکید ووصیت فرمائی تھی نہ کہ اپنی بخشش کیلئے

تمام مومنین اور قارئین سے التماس ہے کہ ہمہ اوقات دعا فرمانویں کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جس مقصد کے تحت اپنا سب کچھ قربان کیا تھا ان کا وہ مقصد جلد از جلد پورا ہو یعنی شہنشاہِ زمانہ کا ظہور فوراً سے بھی پہلے ہوتا کہ یہ گھر اطہر ابد تک کیلئے آباد و شاد ہو۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب دوم

نصرتِ اِلٰہی

اے حاملین جذبۂ نصرت!

قرآن مقدس ومکرم میں اللہ ﷻ نے متعدد مرتبہ اپنے لئے نصرت طلب کی ہے اور مومنین سے استغاثہ فرمایا ہے کہ تم میری نصرت کرو جیسا کہ ارشادِ قدیر بزبان بشیر و نذیر ہے کہ

☆یَا یُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُونُوا اَنصَارَ اللّٰہِ...... (سورہ الصّف آیہ 14)

اے صاحبانِ ایمان! تم اللہ ﷻ کی نصرت کرنے والے بن جاؤ اس کے انصار ہو جاؤ

اس آیت میں ایک لفظ ایسا ہے جو بہت بڑے مغالطہ کو جنم دیتا ہے یعنی اللہ ﷻ نے جو فرمایا ہے ''کونوا'' [ہو جاؤ] جو کن کی جمع ہے اور اللہ ﷻ جب کن فرماتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتا ہے اور کسی کو کسی چیز کا اختیار رہتا ہی نہیں بلکہ وہ امر جبری نافذ ہو جاتا ہے لیکن یہاں تو اس کے حکم کے بعد بھی بہت سے ایمان والے نصرت نہیں کرتے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

دوستو! اصل بات یہ ہے کہ عرفانیات میں ''حکمِ کن'' کی چار قسمیں مانی جاتی ہیں

(i)حکم امری (ii)حکم خلقی (iii)حکم کونی (iv)حکم تشریعی ......یعنی اللہ جل جلالہ کلام الٰہی میں چار اقسام کے ''کن'' ارشاد فرماتا ہے ان میں حکم کن امری وہ ہوتا ہے جس کے بعد نہ ہی کوئی وقفہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کو کوئی اختیار رہتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆فَإِذَا قَضَى أَمراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ

یعنی جب وہ کسی امر کو طے فرمالیتا ہے تو فرماتا ہے کن [ہوجا] تو وہ فوراً ہوجاتا ہے اس میں فیکون میں جو ''ف'' ہے یہ ہمیشہ بلاتوقف کیلئے آتی ہے یعنی جب بھی ''کن'' کہا جاتا ہے اس میں کوئی وقفہ ہوتا ہی نہیں کیونکہ جب ''کونوا'' یا ''کن'' امری قوتِ نفاذ کے ساتھ ادا ہوجائے تو کائنات کی کوئی طاقت اسے نافذ ہونے سے نہیں روک سکتی اور جب اللہ جل جلالہ ''کن'' فرمادیتا ہے تو وہ ہوکر ہی رہتا ہے اور اگر یہاں بھی اسی انداز میں ''کونوا'' کہا جاتا تو یہاں بھی ایسا ہی عمل ہوتا اور ہر ایمان والا اللہ جل جلالہ کے انصار میں سے ہوجاتا اور اگر یہ ایمان والوں سے باہر بھی عمومی و مطلق تخاطب ہوتا تو ابلیس بھی انصار میں کھڑا ہوتا کوئی بھی اس کے حکم کے بعد نافرمانی کی طاقت ہی نہ رکھتا۔ یہ بات یاد رہے کہ اس میں لفظ ''کن'' کی تخصیص بھی نہیں ہے بلکہ جس لفظ میں بھی قوت امر جاری فرمادی جاتی ہے وہ جبراً وقہراً نافذ ہوجاتا ہے اگر اللہ جل جلالہ سجدہ آدم علیہ السلام کے وقت قوت امر جاری فرماتے ہوئے ''اسجدوا'' فرمادیتا تو ابلیس کا باپ بھی جھک جاتا کیونکہ قوت امر کے نفاذ کے بعد کسی کے پاس کوئی اختیار رہتا ہی نہیں ہے

( )حکم خلقی ہے تو اس میں بھی کن یا حکم کے صیغوں میں کئی الفاظ لائے جاتے ہیں لیکن اس میں فوری کچھ نہیں ہوتا بلکہ اس میں فرمایا جاتا ہے☆کل امر مرھون الی اوقاتھا

سارے کام اپنے وقت کے رہن رکھ دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنے اپنے وقتوں میں پورے ہوتے ہیں جیسے زمین میں رکھے ہوئے پودوں کے بیج ازل کے ایک ہی حکم سے نموبھی پا رہے ہیں اور اپنے اپنے موسموں پر پھوٹتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ انہیں ہر سال پھر حکم کن دیا جاتا ہے بلکہ انہیں کے اندر ''کن'' کے ذریعے ہمیشہ کیلئے لائف ٹائم(Life time) کا پورا پروگرام فیڈ(Feed) کر دیا جاتا ہے کہ جب یہ شرائط پورے ہو جائیں، یہ ٹمپریچر یا موسم وغیرہ ہو جائے تو یہ کام ہوتے رہنا ہے

() حکم کونی ......کن کی یہ قسم آٹو ٹائم ورک فیڈنگ (Auto Time Work feeding) ہوتی ہے جیسے ٹائم بم(Time Bomb) پر ٹائم فکس(Fix) کر کے آن کر دیا جاتا ہے یا گھڑی پر الارم لگا دیا جاتا ہے کہ جب یہ وقت ہو تو پھر یہ کام پورے ہو جائیں تو بعینہٖ اسی طرح کسی روح کا اس دنیا میں آنا اور موت کا آنا یہ سب کام حکم کونی کے ماتحت ہوتے ہیں مگر ان میں ٹائم کی شرط ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان امور کے واقع ہونے میں بدا بھی واقع ہوسکتا ہے یعنی خالق چاہے تو اس ٹائم کو بدل بھی سکتا ہے

() حکم تشریعی ......اس میں خالق اپنی مرضی کا اظہار فرماتا ہے تاکہ وہ ہدایت کے فرض سے سبکدوش ہو جائے کیونکہ جب اس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے تو ان کی ہدایت فرمانا بھی اس کا فریضہ ہے اور اس نے اپنی ذات پر رحمت کو واجب فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے بارے میں ارشاد ہے☆وکتب علیکم الصیام یعنی تم پر روزے فرض وواجب ہیں اسی طرح اس نے یہ بھی فرمایا ہے☆وکتب علی نفسه الرحمه کہ اس کی ذات نے اپنے اوپر رحمت فرض وواجب کر دی ہے اس میں کوئی جبر نہیں

ہوتا کیونکہ فرمایا گیا ہے ☆لا اکراہ فی الدین ......یعنی دین میں جبر نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنے احکام بیان بھی فرماتا ہے اور اس میں جبر بھی نہیں ہوتا جس کا جی چاہے وہ اس پر عمل کر کے ماجور ومثاب ہو جائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی پر عمل کر کے اس کے انجام کو خود بھگتے بس اس آیت میں بھی اللہ جل جلالہ نے تشریعاً فرمایا ہے کہ ☆کونوا انصار اللہ ......یعنی ہماری تو یہ خواہش ہے کہ تم اللہ جل جلالہ کے ناصر بن جاؤ آگے تمہاری مرضی

اس حکمِ کن میں اظہار مشیت بھی ہے اور اس میں تکمیل ہدایت بھی ہوتی ہے یعنی انسان کو اللہ جل جلالہ کی مرضی بتا دی جاتی ہے تا کہ اس پر اتمام حجت ہو جائے کل کو کوئی انسان یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں اللہ جل جلالہ کی رضا معلوم ہی نہیں تھی اس لئے ہم نے اپنی مرضی پر عمل کیا تھا

معنی و مفہومِ نصرت

دوستو!...... یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ جو الفاظ و حقائق ہمارے روزمرہ کے معمولات میں داخل ہو جائیں وہ تبادراتی ہو جاتے ہیں اور وہ اجتماعی بے غوری کا شکار ہو جاتے ہیں اور خلاقِ کائنات کا معمول یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ بظاہر معمولی سے معمولی چیز کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اسی میں غور و فکر کر لو تو تمہیں تمہاری ضرورت کے مطابق ہدایت کا رزق مل جائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا رات پر غور کرو، دن پر غور کرو، پہاڑوں پر غور کرو، اونٹ پر غور کرو، چیونٹی پر غور کرو، اسی طرح لاتعداد چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی انسان بہت سی چیزوں کو روزانہ دیکھتا ہے، بہت سی باتوں کو سنتا ہے، بہت سے کام کرتا ہے مگر ان

کے بارے میں غور نہیں کرتا اسی طرح انسان پوری زندگی مدد مانگتا، مدد کرتا اور مدد لیتا رہتا ہے اس لئے وہ کبھی بھی مدد کے بارے میں غور نہیں کرتا کہ مدد کی کتنی اقسام ہوتی ہیں مدد کے کتنے طریقے ہوتے ہیں اور مدد کی اقسام کے مطابق کتنے الفاظ انسان استعمال کرتا ہے کیونکہ ہمارا موضوع گفتگو بھی نصرت ہے جس کا متبادل اردو میں لفظ مدد ہے اس لئے میں اس لفظ کے بارے میں قدرے تفصیل سے عرض کرنا چاہوں گا

دوستو!......عربی زبان ہو یا انگلش اس میں مدد کی اقسام کے مطابق الفاظ موجود ہیں کیونکہ یہ اساسی زبانیں مانی جاتی ہیں لیکن اردو زبان اساسی زبان نہیں ہے کیونکہ اس زبان کو مٹی ملی نہیں بلکہ لشکروں کیلئے رابطہ زبان کے طور پر اسے بنایا گیا ہے اس لئے اس میں متبادلات بہت کم ہیں اور اگر ہیں تو وہ انہی اساسی زبانوں سے لے کر داخل کئے گئے ہیں عام طور پر اردو زبان میں مدد کے لفظ سے مدد کے سارے مفاہیم ادا کرنے کا کام لیا جاتا ہے لیکن انگلش وعربی میں ہر قسمی مدد کیلئے ایک علیحدہ لفظ ہوتا ہے مثلاً ہیلپ (Help) ہے، سپورٹ (Support) ہے، اسسٹ (Assist) ہے، ڈونیشن (Donation) ہے، کنٹری بیوشن (Contribution) ہے، کواپریشن (Cooperation) ہے، ایڈ (Aid) ہے، فنڈنگ (Funding) ہے، ......وغیرھم

اسی طرح عربی زبان میں بھی کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں مثلاً مدد، نصرت، معاونت، استعانت وغیرھم ......ان الفاظ کے آپس میں جو اختلافات ہیں میں ان کے بارے میں پہلے ہی کسی خطاب میں تفصیل پیش کر چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا یہاں یہ عرض کر رہا تھا کہ اردو میں تو ''مدد'' کے لفظ سے ہی کام چلا

لیا جاتا ہے لیکن اساسی زبانوں میں ہر قسمی مدد کیلئے جدا جدا نام ہوتے ہیں
دوستو! ...... ''مدد'' کا لفظ بھی عربی ہی کا ہے جو فرد، یا ادارہ اور جماعت کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن ''نصرت'' کا لفظ ہمیشہ **مشن ومقصد کی مدد** کیلئے بولا جاتا ہے
اگر ہم اس کی جامعیت کو بیان کریں تو اس طرح ہوگی کہ کسی بھی مقصد ومشن کیلئے جتنے اقسام کی مدد کی جاسکتی ہے مدد کی وہ ساری اقسام ''نصرت'' کے لفظ میں سمٹ کر آجاتی ہیں اسی لئے اللہ جل جلالہ ایمان والوں سے فرماتا ہے (سورہ محمدؐ آیہ 7)

یَا یُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اِن تَنصُروا اللّٰہَ یَنصُرکُم وَ یُثَبِّتُ اَقدَامَکُم

اے ایمان والو! اگر تم اللہ جل جلالہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا اسی طرح ایک اور مقام پر یقین دلاتے ہوئے فرمایا ہے

وَ لَیَنصُرَنَّ اللّٰہُ مَن یَّنصُرہ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیز...... (سورہ الحج آیہ 40)

اور اللہ جل جلالہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اُس (اللہ) کی مدد کرتا ہے، یقیناً اللہ جل جلالہ بہت زبردست قوت والا ہے
اللہ جل جلالہ نے ہر مرتبہ اپنی نصرت کرنے والے کو اپنی نصرت کا یقین بھی دلایا ہے کہ تو میری نصرت کر میں تیری نصرت کروں گا یعنی تو میرے مشن ومقصد میں میرا ساتھ دے میں تیرے مشن ومقصد کی ضمانت دوں گا
دوستو! ...... یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نصرت مشن کی ہوتی ہے فرد کی نہیں کیونکہ فرد کی مدد ہوتی ہے اور اگر مشن کے حوالے سے ہو تو پھر فرد کی نصرت بھی مشن کی نصرت ہوتی ہے۔ جو آدمی مشن سے مخلص ہوتا ہے وہ مشن سے وابستہ افراد کے

ساتھ اور اس مشن کے جملہ متعلقات سے بھی مخلص ہوتا ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو شخص مشن کا دشمن ہوتا ہے وہ مشن کے متعلقات کا بھی دشمن ہوتا ہے اور وہ ذات کا بھی دشمن ہوتا ہے۔

اب یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ☆اَلنَّاسُ اَعدَاءُ مَاجَهِلُوا ......یعنی لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جس سے وہ جاہل ہوتے ہیں۔اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے جو کسی چیز سے جاہل ہوتا ہے گویا وہ اس کا دشمن بھی ہوتا ہے اسی لئے عرفان امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام واجب ہے کیونکہ جو ان سے جاہل ہے وہ گویا ان کا دشمن ہے اور جو ان کی ذات سے تو آشنا ہے مگر ان کے مشن ومقصد سے ناآشنا ہے وہ بھی ان کا دشمن ہے اور جو ذاتِ حق اور مشن ومقصدِ حق دونوں کا دشمن ہوتا ہے وہ تو کافر ہوتا ہے اور جو مشن اور ذات دونوں کے ساتھ غفلت کا رویہ رکھے یا اس کی اہمیت کو نہ سمجھے تو وہ منافقین میں سے شمار ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے☆نافق من قعد عن نصرتك ......یعنی وہ منافق ہے جو آپ کی نصرت سے دست کش ہو کر بیٹھ جائے

دوستو!...... یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ انسان کا واحد مقصد آرام،سکون، بے خطر اور بے الم ابدی حیات ہے اور وہ بھی عیش وآرام کے ساتھ۔اس لئے ہر وہ انسان جو نصرتِ الٰہی کرتا ہے اسے اس کے مقصد کا حصول ہو جاتا ہے یعنی دنیا میں روحانی سکون ملتا ہے اور آخرت میں ابدی زندگی اور جملہ آلام واذیتوں سے پاک زندگی ملتی ہے

مقام استمداد ونصرت

دوستو!......اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نصرت یا مدد کا مقام کب آتا ہے؟...... بالفاظ دیگر نصرت یا مدد کی ضرورت کب لاحق ہوتی ہے؟

www.khrooj.com

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی 6 قسمیں ہوتی ہیں

(1) احتیاجِ منصور ......یعنی جب مشن چلانے والا یا نصرت طلب کرنے والا ''منصور'' کسی کام میں نصرت کی ضرورت محسوس کرے

اس کی تین قسمیں ہیں (i) احتیاجی (ii) اعزازی (iii) استحقاقی نصرت

(2) احتیاجِ ناصر......یعنی جب کسی مشن میں شمولیت کرنے کی غرض سے ناصر کو نصرت کی ضرورت محسوس ہو

اس کی بھی تین قسمیں ہوتی ہیں (i) احتیاجی (ii) اعزازی (iii) استحقاقی نصرت

دوستو!......کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مشن کو چلانے والے افراد اپنی پوری توانائیاں صرف کرنے کے باوجود اپنے مشن کو مکمل نہیں کر سکتے یا نہیں کر پا رہے ہوتے تو اس وقت انہیں مدد یا نصرت کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ایک انسان ایک مسجد بنانے کا بیڑا اٹھاتا ہے اور اسے اپنا مشن بنا لیتا ہے لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے یہ کام اس اکیلے سے نہیں ہو سکتا اس لئے وہ مدد یا نصرت طلب کرتا ہے یہ پہلی حالت ہے یعنی احتیاجِ منصور

دوسری حالت یہ ہے کہ ایک فرد ایک مسجد بنتی ہوئی دیکھتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ مسجد بنانے والا شخص کسی سے کچھ بھی طلب نہیں کر رہا اور نہ ہی اسے کسی کی مدد کی ضرورت ہے مگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کارِ خیر میں اسے ضرور شامل ہونا چاہیے اور وہ اس طرح مدد یا نصرت کرتا ہے اس میں منصور کو احتیاج نہیں ہے بلکہ ناصر کو نصرت کرنے کی ضرورت ہے ایک تیسری حالت بھی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی مسجد بنا رہا ہے اسے کسی بھی مدد کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص اس کی

مدد کی ضرورت محسوس کرتا ہے مگر وہ صاحب مشن یہ چاہتا ہے کہ اس سعادت سے اس کے دوستوں کو ضرور سرفراز ہونا چاہیے اس لئے وہ اپنے دوستوں سے کہتا ہے بھائی مجھے تمہاری مدد کی حقیقی ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ یہ کام تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ہے یہ ہو جانا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ تبرکاً تم بھی اس میں شرکت کرو اس سے تمہارا فائدہ ہو جائے گا اگر تم نصرت نہیں کرو گے تو بھی یہ کام ہو جانا ہے لیکن تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ گے اس طرح ہم اگر مقام نصرت کا تعین کریں تو وہ بنیادی طور پر تین طرح کا سامنے آتا ہے

(i) احتیاجی نصرت ...... (ii) اعزازی نصرت ...... (iii) استحقاقی نصرت

یعنی جب کوئی فرد یا کسی جماعت کے افراد کسی مشن پر کام کر رہے ہوں لیکن وہ ان سے نہ ہو رہا ہو یا نہ ہو پا رہا ہو تو وہ مدد یا نصرت طلب کریں تو یہ احتیاجی طلب نصرت ہے

اگر کوئی انسان قرآن کریم اٹھائے جا رہا ہے اور اس وقت کوئی دوست آ کر اسے یہ کہتا ہے کہ صاحب یہ قرآن پاک مجھے دیجئے میں آپ کی مدد کر دوں- یہ نصرت احتیاجی نہیں بلکہ اعزازی ہے وہ تبرکاً و تیمناً قرآن کو اٹھانا چاہتا ہے ورنہ جو پہلے اٹھائے جا رہا تھا اسے مدد کی ضرورت نہیں ہے

اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان نے کوئی نوکر رکھا ہوا ہے اور وہ اس سے اپنے امور میں نصرت لیتا رہتا ہے کوئی ادارہ اپنے ملازمین سے کچھ امور میں مدد لیتا رہتا ہے

یہ نصرت نہ ہی اعزازی ہوتی ہے نہ احتیاجی بلکہ یہ استحقاقی نصرت ہے جیسا کہ ایک والد اپنے امور میں اپنے کاموں میں اپنے بیٹوں سے مدد لیتا ہے تو یہ اس کا حق والدیت ہے یہ علیحدہ بات ہے کوئی سعادت مند بیٹا اسے اپنے لئے اعزاز سمجھے مگر یہ

ہے اس کا حق

دوستو! ...... یہ ایک حقیقت ہے کہ نصرت طلب کرنا ثابت نہیں کرتا کہ وہ محتاج نصرت ہے کیونکہ طالب نصرت ہونا اور بات ہے اور محتاج نصرت ہونا اور بات ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کسی سے کہتا ہے کہ تم مجھے سامنے رکھے ہوئے کولر سے پانی تو بھر کر دے دو یا یہ کولر میرے پاس لاکر رکھ دو تو ان دونوں باتوں سے آدمی کا معذور ہونا یا کولر تک جانے سے عاجز ہونا یا پانی لانے کی قوت نہ رکھنا ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کسی کا پانی طلب کرنا اس کے عجز کی دلیل نہیں ہوتا

مثلاً میرے پاس ایک لڑکا کام کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ بیٹے ذرا میرا قلم جو سامنے ٹیبل پر رکھا ہے وہ تو اٹھا کر دے دو۔ کیا کوئی عقل منداس بات سے یہ ثابت کرنا تو کجا سوچ بھی سکتا ہے کہ یہ تو قلم اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا اس لئے کسی بھی ذات کے نصرت طلب کرنے سے اس کے محتاج ہونے پر دلیل نہیں لائی جاسکتی کیونکہ طالب ہونا محتاج ہونے کی دلیل ہوتا ہی نہیں ہے یہ تو عام مثالیں تھیں اگر ہم اس سے آگے جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ کسی کو کوئی ڈیوٹی سپرد کرتا ہے تو اس میں بادشاہ کی محتاجی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس شخص کو ڈیوٹی دے کر اعزاز دینا چاہتا ہے اور اپنے امور میں شامل کر کے اس کی عزت بڑھاتا ہے بلا تشبیہ اسی طرح اللہ جل جلالہ بھی اپنے امور میں مومنین کو شامل فرما کر انہیں اعزاز دینا چاہتا ہے ان کی عزت افزائی فرمانا چاہتا ہے اور یہ استغاثہ نصرت دراصل مومنین کی عزت افزائی کا عمل ہے

نصرت کی فردیں

دوستو! ...... اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ذات واجب الوجود تو کسی کے

سامنے آ نہیں سکتی تو پھر وہ اپنی نصرت کیسے طلب فرماتا ہے یعنی اس کے استغاثۂ نصرت کو مومنین تک پہنچانے کا ذریعہ و وسیلہ کیا ہے؟ کیا جب وہ نصرت طلب کرتا ہے تو عام مومن کے پاس وحی فرماتا ہے یا الہام و القا کیا جاتا ہے یا کوئی فرشتہ آتا ہے جو اللہ جل جلالہ کی طرف سے نصرت طلب کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پوری مخلوق سے بلا واسطہ رابطہ رکھنا اللہ جل جلالہ کے شایانِ شان ہی نہیں ہے یہ اس کی الوہیت و لامحدودیت کے منافی ہے کہ وہ کسی انسان سے رابطہ کرے بلکہ اس نے پوری مخلوق میں اپنے لئے وسائط و وسائل و ذرائع قرار دیئے ہیں جیسا کہ اس نے رزق و موت و حیات وصحت و سقم وغیرہ کے وسائل و وسائط و واسطے بنائے ہوئے ہیں اسی طرح اس نے اپنے اور ہمارے مابین اپنے انبیا و رسل علیہم السلام و آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کو وسیلہ و واسطہ قرار دیا ہے اور ہمیں فرمادیا ہے کہ میں تم سے بلا واسطہ نہ کوئی چیز طلب کروں گا اور نہ دوں گا بلکہ میرے یہ نمائندے میرے یہ وسیلے جو تمہیں میرے نام سے دیں وہ میرا ہی ہوگا اور تمہارا رویہ میرے ساتھ نہیں پرکھا جائے گا بلکہ جو رویہ تم ان حجتوں علیہم الصلوات والسلام سے رکھو گے وہی رویہ میرے ساتھ ہوگا

ان کی محبت میری محبت ہے، ان کی اطاعت میری اطاعت ہے، ان کی نصرت بھی میری ہی نصرت ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے نصرت طلب کرنے کا وسیلہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ ارشاد قدرت ہے

☆ فَلَمَّا اَحسَّ عِیسیٰ مِنھُمُ الکُفرَ قَالَ مَن اَنصَارِی اِلَی اللّٰہ قَالَ الحَوَارِیُّونَ نَحنُ اَنصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ اشھَد بِاَنَّا مَسلِمُونَ ...... (سورہ آل عمران آیہ 52)

پھر جب عیسیٰ نے ان میں کفر کا احساس کیا (تو) کہا کون ہیں جو اللہ کیلئے میری نصرت کرنے والے ہیں، حواریوں نے کہا ہم اللہ کی نصرت کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں

اسی طرح اللہ جل جلالہ نے اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی واسطہ اور وسیلۂ نصرت قرار دیا اور ان کی زبانِ مبارک سے بھی طلب نصرت فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے

☆یَـاَیُّھـا الَّـذِینَ اٰمَنُوا کُونُوآ اَنصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیسَیٰ ابنُ مَریَمَ لِلحَوَارِیّنَ مَن اَنصَارِی اِلَی اللّٰہِ قَالَ الحَوَارِیُّونَ نَحنُ اَنصَارُ اللّٰہِ۔ سورہ الصّف آیہ 14)

اے ایمان والو! تم اللہ جل جلالہ کے ناصر ہو جاؤ جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا تھا کہ کون ہے جو اللہ جل جلالہ کیلئے ہماری نصرت کرے؟ حواریوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ جل جلالہ کے مددگار و ناصر ہیں ......الخ

دوستو! ......ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ جل جلالہ جب بھی نصرت طلب فرماتا ہے تو مومنین کو ایک وسیلۂ نصرت عطا فرماتا ہے اور اس کی زبان مبارک سے وہ اپنی نصرت طلب فرماتا ہے اور انہی کے ذریعے اپنی نصرت کرواتا ہے اور مومنین کو اپنے ناصر ہونے کا اعزاز اعطا فرماتا ہے کیونکہ اس کے نمائندگانِ اِلٰہی کی نصرت ہی اللہ جل جلالہ کی نصرت ہوتی ہے کیونکہ نمائندے کی حیثیت اصالتاً جیسی ہوتی ہے اس کی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اس لئے اس کی نصرت ہی اللہ جل جلالہ کی نصرت ہوتی ہے

دوستو! ...... یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ وہ نصرت کیا اور کیسے اور کس قسم کی ہوتی ہے اس پر ہم بعد میں تفصیل سے بات کریں گے یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ حجت زمانہ علیہ الصلوات والسلام جس طرح کی بھی نصرت طلب کریں وہ کرنا واجب ہوتا ہے اور وہ

اللہ جل جلالہ کی نصرت ہوتی ہے اور جو اس میں کوتاہی کرے وہ ''خاذل'' شمار ہوتا ہے اور سب سے پہلے جو نصرت طلب کی جاتی ہے وہ مشن اور مقصد کے معاملے میں ہوتی ہے اس لئے اللہ جل جلالہ نے اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقسیم مال کے ضمن میں فرمایا تھا

☆لِلفُقَرَآءِ المُهٰجِرِينَ الَّذِينَ اُخرِجُوا مِن دِيَارِهِم وَ اَموَالِهِم يَبتَغُونَ فَضلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضوَانًا وَّ يَنصُرُونَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ......(الحشر آیہ 8)

[یہ مال] اُن ہجرت کرنے والے فقیروں کیلئے [بھی] ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے [محروم کئے گئے] وہ اللہ جل جلالہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ جل جلالہ اور اُس کے رسول ؐ کی نصرت و مدد کرتے ہیں، یہی لوگ صادق ہیں

دوستو! ...... یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی و رسول علیہ السلام کی بلا واسطہ نصرت ہی اللہ جل جلالہ کی نصرت قرار پاتی ہے بلکہ آگے حجت ناطق جس کی نصرت کا بھی حکم دیں اس کی نصرت اللہ جل جلالہ کی نصرت قرار پاتی ہے یہ نائب و حجت ناطق کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کس کی نصرت کو اللہ جل جلالہ کی نصرت قرار دیتا جائے

وجوبِ نصرت

دوستو! ......نصرتِ معصومین علیہم الصلوات والسلام انتہائی اہم فریضہ ہے کیونکہ نصرت ہی ایمان کی پہچان ہوتی ہے، نصرت ہی محبت کا ثبوت ہوتی ہے، نصرت ہی موّدت کا تعارف ہوتی ہے جس آدمی میں نصرت نظر نہیں آتی اس میں نہ ہی محبت و موّدت موجود ہوتی ہے اور نہ ہی ایمان موجود ہوتا ہے کیونکہ ایمان اور موّدت ہوگی تو نصرت ضرور موجود ہوگی کیونکہ ایمان کا سب سے بڑا ثبوت نصرت ہی تو ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے دعوے کئے لیکن ان

www.khrooj.com

کی نصرت نہیں کی تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے انہیں مومن تسلیم ہی نہیں کیا اور نہ محمدؐ و آل محمد علیہم الصلوات والسلام نے ایسے نام نہاد مومنین کو مومن تسلیم کیا ہے جیسا کہ کربلا معلٰی میں ساتھ نہ دینے والوں کو کوئی مومن نہیں مانتا اور جو لوگ کوفہ میں بیٹھ کر روتے رہے تھے بظاہر وہ خود کو مومن بھی کہتے تھے، شیعہ بھی کہتے تھے، عزادار بھی تھے، گھر گھر میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی صف ماتم بچھائے بیٹھے تھے اور دشمن پر لعنت بھی کر رہے تھے مگر انہیں دشمنوں کی صف میں شمار کیا گیا بلکہ بدترین دشمن مانا گیا اور کفار سے بھی بدتر دشمن کہا گیا جیسا کہ ہم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کا ایک فقرہ دیکھتے ہیں جس میں ہم خود اقرار کرتے ہیں کہ☆نافق من قعد عن نصرتك ......یعنی جو آپ کی نصرت سے دست کش ہو کر بیٹھ جائے وہ منافق ہے۔نفاق وہ برائی ہے جو کفر سے بھی بدتر ہے ابلیس ملعون نے کافر ہونا پسند کر لیا تھا مگر منافقت کی لعنت نہیں اٹھائی یہ بھی یاد رہے کہ منافق وہ ہوتا ہے جو ظاہر میں دوست ہو عقیدت کا دعوے دار ہو مگر باطن میں دشمن ہو اور جو شخص باطنی دشمن ہو وہ ظاہری دشمن سے بھی ہزار درجے زیادہ بدتر اور ضرر رساں ہوتا ہے اور نصرت نہ کرنے والا شیعہ ہی منافق ہوتا ہے نہ کہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کا منکر منافق ہوتا ہے کیونکہ وہ تو احادیث وفرامین کی رو سے کافر ہوتا ہے منافق تو وہ ہوگا جس نے دوستی کی چادر میں دشمنی چھپائی ہوئی ہوگی

دوستو!...... یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ بوقت احتیاج تعلق کی تین حالتیں ہوتی ہیں

( ) مظلوم کا دشمن اور ظلم کرنے والا یعنی ''مخالف''

( ) مظلوم کی نصرت سے دست کش اور لاتعلق ہو کر بیٹھنے والا، نیوٹرل (Neutral) ہو جانے والا یعنی ''خاذل''

( ) مظلوم کا ساتھ دینے والا اس کی مدد کرنے والا یعنی ''ناصر''

دوستو!......دشمن تو دشمن ہی ہوتا ہے لیکن جو شخص نصرت نہیں کرتا وہ ''خاذل'' ہوتا ہے یہ خذلان بھی بدترین دشمنی شمار ہوتا ہے اور خاذل کو ملعون و مردود فرمایا گیا ہے جیسا کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی وہ زیارت جو مطلع ولایت کے گیارہویں تاجدار شہنشاہ معظم ابو محمد حسنؑ العسکری علیہ الصلوات والسلام سے عبداللہ بن محمد نے نقل فرمائی ہے اس میں ہم سے اقرار کروایا جاتا ہے اور ہمیں یہ عرض کرنے کا حکم ہے کہ تم خود کہو

☆یَا اَبَا عَبدِ اللّٰہِ علیک الصلوات والسلام لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ خَاذِلَكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَن سَمِعَ دَاعِيَّتَكَ فَلَم يُجِيبُكَ وَلَم يَنصُرُكَ بحارالانوار 73/94 بحوالہ شیخ طوسی

اے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام اللہ جل جلالہ لعنت کرے اس ملعون پر جس نے آپ کو شہید کیا اور اللہ جل جلالہ لعنت کرے اس ملعون پر جس نے آپ کی نصرت نہیں کی اور اللہ جل جلالہ لعنت کرے اس ملعون پر جس نے آپ کی دعوت نصرت کو سنا مگر لبیک نہ کہا اور قبول نہ کیا اور آپ کی نصرت نہ کی

یعنی جس نے شہید کیا یا نصرت نہیں کی یا دعوت نصرت قبول نہیں کی وہ لعنتی ہے

اسی طرح کشاف علوم وحقائق امام جعفر الصادق علیہ الصلوات والسلام جب کربلا معلیٰ میں اپنے جد اطہر علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کو تشریف لے گئے تو وہاں جو زیارت آپ نے پڑھی اس کا ایک فقرہ ہے☆یَا مَولَایَ الشَّهِيدُ المَظلُوم علیک الصلوات والسلام لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلُكَ وَ خَاذِلُكَ وَ بَرِئتُ اِلَی اللّٰہِ عزوجل مِنهُم فعَالهُم وَ مِمَّن شَايَعَ وَ رَضِیَ بِهِ وَ اَشهَدُ اَنَّهُم كُفَّار" مُشرِكُونَ وَاللّٰهُ وَ رَسُولُهُ بَرَامِنهُم

بحار لانوار 230/101 بحوالہ بلد الامین، مفاتیح الجنان وغیرھا

www.khrooj.com

اے میرے مظلوم وشہید آ قا!...... اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کی ہر اس شخص پر لعنت ہو جس نے آپ کو شہید کیا ہے یا آپ کی نصرت سے دست کش ہو کر غیر جانبدار بن کر بیٹھ گیا یا جو مخالفین کے ساتھ گیا یا ان کے اس بدترین فعل پر راضی ہو گیا اور ان سے مقاطعہ نہ کیا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ سارے کفار و مشرکین ہیں اور اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے برئت کرتے ہیں یعنی امام کائنات علیہ الصلوات والسلام ان سب افراد کے کافر و مشرک ہونے کی گواہی دے رہے ہیں اور ہمیں اس زیارت کے پڑھنے کا حکم فرمایا گیا تو گویا ہم سے بھی یہ گواہی دلائی جا رہی ہے کہ تم انہیں کفار ومشرکین مانو اور اس کا اقرار کرو

دوستو!...... جس روز کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پر آمد ہوئی، سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کو تشریف لے گئے تو وہاں انہوں نے واقعات کربلا بیان فرمائے اور اس کے بعد انہیں ہاتھوں پر اٹھا کر جو دعا فرمائی تھی اس کا ایک فقرہ ہے

☆اَللّٰھُمَّ اخذَل خَاذِلِیهِ وَ اقتُلُ قَاتِلِهِ ...... بحار الانوار جلد 247/44

اے اللہ جل جلالک! جو ان کی نصرت سے دست کش ہو جائے تو اس کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لے اور جو انہیں شہید کرے تو اسے ابدی ہلاکت میں مبتلا کر دے

میں اکثر نصرت کے ضمن میں بیان کرتا ہوں کہ جو لوگ کربلا میں پہنچے ان میں سے ایک بڑھئی بھی تھا جس نے دشمن کے ایک خیمہ کی چوب درست کی تھی اسے عالم خواب میں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاتلین میں شمار فرمایا اسی طرح ایک لوہار کا خواب ہے کہ اس نے دشمن خدا حصین بن نمیر ملعون کے گھوڑے کی نعل لگائی تھی اسی طرح ایک ایسے شخص کا خواب بھی ہے جس نے کربلا میں کوئی کام بھی نہیں کیا تھا مگر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے اسے دشمن کی اجتماعیت بڑھانے کے جرم میں قاتلین میں شمار فرمایا
یعنی دشمن کی معاونت کرنا، اس کے فعل پر راضی ہونا، دشمن کی اجتماعیت کو بڑھانا، غیر جانبدار ہو جانا، ظالمین کے افعال پر راضی ہو جانا، یعنی ان سے سوشل بائیکاٹ نہ کرنا، یہ سب ایک جیسے ظلم ہیں اور یہ سارے لوگ قاتلین میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ جو شخص غیر جانبداری کا ڈھونگ رچاتا ہے گویا اس نے اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کو نصرت کے قابل ہی نہیں سمجھا اور اتنی اہمیت ہی نہیں دی کہ انہیں نصرت کے قابل سمجھتا یا امام علیہ الصلوات والسلام جس مشن کیلئے مصروف عمل تھے اس نے اس مشن کو اتنا غیر اہم سمجھا کہ اس میں معاونت کرنا درست نہ سمجھا یا اپنی جان کو اس مشن یا امام علیہ الصلوات والسلام سے قیمتی سمجھا تو یہ شخص کافر بھی ہے اور مشرک بھی ہے اور ملعون بھی ہے اور اللہ جل جلالہ کی اس پر لعنت ہی لعنت ہے اسی بات سے آپ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کی اہمیت کو سمجھیں کہ یہ اتنا اہم فریضہ ہے کہ جو کسی پر کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہے اور اس فریضہ سے بے خبر رہنا یا اس سے بے اعتنائی اور بے پروائی کرنا کفر و شرک ہے

نصرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

دوستو!......اب یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ساری روایات شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں ہیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں نہیں ہیں تو اس سوچ کے راستے کو روکنے کیلئے میں عرض کروں گا کہ اگر فرض کرو ایسی روایات موجود نہ بھی ہوتیں تو پھر بھی یہی روایات سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کے بارے میں سمجھی جا سکتی ہیں کیونکہ یہ سارے نورِ واحد ہیں اور اگر کوئی اس بات کو نہ بھی مانے

تو پھر ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں زیارات اور ادعیہ میں ایسے فقرے موجود ہیں

سید علی بن طاؤس نے الاقبال (جو ان کی دعاؤں کا مجموعہ ہے) میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت نقل فرمائی ہے اس کے یہ فقرے ہیں

☆اَللّٰھُمَّ ......اَمِت بِهِ الجَورَ وَاَظهِر بِهِ العَدلَ وَزَيِّن بِطُولِ بَقَائِهِ الاَرضَ وَ اَيِّد بِنَصرِكَ وَانصِربِالرُّعبِ وَقَوِّ نَاصِرَهُم وَ اخذُل خَاذِلَهُم وَ دَمدِم عَلىَ مَن نَصَبَ لَهُم وَ دَمِّرعَلىَ مَن غَشهُم ...... بحارالانوار 16/19 بلدالامین جنۃ الماویٰ وغیرھا

اے رب جلیل !...... شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ذریعے ظلم و جور کو موت کی نیند سلا دے اور ان کے ذریعے عدل و انصاف کو غالب فرما دے اور ان کی ابدی حکومت اور طولِ بقا سے اپنی زمین کو زینت عطا فرما اور اپنی نصرت سے ان کی تائید فرما دے اور رعب اِلٰہی سے ان کی نصرت فرما دے اور ان کے انصار کو قوت و طاقت عطا فرما اور جو ان کی نصرت سے دشت کش ہو جائیں تو ان سے دست کش ہو جا اور ان کا ملیا میٹ کر دے جو ان کا مقابلہ کرے اور جو ان سے ظاہر داری کرے یعنی دل سے ہمدردی نہ کرے اسے ہلاک فرما دے یعنی مخلصانہ کوشش نہ کرے اسے ہلاک فرما دے ...... آمین

اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی توقیع مبارک میں جو زیارت تعلیم فرمائی ہے اس کا ایک فقرہ ہے

☆ اظهر به العدل و ايد ه بالنصر وانصر ناصريه و اخذل خاذليه وقصم به جبابرة الكفر ...... بحارالانوار

اے رب جلیل ! تو ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ذریعے عدل وانصاف کو غلبہ عطا فرما اور ان کی تائید نصرت سے فرما اور تو اس کی نصرت فرما جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرے اور تو اس کی مدد سے دست کش ہو جا جو ان کی نصرت سے دست کش ہو جائے اور ان کے ذریعے کفر کے جابروں کے سر توڑ دے

دوستو! ......اب آپ غور کریں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کتنی اہم ہے ان کی نصرت کرنے والے کی اللہ جل جلالہ بھی نصرت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆كَانَ حَقّاً عَلَينَا نَصرُ المُومِنِينَ ......مومنین یعنی صاحبان ایمان وہی ہوتے ہیں کہ جو نصرت کرتے ہیں اور نصرت کرنے والوں کی نصرت کرنا اللہ جل جلالہ نے اپنی ذات پر واجب قرار دیا ہے اور جو آدمی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت نہیں کرتا وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے اس لئے اللہ جل جلالہ بھی اس کی نصرت نہیں کرتا

جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ جو خاذل ہے یعنی نصرت نہ کرنے والا ہے اسے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی زیارت میں ملعون کہا گیا ہے اور اللہ جل جلالہ سے اس پر لعنت کرنے کی سفارش کرنے کا حکم ہے

یہ بات یاد رہے کہ یہ امر صرف کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کیلئے مخصوص نہیں بلکہ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کی نصرت نہ کرنے والا ملعون ہے بلکہ آل محمد علیہم الصلوات والسلام میں سے جو بھی استغاثۂ نصرت کریں ان کی نصرت نہ کرنے والا ملعون ہے

دوستو! ...... یہ تو تھی نصرت کی عمومی اہمیت، اس کے آگے نصرت کے درجے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک انسان بھرپور نصرت کرنے والا ہوتا ہے اسے حقیقی ناصر کہا جا سکتا ہے، علاوہ ازیں کوئی آدمی نصرت میں تھوڑی سی گنجائش رکھ لیتا ہے، کوئی آدمی رفع تہمت

کیلئے تھوڑی بہت نصرت کر لیتا ہے اور کوئی آدمی دکھاوے کی نصرت کرتا ہے دلی طور پر نصرت نہیں کرتا یہ سارے خاذلین میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے اہل مدینہ سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا تھا

☆اَمَّا الخَاذِلُ یَکفُر بِخَذلَانِہٖ اِن قَصرَفِی نُصرَتِی اَو اَمسَکَ عَن طَاعَتِی

فرمایا کہ جو خاذل ہے یعنی جو ہماری نصرت کرنے والا نہیں ہے وہ اپنے خذلان کی وجہ سے کفر تک پہنچا ہوا ہے اور جس نے بھی ہماری نصرت میں کوئی کسر باقی رکھی ہے یا ہماری اطاعت کیلئے خود کو روکا ہے یا کسی اور کو روکنے والا ہے وہ بھی اس جیسا ہے کیونکہ ہماری منزلت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہارون علیہ السلام من موسیٰ علیہ السلام کی ہے یعنی نصرت میں کمی کرنے والا بھی خاذل ہی تصور کیا جاتا ہے اور خاذل کے بارے میں ارشاد ہے کہ ☆اَلخَاذِلُ اَخِی القَاتِل ......یعنی خاذل تو قاتل ہی کا بھائی ہے

دوستو......آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کسی کو قتل کرتا ہے اور دوسرا اسے قتل ہونے دیتا ہے اور دور کھڑے ہو کر دیکھتا رہتا ہے مدد نہیں کرتا تو یہ دونوں برابر کے مجرم ہیں یعنی اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے معاملے میں تھوڑی بہت کمی کرنے والا بھی بدترین خاذل ہی ہوتا ہے کیونکہ اس نے زمانے کے امام معصوم علیہ الصلوات والسلام کو نصرت کے قابل ہی نہیں سمجھا یا جس نے اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام سے اپنی جان و مال یا عزت و ناموس کو زیادہ عزیز سمجھا ہے تو اس نے ان چیزوں کو زمانے کے مالک علیہ الصلوات والسلام سے زیادہ قیمتی سمجھا ہے اس لئے وہ بھی خاذل شمار ہوتا ہے

نائب کی نصرت

دوستو!......نصرت کی اگلی کڑی اپنے زمانے کے امام و حجت علیہ الصلوات والسلام کے نائب

کی نصرت ہے اور وہ بھی بعینہ اسی طرح اہم و واجب ہوتی ہے جس طرح زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کی نصرت واجب ہوتی ہے اس میں شرط یہ ہوتی ہے کہ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام جسے خود منتخب کریں وہی نائب امام شمار ہوگا اجماعی و جمہوری نائب نائب نہیں ہوتا بلکہ نائب کے بارے میں تصدیق زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام پر واجب ہوتی ہے کیونکہ نائب کا تعارف منیب پر واجب ہوتا ہے اس لئے جس کا تعارف زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام فرمادیں تو اس کی نصرت بھی ان کی نصرت کی طرح واجب ہوتی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اپنا نائب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو قرار دیا اور ان کی تائید و تصدیق میں سند بھی لکھ کر عطا فرمائی اس لئے ان کی نصرت بھی نصرتِ امام تھی اور یہی اللہ جل جلالہ کی نصرت تھی اور اسی بات کو کشاف علوم و حقائق جناب امام جعفرؑ صادق علیہ الصلوات والسلام نے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی زیارت میں خود واضح فرمایا اس زیارت کے چند فقرے بھی دیکھ لیں کہ اس میں ان کے مقام کو کس طرح بیان فرمایا گیا ہے......فرمایا

☆لَعَنَ اللّٰهُ مَن جهلَ حقَّكَ وَ استَخَفَّ بِحُرمَتِكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَن بَايَعكَ وَ غَشَّكَ وَ خَذلَكَ وَ اَسلَمَكَ وَ مَن اَلبَ عَلَيكَ وَ لَم يَعِنكَ ...... بحار الانوار 425/100

فرمایا تم سب کہو......اللہ جل جلالہ کی ہر اس ملعون پر لعنت ہو جو آپ کے حق عظیم سے جاہل رہا اور اللہ جل جلالہ کی لعنت ہو ہر اس ملعون پر جس نے آپ کے احترام و حرمت کو کم سمجھا اور اللہ جل جلالہ کی لعنت ہو ہر اس ملعون پر جس نے آپ کی بیعت کی اور اس میں دھوکہ دہی سے کام لیا اور اللہ جل جلالہ کی لعنت ہو ہر اس ملعون پر جس نے آپ کی نیابت کو قبول کرنے کے بعد پھر چھوڑ دیا اور اللہ جل جلالہ کی لعنت ہو ہر اس ملعون پر جس

نے آپ کی نصرت میں لبیک کہا اور پھر آپ کی نصرت واعانت نہیں کی یعنی نائب کا مقام مقامِ منیب ہوتا ہے اس کا حق حق منیب کی طرح واجب ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے منیب کا قائم مقام ہوتا ہے اس لئے اس کی عزت وحرمت بھی اپنے منیب کی طرح ہوتی ہے اس کی نصرت منیب کی نصرت ہوتی ہے یعنی وہ ہمہ پہلو قائم مقام ہوتا ہے

نتیجہ

دوستو!...... ہر دن عاشور کا دن ہے اور ہر زمین زمین کربلا ہے کیونکہ آج بھی اس زمانے کے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام یعنی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف جو اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کی دستار کے وارث ہیں ہمیں اپنی نصرت کیلیئے بلا رہے ہیں پردۂ غیبت میں آج ہمارے زمانے کے امام و حجت خدا عجل اللہ فرجہ الشریف وہی کربلا والا استغاثہ فرما رہے ہیں ☆هَل مِن نَاصِرٍ يَنصُرُنَا ......کوئی ہے جو آج ہماری نصرت کرے لیکن ہماری طرف سے انہیں لبیک عرض نہیں کیا جارہا اور ہم ان کی نصرت اور مدد کرنے کیلیئے تیار نہیں ہیں اور ہم اپنے روایتی و رسمی دین کے زندان میں اسیر ہو چکے ہیں جبکہ ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا واجب ہے کیونکہ جو مظلوم امام علیہ الصلوات والسلام کی نصرت نہیں کرتا اس کے بارے میں آپ فرامین دیکھ چکے ہیں کہ نصرت نہ کرنے والا ملعون ہے، اس پر اللہ جل جلالہ کی لعنت ہے، کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے بقول اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، اسے قاتلین امام علیہ الصلوات والسلام میں شمار کیا جانا ہے، اس لئے ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا چاہیے اور انہیں فوراً لبیک عرض کرنا چاہیے

دوستو!......اس دور میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کا یہ فقرہ کہ ☆يا ليتني

معکم کہنے کی بجائے نصرت کے میدان میں اتر جانا چاہیے درسِ کربلا ہمارے سامنے ہے اور نصرت کے راستے ہمارے سامنے کھلے ہیں اس لئے ہمیں کسی تاخیر کے بغیر اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے رابطہ کر کے نصرت کرنے کا طریقۂ کار اور راستہ لینا چاہیے اور کوئی کمی کیئے بغیر ہمیں ان کی نصرت کرنا چاہیے اور نصرت کر کے ہی ہم اللہ جل جلالہ کی لعنت سے بچ سکتے ہیں

دوستو!...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کے بہت سے پہلو ہیں اور ہم ان پہلوؤں پر اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کر سکتے ہیں اس لئے سب سے پہلے ہمیں اپنے مالک زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے رابطہ کرنا ضروری ہے میں بار بار عرض کرتا ہوں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور معصومین علیہم الصلوات والسلام سے نصرت طلب کرنے والے بہت سے لوگ ہوتے ہیں یعنی ''یا علیؑ علیک الصلوات والسلام مدد'' کہنے والوں کی کمی نہیں ہے ''یا حسینؑ علیک الصلوات والسلام مدد'' کہنے والوں کی کمی نہیں ''یا صاحب الزمان عجل اللہ فرجک مدد'' کہنے والوں کی کمی نہیں ہے کیونکہ مدد لینے والے لاتعداد ہوا کرتے ہیں لیکن وہ خوش نصیب بہت کم ہوتے ہیں جنہیں معصومین علیہم الصلوات والسلام فرمائیں ☆هَل مِن نَاصِرٍ يَنصُرُنَا ...... کیا تم میں سے کوئی ہے جو ہماری نصرت کرے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مدد لینے والوں کی بجائے ان کی نصرت کریں اس دور میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نصرت طلب فرما رہے ہیں اور ہمیں معلوم تک نہیں ہے کہ وہ ہم سے نصرت طلب فرما رہے ہیں

یقین کریں کہ ان کے جدا طہر علیہ الصلوات والسلام کے انتقام میں سب سے بڑی جو چیز حائل ہے وہ ہے ''قلت انصار'' یعنی ناصرین کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ انتقام صدیوں

سے تشنہ پڑا ہوا ہے اور ہماری یہ صورت حال ہے کہ ہم ان کی نصرت کرنے کی بجائے ان سے اپنے مسائل میں مدد مانگ رہے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ان سے مدد نہ مانگیں مگر ان کی نصرت کرنا بھی تو ہمارا فرض ہے اور ہم اپنے فرض سے غفلت برت رہے ہیں اور اپنی خود غرضیوں کے خول میں بند ہو کر ان کے دکھوں کو بالکل فراموش کر رہے ہیں اور ان کی نصرت کرنے کی بجائے اپنے مسائل کی لسٹ انہیں تھما رہے ہیں یہ ناانصافی ہے

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہم سے مدد و نصرت طلب کر کے نیابت الٰہی کا تقاضہ پورا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ تم میری مدد کرو میں تمہاری مدد کروں گا اس طرح اس کے نمائندے بھی نصرت طلب کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھیں کہ یہ محتاجِ نصرت ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنی نصرت و استعانت کا موقع فراہم کر کے ابدی ہلاکت سے بچانا چاہتے ہیں ہمیں کچھ عطا فرمانا چاہتے ہیں

آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ اللہ جل جلالہ ہم سب کو اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پر سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری یہ زندگیاں ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی کے کام آئیں اور ہماری جانیں ان کی نعلین پر فدا ہوں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شکراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنی من انصارهٖ و اشیاعهٖ و اعوانهٖ و الذابین عنه والمستشهدین بین یدیه طائعا غیر مکره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب سوم

نصرت کی مثلث

اے حاملین جذبۂ نصرت!

نصرت کا جو عمل ہے اس کی ایک مثلث بنتی ہے اور وہ بھی عجیب چیز ہے جیسا کہ ہم کلام اِلٰہی میں دیکھتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ نصرت صرف اللہ جل جلالہ کی طرف سے ہوتی ہے کوئی دوسرا نصرت نہیں کرسکتا ارشاد قدرت ہے

☆وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ اِلَّا بُشرٰی وَ لِتَطمَئِنَّ بِه قُلُوبُکُم وَمَا النَّصرُ اِلَّا مِن عِندِ اللَّهِ ......(الانفال آیہ 10)

اور نہیں قرار دیا اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مگر بشارت تاکہ اس کے ذریعے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور نہیں ہے کوئی نصرت سوائے اللہ جل جلالہ ہی کی طرف سے اس موضوع پر بہت سی آیات ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی نصرت کر ہی نہیں سکتا لیکن وہ اپنی حجتوں ونمائندوں کیلئے مومنین ہی کو وسیلۂ نصرت بناتا ہے اور مومنین جو اپنے ایمانی مرکز کی نصرت کرتے ہیں اسی کو اللہ جل جلالہ اپنی نصرت قرار دیتا ہے جیسا کہ ایک نبی سے یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے گرد و پیش بیٹھنے والوں کو نکال باہر کریں تو ہم آئیں تو اس کے جواب میں فرمایا

www.khrooj.com

جاتا ہے

☆وَ يٰقَومِ مَن يَّنصُرُنی مِنَ اللّٰہِ اِن طَرَدتُّھُم اَفَلَا تَذَکَّرُونَ...... (ھود آیہ 30)

اور اے میری قوم! اگر میں انہیں (اپنے پاس سے) نکال دوں تو اللہ جل جلالہ کی طرف سے میری مدد کون کرے گا، پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے

یعنی مومنین کی نصرت بھی اللہ جل جلالہ کی طرف سے انبیا و رسل علیہم السلام کو پہنچتی ہے اور انبیا و رسل علیہم السلام سے اللہ جل جلالہ مدد لیتا ہے اور اس طرح یہ ایک مثلث (Triangle) ٹرائی اینگل بن جاتی ہے کیونکہ یہ موضوع معتقدات کے ضمن میں آتا ہے اس لئے میں اسے ترک کر کے اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں

دوستو!......جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ جل جلالہ کی نصرت یہ ہے کہ اس کے نمائندوں کی نصرت کی جائے، انبیا و رسل علیہم السلام کی نصرت کی جائے اور جو ان کی نصرت نہیں کرتا اسے اللہ جل جلالہ کی نصرت حاصل نہیں ہوتی اور جس کی اللہ جل جلالہ نصرت نہ کرے اس کی کوئی بھی نصرت نہیں کرسکتا اس لئے اگر نصرت الٰہی طلب کرنا ہے تو اس کی ایک ہی شرط ہے کہ تم اس کے نمائندوں کی نصرت کرو

دوستو!......اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی نصرت کی اولین کڑی کون سی ہے؟ اور دائرۂ نصرت میں کون کون سی ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام آتی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اپنی نصرت کی اولین کڑی اپنے پاک حبیب و نقیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرار دیا ہے اور ان کی نصرت کو سب سے پہلے اس نے انبیا علیہم السلام پر واجب قرار دیا ہے اور روزِ میثاق ان سے فرمایا ہے کہ تم میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان بھی لاؤ گے اور ان کی نصرت بھی کرو گے اور جو ان شرائط میں سے

www.khrooj.com

ایک کا بھی منحرف ہوگا ☆ فمن تولی بعد ذالك ......تو چاہے وہ کوئی نبی ہی کیوں نہ ہوگا میں اللہ اسے فاسقین میں شامل کردوں گا یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ کسی نبی کا فاسق ہونا عام آدمی کے کافر ہونے سے بھی بڑا جرم ہے

دوستو! ...... اللہ جل جلالہ نے روزِ میثاق انبیا علیہم السلام سے دو چیزوں کا وعدہ لیا یعنی ایمان اور نصرت کا اور یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دونوں امور ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اگر نصرت موجود ہوگی تو ایمان بھی موجود ہوگا اور ایمان موجود ہوگا تو نصرت بھی موجود ہوگی کیونکہ ایمان باطنی چیز ہے اس لئے اس کا ثبوت نصرت فراہم کرتی ہے اگر کہیں نصرت کے موقعہ پر ''فرار'' نظر آئے تو سمجھ لیں کہ ایمان موجود تھا ہی نہیں اور اگر کہیں ظاہری طور پر کلمہ نظر نہ بھی آئے مگر نصرت دیکھ لیں تو سمجھ جائیں کہ ایمان ضرور موجود ہے ورنہ نصرت ممکن ہی نہیں ہے اس کی مثال درخت اور جڑ کی ہے ایمان جڑ ہے اور نصرت اس کا ظہور ہے جیسے جڑ کے بغیر درخت نہیں ہوتا اسی طرح ایمان کے بغیر نصرت ہو ہی نہیں سکتی

دوستو! ...... میں عرض کر رہا تھا کہ نصرتِ الٰہی کی اولین کڑی شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے اللہ جل جلالہ نے ان کی نصرت کا وعدہ تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا اور یہ عہد و اقرار کے بعد مومن قرار پائے تو اس کے بعد انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اس سے ثابت ہوا کہ درحقیقت شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ہی اللہ جل جلالہ کی نصرت ہے نصرت کی اگلی کڑی ان کے نورِ اول و ازل کی جزو ثانی ہیں کہ جن کے بارے میں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر اعلان فرمایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر سب کو دکھایا اور اس کے بعد ان الفاظ میں دعا فرمائی

☆اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن وَالَاہُ وَ عَادِ مَن عَادَاہُ وَانصُرنَاصِرِیہِ وَ اخذُل خَاذِلِیہ
یعنی اے اللہ تو صرف ان سے محبت رکھ جو ان کے محبّ ہوں اور تو ہر اس شخص سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھتا ہو اور تو ہر اس شخص کی نصرت فرما جو ان کی نصرت کرے اور تو ہر اس شخص کی نصرت سے دست کش ہو جا جو ان کی نصرت سے دست کش ہو جائے

دوستو!......نصرت کی اگلی کڑی ثقلین ہیں جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
☆ناصرھما ناصری و خاذلھما خاذلی و عدوھما عدوی ......بحار الانوار 109/23
یعنی قرآن وعترت کا ناصر ہمارا ناصر ہے اور ان کی نصرت کا تارک ہماری نصرت کا تارک ہے اور ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے

اس سے ثابت ہوا کہ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کیونکہ نورِ واحد ہیں اس لئے ان سب کی نصرت ہی اللہ جلالہ کی نصرت ہے اور اس سے آگے ان کے نواب ہیں کہ جہاں سے نیابت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں اولین نائب انبیا و رسل علیہم السلام ہیں کیونکہ وہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار و مومن ہیں اس لئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں انبیا و رسل علیہم السلام کی نصرت بھی واجب ہے اور ان کی نصرت بھی اللہ جلالہ کی نصرت ہوتی ہے جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ میری اِلیٰ اللہ کون نصرت کرنے والا ہے تو ان کے اصحاب نے فرمایا ☆نحن انصار اللہ ہم اللہ جلالہ کے ناصرین و مددگار ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان ہی کی نصرت اللہ جلالہ کی نصرت ہے

مظاہرِ مقصد و مشن

دوستو!...... ہماری روزمرہ کی کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی جیسا کہ ہم کسی سے سوال کرتے ہیں کہ یہ سڑکیں کس نے بنائی ہیں؟ جواب ملتا ہے حکومت نے بنائی ہیں ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ نہریں، یہ پلیں، یہ بجلی گھر، یہ ڈیم کس نے بنائے ہیں؟ جواب ملتا ہے حکومت نے بنائے ہیں یہ عدل کا قیام کس نے کیا ہے یا ایک مجرم کو سزا کس نے دی ہے؟ جواب ملتا ہے حکومت نے دی ہے کبھی ہم نے کسی سے یہ بھی پوچھا ہے کہ تو جو یہ کہہ رہا ہے کہ ہر چیز حکومت نے بنائی ہے تو کیا کبھی تو نے حکومت دیکھی ہے؟ کیا کبھی انسان کو حکومت نظر آ سکتی ہے؟

دیکھئے ہماری حکومت ہے پاکستان اب آپ کسی انسان سے سوال کریں کہ کیا کبھی آپ نے پاکستان دیکھا ہے؟ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہاں میں پاکستان میں رہتا ہوں میں نے لاہور دیکھا ہے، کراچی دیکھا ہے، اسلام آباد دیکھا ہے، پاکستان کے چھوٹے سے چھوٹے قصبے سے لے کر بڑے سے بڑے شہر تک سب دیکھے ہوئے ہیں آپ اس سے پھر سوال کریں کہ یہ شہر اور قصبے آپ نے دیکھے ہیں کیا پاکستان کبھی دیکھا ہے وہ کہاں ہے؟ تو وہ یا تو جواب نفی میں دے گا یا پھر آپ کے دماغ پر شک کرنا شروع کر دے گا

بات یہ ہے کہ نہ ہی حکومت کبھی نظر آ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی ملک نظر آ سکتا بلکہ حکومت اور ملک کے مظاہر ہی نظر آ سکتے ہیں اور وہ عین حکومت اور ملک ہوتے ہیں اسی طرح اللہ جل جلالہ بھی نہ کبھی نظر آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا مشن نظر آ سکتا ہے بلکہ اللہ جل جلالہ کی بجائے اس کے نمائندے اور مظہر نظر آتے ہیں اور اس کے مشن کی بجائے اس کے

مشن کو چلانے والے نظر آتے ہیں اور یہی عین ذات کی حیثیت رکھتے ہیں ان ہی سے جو رویہ ہم رکھیں گے وہی عین اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ساتھ رکھا جانے والا رویہ ہوگا جیسا کہ ایک سپاہی کے کام میں بھی ہم رکاوٹ ڈالیں تو اس پر ''مداخلت در کارِ سرکار'' کا جرم عائد کیا جاتا ہے اسی طرح مشنِ الٰہی و مقصدِ توحید کی نصرت کچھ ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کی ذریعے ہوسکتی ہے ورنہ نہ اس کا مشن نظر آسکتا ہے نہ اس کی ذات اس لئے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی نصرت اس کے مظہر کے وسیلہ سے ہوتی ہے

دوستو! جیسا کہ آپ اور ہم جانتے ہیں کہ حکومت اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ہے مگر نظر تو اس کے نمائندے آتے ہیں اس لئے نمائندے کو اگر اعتباراً حکومت کہہ دیا جائے تو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ نمائندہ و مظہر ہی حکومت ہوتا ہے

اب ہم علمِ انقلابیات کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جس ملک میں انقلاب لایا جاتا ہے اس انقلاب کیلئے کارکن قربانیاں دیتے ہیں جانی، مالی، ناموسی قربانیاں دی جاتی ہیں مگر انہیں مشن نظر نہیں آتا بلکہ مشن چلانے والے نظر آتے ہیں ایک لیڈر ہوتا ہے جو انہیں ایک سمت میں لیڈ اور موو (Lead or Move) کر رہا ہوتا ہے ان کی رہنمائی کر رہا ہوتا ہے یا انہیں چلا رہا ہوتا ہے اور سارے اسی کو دیکھ رہے ہوتے ہیں

اس بات سے آپ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ لوگ قربانیاں دے رہے ہوتے ہیں مشن پر اور مدد کر رہے ہوتے ہیں مظہر کی کیونکہ حکومت کا مظہر ہی اصل حکومت ہوتا ہے اور مشن کا مظہر ہی عین مشن ہوتا ہے

دوستو!...... یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ جو چیزیں بذاتِ خود ظاہر نہیں ہوسکتیں یا جو

چیزیں وجودِ مادی وکثیف ومرئی نہیں رکھتیں انہیں اپنے اظہار کیلئے مظہر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ وجودِ مادی رکھنے والی چیزوں کا مظہر کوئی نہیں ہوتا بلکہ ان کی ذات ہی عین مظہر ہوتی ہے جیسا کہ پانی ہے، روٹی ہے، چائے ہے، بس ہے، ٹرین ہے، کوٹھی ہے، کار ہے، کاغذ ہے، قلم ہے، ان سب کا مظہر کون ہوسکتا ہے؟ یہ خود اپنے مظہر آپ ہیں اسی طرح جو چیزیں مادۂ غیر کثیف سے ہوتی ہیں یا غیر مرئی ہوتی ہیں انہیں اپنے اظہار کیلئے کسی مظہر کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ٹی وی سگنل ہے، ریڈیو سگنل ہے، پروجیکٹر شعاع ہے، تو ان چیزوں کو ایک واسطہ یا مظہر کی ضرورت ہوتی ہے بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں انسان بغیر وسیلہ کے نہیں دیکھ سکتا تو اس کیلئے ایک مظہر کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ انسان اپنا چہرہ آپ نہیں دیکھ سکتا اسی لئے وہ آئینے میں خود کو دیکھتا ہے اور آئینہ اس کا مظہر ہوتا ہے

اسی طرح کوئی مشن ہوتا ہے، حکومت ہوتی ہے، کوئی ملک ہوتا ہے، کوئی کیفیت ہوتی ہے، کوئی جذبہ ہوتا ہے تو اسے اپنے اظہار کیلئے مظہر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس الطف الطفا ہے جو کسی بھی صورت میں اظہار پذیر نہیں ہوسکتی اس لئے اسے مظاہر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے مظاہر میں سے کچھ اس کی ذات کے مظہر ہوتے ہیں، کچھ اس کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں، کچھ اس کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں، کچھ اس کی تخلیق کے مظہر ہوتے ہیں جیسا کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اس کی تخلیق کی مظہر ہے ایک ذرے سے لے کر یونیورس (Universe) تک سب اس کے مظاہر ہیں اور ہر مظہر اس کی ایک آیت اور نشانی ہوتا ہے جو اس کی طرف نشاندہی کرتا ہے اسی لئے قرآن کریم میں رات، دن، بادل، برسات سے

لے کر قرآن کریم کے ہر پیس (Piece) کو آیت کہا گیا ہے اسی طرح جو اس کی ذات کے مظہر ہوتے ہیں وہ آیات اللہ الاعظمٰی ہوتے ہیں اور وہ صرف معصومین علیہم الصلوات والسلام ہیں اس لئے جو غیر معصوم خود کو آیت اللہ الاعظمٰی کہلاتا ہے وہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کے القاب کا غاصب ہے کیونکہ صرف معصومین علیہم الصلوات والسلام ہی ہیں جو اس کی ذات وصفات وقدرت وارادہ ومشیت وادراک وغیرھم کے مظہر ہیں اس لئے اللہ جل جلالہ ان کی نصرت کو اپنی ذات کی نصرت قرار دیتا ہے اور ان کے ساتھ جیسا رویہ رکھا جائے وہ اسے اپنے ساتھ اختیار کیا جانے والا رویہ قرار دیتا ہے

اس کے آگے عرفانیات کی سرحد آجاتی ہے اس لئے میں اس موضوع کو آگے نہیں بڑھاؤں گا بلکہ یہی عرض کروں گا کہ اللہ جل جلالہ کی نصرت یا اس کے مشن کی نصرت بلا واسطہ نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے مظاہر ونمائندگان کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے اور ہر معصوم علیہ الصلوات والسلام اس کا مظہر بھی ہے اور اس کا نمائندہ بھی ہے

دوستو! ...... نیابت کی اگلی کڑی معصومین علیہم الصلوات والسلام کے نائبین ہیں یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے ہر نائب کی نصرت اسی طرح واجب ہے جس طرح معصومین علیہم الصلوات والسلام کی نصرت واجب ہے کیونکہ وہ ان کے نائب ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت اصالتاً جیسی ہوتی ہے جو رویہ نائب سے رکھا جائے وہی رویہ منیب سے قرار پاتا ہے اس لئے نائب کی نصرت میں کمی کرنا اصل کی نصرت سے منہ موڑنے کے مترادف ہوتا ہے

اس ساری بحث سے یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ جب بھی انسان سے نصرت طلب کی جاتی ہے تو وہ مشن کیلئے ہوتی ہے نہ کہ ذات کیلئے جیسا کہ اللہ

جل جلالہ تو قادرِ مطلق ہے اس لئے اسے کسی مدد کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اس کی ذات کی کوئی مدد کر ہی نہیں سکتا ہاں اگر اس نے نصرت طلب فرمائی ہے تو اپنے مشن کیلئے طلب فرمائی ہے، اپنے مقاصد کیلئے فرمائی ہے

عرفائے عظام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ آسمانوں پر معصومین علیہم الصلوات والسلام سے مدد لیتا ہے یعنی اپنے مشن کی نمائندگی کیلئے اپنی ذات کی ترجمانی کیلئے وہ معصومین علیہم الصلوات والسلام سے مدد لیتا ہے اور زمین پر معصومین علیہم الصلوات والسلام اس کی ترجمانی و نمائندگی کے اظہار کیلئے اس سے مدد لیتے ہیں تو دوسری طرف اس کے مشن و مقصد کی تکمیل کیلئے مومنین سے مدد لیتے ہیں جو اللہ جل جلالہ اور اس کے مشن و مقصد کی نصرت قرار پاتی ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک عظیم حقیقت ہے کہ واقعہ کربلا کو اگر کسی بھی معیاری علم کے میگنی فائنگ گلاس(Magnifying Glass) سے دیکھیں تو اس ایک لمحاتی واقعہ میں اس علم کیلئے رہنمائی کرنے والا بھرپور مواد میسر آتا ہے

دیکھئے انقلابیات کا کوئی بھی سٹوڈنٹ جانتا ہے کہ انقلاب ایک مشن ہوتا ہے اور جب بھی کوئی لیڈر اس انقلاب میں نصرت طلب کرتا ہے تو اس سے مراد مشن کی نصرت ہوتی ہے فرد کی نہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی نصرت طلب کرنے والے کا مقصد ہی زندگی بچانا ہو تو وہ اس کیلئے بھی نصرت طلب کرسکتا ہے لیکن مشن والے لوگ ذات کیلئے نہیں مشن و مقصد کیلئے نصرت طلب کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے سامنے واقعۂ کربلا ہے

اس میں آپ دیکھیں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے متعدد مرتبہ نصرت طلب فرمائی ہے

اور کئی مرتبہ فرمایا ہے ''هَل مِن نَاصِرٍ یَنصُرنَا ؟ '' یعنی کیا کوئی نصرت کرنے والا ہے جو ہماری نصرت کرے؟ یہ استفہامیہ جملہ ہے اس استفہام کا جواب کئی طرح سے ملا جیسا کہ ملکوت نصرت کیلئے آئے ،اور آ کر عرض کیا مولا آپ ہمیں اجازت دیں ہم آنِ واحد میں اس فوج روسیاہ کو واصل جہنم کر دیں گے آپؑ نے فرمایا ہمیں آپ کی نصرت کی ضرورت نہیں ہے

ارواح انبیا علیہم السلام آئیں اور عرض کیا آقا ہمیں اجازت فرمائیں ہم آپ کی نصرت میں جہاد کرنا چاہتے ہیں یہ فوج شام ہمارے سامنے چند چیونٹیوں کے برابر بھی نہیں ہے

آپ نے فرمایا ہمیں آپ کی نصرت کی بھی ضروت نہیں ہے

اس کے بعد لشکر ہائے جنات حاضر ہوئے زعفر بن راحیل اپنی فوجِ جنات کے ساتھ آیا تو اس نے دیکھا کہ نصرت کیلئے حاضر ہونے والوں کا ایسا روحانی وملکوتی مجمع ہے کہ اسے 16 میل دور جگہ ملی اور اس نے وہاں سے عرض کیا مولا آپ ہمیں نصرت کی اجازت عطا فرمائیں ہم اس لشکر کفار کو آنِ واحد میں تباہ و برباد کر سکتے ہیں مگر جواب ملا ہمیں تمہاری نصرت کی ضرورت نہیں ہے نصرت کی غرض سے آنے والے آ رہے تھے وہ اپنا فرض ادا کر رہے تھے مگر مصلحت وقت کے تحت کسی کی نصرت قبول نہیں فرمائی گئی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نصرت کرنے والے مفہوم نصرت نہیں سمجھ رہے تھے وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہاں افراد کی نصرت کرنا ہے جبکہ نصرت تو مشن و مقصد کے حصول کیلئے ہوتی ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ نصرت ہوتی ہی ہمیشہ مشن و مقصد کی ہے یعنی جو لوگ کربلا میں

طلبِ نصرت کو افراد کی نصرت سمجھ رہے تھے ان کی لبیک قبول نہیں ہوئی ان لوگوں کو مفہوم نصرت نہ سمجھنے کی وجہ سے ناکام لوٹنا پڑا کیونکہ نصرت مشن کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی

دوستو!...... آپ دیکھیں کہ جس وقت ملکوت و جنات کی مدد ٹھکرائی جا رہی تھی عین اس وقت ایک چھ ماہ کے معصوم نے عرض کیا بابا جان علیک الصلوات والسلام اگر مناسب سمجھیں تو ہم آپ کی نصرت کرنا چاہتے ہیں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اس معصوم کی نصرت قبول فرمالی کیونکہ وہ معصوم مشن کی تکمیل میں بہت بڑا کردار ادا کرسکتا تھا اور کر بھی گیا آپ دیکھیں کہ جو کام اس چھ ماہ کے معصوم علیہ الصلوات والسلام نے انجام دیا وہ سارے جوانانِ بنی ہاشم علیہم الصلوات والسلام مل کر بھی انجام نہ دے سکے اپنے پاک بابا علیہ الصلوات والسلام کے دست شفقت پر قرآن کی طرح بلند ہو کر اس پاک شہزادے علیہ الصلوات والسلام نے نصرتِ مظلوم کا جو باب رقم کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایک لافانی اور ابدی درسِ نصرت ہے

جس نے تمام ظالمین اور دشمنانِ وحدانیت کی زبان بند کر دی اور کائنات کو حیرت و استعجاب میں ڈبو کر ثابت کر دیا کہ امامِ وقت علیہ الصلوات والسلام کے مقصد اور مشن کی نصرت کا حق اس طرح ادا کیا جاتا ہے اور یہ حق عظیم کسی بھی شخص پر کسی بھی حال میں ساقط نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی عذر قابل قبول ہے

آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ مولائے کائنات شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہمیں وہ سعید ترین وقت جلد از جلد دکھائیں کہ جب ان کا وہ مشن اور پاک مقصد پورا ہونا ہے کہ جس کی خاطر میدان کربلا میں چھ ماہ کے معصوم تین روز کے پیاسے شہزادۂ ذی

وقار جناب علیؑ اصغر علیہ الصلوات والسلام نے بہن کے قلب مضطر سے زیادہ نازک گلوئے اطہر پر ظالم کا تحفہ ہنس کر قبول فرمایا

اور یہ بھی دعا ہے کہ اس دورِ ظلمت میں ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے اور اپنے امام وقت عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے نصرت کی توفیق ملے اور ہم ان کے نقش کفِ نعلین پر اپنی جان نچھاور کر کے ان کی رضا کو حاصل کرسکیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

الحمد لله و شکراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنی من انصارهٖ و اشیاعهٖ و اعوانهٖ و الذابین عنه والمستشهدین بین یدیه طائعا غیر مکره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب چہارم

مقصد ناصرین

اے حاملین جذبۂ نصرت!

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقصدِ کائنات کوکئی طرح سے بیان کیا گیا ہے اور کئی طرح کے مقاصد بیان ہوئے ہیں مگر جب ہم ''عبدیاتی عرفانیات'' کے حوالے سے دیکھتے ہیں [جو عرفانیات کی ایک شاخ ہے] تو ہمارے سامنے صرف ایک ہی مقصد آتا ہے اور وہ مقصد حیات یہ ہے

ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت اِلٰہیہ کا قیام

اگر آپ اس ایک مقصد کی پرتیں کھولتے چلے جائیں گے تو سارے مقاصد اعلیٰ اسی ایک مقصد کے اندر پوشیدہ نظر آتے چلے جائیں گے کیونکہ اس دور کا ''جامع و مانع مقصد حیات'' یہی ایک ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کا قیام ہو جائے اب اس کی کچھ پرتیں ہم اتار کر دکھاتے ہیں

ایک مقصد یہ بیان ہوا تھا کہ مقصد اعلیٰ رضائے اِلٰہی کا قیام ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رضائے اِلٰہی کے مظہر ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ہیں اگر رضائے اِلٰہی کا قیام کرنا ہوگا تو اس میں ہمارے لئے تو رضائے اِلٰہی کو معلوم کرنے کا بھی کوئی

www.khrooj.com

دوسرا طریقہ موجود نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اس کی رضا و عدم رضا کا واحد پیمانہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں ہم ان کے آئینے میں عکس اِلٰہی دیکھتے ہیں اور ان کے تیور دیکھ کر اللہ جل جلالہ کی رضا و غضب وسخط و سرور کا پتہ چل سکتا ہے بلا واسطہ تو کوئی بھی اس کے بارے میں معلوم نہیں کر سکتا اس لئے ہمارے سامنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی خوشنودی ہی میں سبھی کچھ مل جاتا ہے اسی طرح آخرت کی کنفرمیشن (Confermation) یا یقین دہانی ہے یا نجات ہے یا کوئی بھی مقصد ہے وہ اس ایک مقصد کے اندر موجود ہے اسی طرح اللہ جل جلالہ کی رضا کا نفاذ بھی انہی کی حکومت کے قیام میں ہے

اس لئے ناصرین اِلٰہی کا واحد مقصد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت ظاہری کا قیام ہے

متصادماتِ داخلی و خارجی

دوستو! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشن جتنا بڑا ہوتا ہے اس کے سامنے رکاوٹیں یا مانعات و متصادمات اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں اگر ہم ان رکاوٹوں کو دو بنیادی قسموں میں تقسیم کرنا چاہیں تو وہ اس طرح بنتی ہیں

(1) متصادماتِ داخلی ...... یہ انسان کی انفرادی اور اندرونی رکاوٹیں ہوتی ہیں

(2) متصادماتِ خارجی ...... یہ بیرون ذات کی رکاوٹیں ہوتی ہیں آگے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ......(i) متصادمات انفرادی (ii) متصادمات اجتماعی

دوستو! ...... آپ نے دیکھا ہوگا کہ انسان جب کوئی اہم کام کرنا شروع کرتا ہے تو اس میں رکاوٹیں آتی ہیں اس میں بعض انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والی رکاوٹیں ہوتی ہیں جن کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جیسا کہ

( ) اضطراری رکاوٹیں ...... بیماریاں یا مجبوریاں جو ذات یا جسم سے تعلق رکھتی ہوں

( ) نفسی رکاوٹیں ...... جیسے انسان کی طبیعت یا نفس اس کام کی طرف مائل نہیں ہوتا

( ) مقدروی رکاوٹیں ...... جیسے مالی کمزوریاں یا جسمانی کمزوریاں

( ) وقتی رکاوٹیں ...... جیسے انسان اور کام میں وقت حائل ہو جاتا ہے

اسی طرح کی اور بھی بہت سے قسمیں ہوتی ہیں

( ) اجتماعی رکاوٹیں یعنی معاشرہ یا ملکی قانون یا سماجی رکاوٹیں ہیں یا خاندانی رکاوٹیں ہیں یا گھر والوں کی طرف سے رکاوٹیں ہیں یہ سب خارجی رکاوٹیں شمار ہوتی ہیں جو انسان کے مشن سے متصادم ہوتی ہیں تو کبھی انسان ان سے جیت جاتا ہے اور کبھی یہ انسان سے جیت جاتی ہیں یعنی انسان جب کسی مشن پر کام کرنا شروع کرتا ہے تو اس سے کئی چیزیں متصادم ہوتی ہیں ان میں سے کچھ اس کی داخلی یعنی اندرونی چیزیں ہوتی ہیں کچھ اس کے باہر کی چیزیں ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں انفرادی طور پر اس سے متصادم ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں اجتماعی طور پر اس سے متصادم ہوتی ہیں یعنی جب انسان کسی مشن پر کام کرتا ہے تو کائنات کی ہر چیز کسی نہ کسی مقام پر اس سے متصادم ضرور ہوتی ہے

دوستو! ......انہی تصادمات میں کسی مشن پر کام کرنے والے فرد کو اپنی ذات کیلئے مدد یا اپنے مشن کیلئے نصرت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے

دوستو! ......اعتباراتی تناظر میں دیکھا جائے تو نصرت کی دو قسمیں نظر آتی ہیں

( ) عمومی ......( ) خصوصی

عمومی طور پر ہر وہ شخص ناصر ہے جو کسی کے مشن میں شامل ہوتا ہے یا کسی کے ساتھ دلی

وابستگی رکھتا ہے یعنی جو باطل کے ساتھ اٹیچ منٹ (Attachment) رکھتا ہے وہ باطل کا ناصر ہے اور جو حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے وہ حق کا ناصر ہوتا ہے جیسا کہ شہنشاہ معظم عالم علم علیم امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں لکھا ہے

☆ اِنَّہُ قَالَ لِجَمَاعَۃٍ مِن شِیعَتِہِ اَنتُم شِیعَۃُ آلِ مُحَمَّدٍؐ وَاَنتُم شَرطُ اللّٰہِ وَاَنتُم اَنصَارُ اللّٰہِ وَاَنتُم الطَّیِّبُونَ وَنِسَائُکُمُ الطَّیِّبَات...... (تفسیر فرات)

شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام نے شیعوں کی ایک جماعت سے فرمایا تمہی آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی پیروی کرنے والے ہو اور تمہی اللہ جل جلالہ کے سپاہی ہو اور تمہی اللہ جل جلالہ کی نصرت کرنے والے ہو اور تم اور تمہاری مستورات ہی پاک وطیب ہیں

صاحبان لغت نے نصرت کے بہت سے معنی لکھے ہیں جیسا قاموس اور المنجد میں لکھا ہے نصرت کے معنی ہیں اعانت کرنا، مظلوم کو ظلم سے نجات دینا یا دِلانا، دشمن سے خلاصی دینا، انتقام لینا، حسن معونت، نصرت میں تعاون کرنا، اہتمام نصرت کرنا، دشمن کے خلاف مدد دینا، بارش کا بھرپور برسنا

کیونکہ ہر شیعہ آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی دینی اعانت کرتا ہے مالی طور پر مدد کرتا ہے جماعتی بنیاد پر مخالف قوتوں کے خلاف اجتماعیت فراہم کرتا ہے اور بوقت ضرورت نصرت خاص کا اہتمام کرتا ہے اور دین حق کی تبلیغ کرتا ہے اس لئے عمومی طور پر ہر شیعہ جو واقعی شیعہ ہے وہ ایک ناصر ہے

خصوصی نصرت میں یہ تعمیم نہیں ہوتی بلکہ وہ انسانوں میں سے خاص لوگ ہوتے ہیں ان کیلئے شیعہ ہونا شرط نہیں ہوتا بلکہ جو بھی نصرتِ امام علیہ الصلوات والسلام کرتا ہے وہ ناصر شمار ہوتا ہے چاہے وہ عیسائی ہے، یہودی ہے، ہندو ہے، سکھ ہے، بدھ ہے، جین

ہے، جو بھی ہے وہ ناصر ہوتا ہے جیسا کہ ہم واقعات کربلا میں دیکھتے ہیں کہ بعض عیسائیوں نے نصرت کی، راہ شام میں کچھ یہودیوں نے نصرت کی، حالانکہ انہوں نے کلمہ بھی نہیں پڑھا تھا مگر وہ شہدا میں شامل ہیں اسی طرح سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت بعض عیسائیوں نے کی اور کلمہ بھی نہیں پڑھا مگر انہیں ناصرین میں شامل کیا جاتا ہے جیسا کہ شہنشاہ حبشہ جناب نجاشی ہیں کہ جنہوں نے ظاہراً کلمہ نہیں پڑھا تھا مگران کی وفات کے وقت سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا غائبانہ نماز جنازہ تک ادا فرمایا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں اور اسلام کی نصرت کی اسی نصرت کو ان کا کلمہ قرار دیا گیا، دوسری طرف جن لوگوں نے ظاہراً کلمہ پڑھ لیا اور پھر نصرت سے دست کش ہوگئے یا مخالفت کرتے رہے تو انہیں منافقین قرار دیا گیا اور ان کے کلمہ کو جھوٹ اور فراڈ قرار دیا گیا

دوستو!......اس بات سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اصل کلمہ ادائیگی نصرت ہے اگر یہ نہ ہو تو کلمہ پڑھنا بھی سودمند نہیں ہوتا انسان کلمہ پڑھنے کے باوجود مسلمان نہیں ہوتا بلکہ منافقین ومخالفین اسلام میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں ہے

☆اَلَم تَرَ اِلَی الَّذِینَ نَافَقُوا یَقُولُونَ لِا خوَ انِهِمُ الَّذِینَ کَفَرُوا مِن اَهلِ الکِتٰبِ لَئِن اُخرِجتُم لَنَخرُجَنَّ مَعَکُم وَلَا نُطِیعُ فِیکُم اَحَدَا اَبداً وَّ اِن قُلوتِلتُم لَنَنصُرَنَّکُم وَ اللَّه یَشهَدُ اِنَّهُم لَکٰذِبُونَ ....(الحشر آیہ 11)

کیا آپ نے اُن لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو منافق ہوگئے وہ اپنے اُن بھائیوں سے جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم ضرور بالضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بھی کبھی

اطاعت نہ کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور مدد کریں گے، اور اللہ ﷻ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں

محبت کی تین شدتیں

الفت

دوستو!......میں یہ بات کئی مرتبہ دہرا چکا ہوں اور دہراتا رہوں گا کہ اصطلاحِ حقائق کا اعادہ کرنا مذموم نہیں ہوتا جیسا کہ کلام اِلٰہی میں بھی اعادہ موجود ہے اور میں یہ عرض کرتا رہا ہوں کہ انسان کی محبت کی تین شدتیں ہوتی ہیں اور عربی میں ان تین شدتوں کیلیئے علیحدہ علیحدہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان میں سے محبت کا سب سے پہلا درجہ الفت کہلاتی ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں مولفۃ القلوب کا ذکر ہوا کہ جنہیں مالی امداد و اعزازات کے ذریعے ہمنوا بنایا جائے یعنی جس کی دوستی میں انسان مال کی حد تک قربانی دے سکے اسے الفت کہتے ہیں جیسا کہ اسلامی مال کی تقسیم کا جو دستور عطا فرمایا گیا ہے اس میں فقرا و مساکین کے ساتھ مولفۃ القلوب کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے

☆ للفقراء المساكين والعاملين عليها والمولفة قلوبهم

یعنی فقرا اور مساکین اور عاملین یعنی جو کارندے ہیں اور ان لوگوں پر مال خرچ کرنا ہے جن کی تالیف قلب کرنا مقصود ہو (یعنی جنہیں مال دے کر اپنی ذات سے مانوس کیا جائے) تاکہ وہ دین حق کی مخالفت نہ کریں جبکہ وہ لوگ دلی دوست نہیں مانے جاتے

محبت

اسی طرح دوسری شدت ہوتی ہے جسے عربی میں ''حب ومحبت'' کہا جاتا ہے محبت

پیار کی ایسی شدت کو کہتے ہیں جس میں انسان جان تک کی بازی لگانے میں خسارا محسوس نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ اس دوستی میں جان دینا گھاٹے کا سودا نہیں ہے اس لئے کہتے ہیں کہ جان صدقہ ہے عزت و ناموس کا اور عزت و ناموس سے محبت کرنا عین فطرت ہے

دوستو! ...... یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے متعدد مقامات پر کچھ افراد سے اپنی محبت کا اعلان فرمایا ہے اور کچھ افراد سے قطع محبت کا جیسا کہ ارشاد ہے

☆واللہ لایحب المعتدین ......واللہ لایحب الظالمین ......واللہ لایحب من کان مختالًا فخوراً......واللہ لایحب الفساد......واللہ لایحب المفسدین......واللہ لایحب کل کفار اثیم ......واللہ لایحب من کان خوانا اثیما......وانہ لایحب المسرفین......ان اللہ لایحب کل خوان کفور......انہ لا یحب المستکبرین ......ان اللہ لایحب کافرین......ان اللہ لا یحب الفارحین...... انہ لایحب خائنین

یعنی اللہ جل جلالہ حد سے بڑھ جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ ظالمین سے محبت نہیں کرتا ...... بدمزاج فخر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ فساد سے اور فساد پھیلانے والوں سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ کفر کرنے والے بدکرداروں سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ خیانت کرنے والے بدکردار سے محبت نہیں کرتا خائن سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ اسراف وفضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ کفر کرنے والے کفار سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ...... اللہ جل جلالہ مزاح و مذاق کرنے والوں سے

محبت نہیں کرتا

☆ان اللـه یحب التوابین ......ان الله یحب المتطھرین......ان الله یحب المحسنین...... ان الله یحب المتقین ......ان الله یحب المقسطین......ان اللـه یحب الزین ......ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیلہٖ صفا کانھم بنیان مرصوص

یعنی اللہ جَلّ جَلالہٗ توبہ کرنے والوں، طہارت رکھنے والوں، احسان کرنے والوں، تقویٰ اختیار کرنے والوں، قیام عدل کرنے والوں اور زینت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں

☆قـل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ......اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ اگر تم بھی اللہ جَلّ جَلالہٗ سے محبت کرتے ہو تو پھر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو اس کے نتیجے میں اللہ جَلّ جَلالہٗ بھی تم سے محبت کرے گا جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ محبت پیار کا وہ درجہ ہے جس میں جان کی بازی لگائی جا سکتی ہے اور یہاں اللہ جَلّ جَلالہٗ کی محبت کا ذکر ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ جَلّ جَلالہٗ اپنے ناپسندیدہ افراد پر کسی مومن کے جان دینے کو پسند نہیں کرتا

مؤدت

دوستو!......مؤدت اس محبت کو کہتے ہیں جس پر انسان سب کچھ قربان کر سکے جیسا کہ ہم کفار کے بارے دیکھتے ہیں کہ جب وہ عذاب آخرت کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے اپنی جان چھڑا لیتے ......(معارج آیہ 11)

☆يُبَصَّرُونَهُم يَوَدُّ المُجرِمُ لَو يَفتَدِی مِن عَذَابِ يَومِئِذٍ بِبَنِيهِ

وہ اُن کو دکھلا دیئے جائیں گے، گناہگار خواہش کرے گا کہ کاش اس دن کے عذاب سے (بچنے کیلئے) وہ اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے

☆لَاتَجِدُ قَوماً يُّومِنُونَ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الاٰخِرِ يُوَ آدُّونَ مَن حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَ لَو كَانُوآ اٰبَآءَ هُم اَو اَبنَآءَ هُم اَو اِخوَانَهُم اَو عَشِيرَتَهُم اُولٰئِكَ كَتَبَ فِی قُلوبِهِمُ الاِ يمَانَ وَ اَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنهُ ...... (مجادلہ آیہ 22)

اور آپ ان لوگوں کو جو اللہ جل جلالہٗ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے مؤدت کرتے نہ پائیں گے جنہوں نے اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اگرچہ وہ اُن کے باپ دادا ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قبیلے والے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں (اللہ جل جلالہٗ نے) ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کی تائید روح القدس سے کی ہے ...... (مریم آیہ 96)

☆اِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُو اوَ عَمِلُوا الصَّلِحٰتِ سَيَجعَلُ لَهُمُ الرَّحمٰنُ وُدّاً

بیشک جو لوگ ایمان لا چکے اور انہوں نے نیک عمل کئے (خدائے) رحمٰن ان کیلئے عنقریب ایک محبت قرار دے گا اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے (عنکبوت آیہ 25)

☆ و قال انما اتخذتم من دون الله اوثاناً مودة بينكم فی الحيٰوة الدنيا

اور (ابراہیم نے) فرمایا: ماسوا اس کے نہیں کہ تم نے اللہ جل جلالہٗ کو چھوڑ کر دنیا کی زندگانی میں آپس کی مؤدت کی وجہ سے بتوں کو (معبود) اختیار کر لیا

☆وَمِن اٰيٰتِهِ اَن خَلَقَ لَكُم مِّن اَنفُسِكُم اَزوَاجاً لِّتَسكُنُوآ اِلَيهَا وَ جَعَلَ بَينَكُم مَّوَدَّةً وَّ رحمَةً اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰ يٰتٍ لِّقَومٍ يَّتَفَكَّرُونَ...... (الروم آیہ 21)

اوراُس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیبیاں بھی پیدا کر دیں تا کہ تم اُن کی طرف سے تسکین پاؤ، اوراُس نے تمہارے درمیان مؤدت اور رحمت قرار دی، جولوگ غور وفکر کرتے ہیں یقیناً اُن لوگوں کیلئے ضرور اس میں نشانیاں ہیں

☆ذٰلِكَ الَّـذِي يُبَشِّـرُاللّٰـهُ عِبَـادَهُ الَّـذِيـنَ اٰمَـنُو اوَ عَمِلُوا الصَّلِحٰتِ قُل لَّا اَسئَلُكُم عَلَيهِ اَجراً اِلَّا المَوَدَّةَ فِى القُربىٰ وَ مَن يَّقتَرِف حَسَنَةً نَّزِد لَهُ فِيهَا حُسناً اِنَّ اللّٰهَ غَفُور شَكُور……(شوریٰ آیہ23)

23/42 - یہ وہی ہے جس کی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے اُن بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لا چکے اوراُنہوں نے نیک عمل کئے، (اے رسولؐ!) فرما دیجئے کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے مؤدت رکھو، اور جوکوئی نیکی کمائے گا ہم اُس کیلئے اُس میں نیکی زیادہ کریں گے، یقیناً اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے

دوستو!......ہمیں خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام سے مؤدت کا حکم فرمایا گیا ہے اور یہ تو ہم آپ کے سامنے عرض کر چکے ہیں کہ انسان جب محبت کرتا ہے تو اس کے تین درجے یا تین شدتیں ہوتی ہیں جنہیں الفت، محبت اور مؤدت کہا جاتا ہے اور سب سے شدید محبت کو مؤدت کہا جاتا ہے اس سے پہلے میں اپنے کسی خطاب میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ مؤدت کے دو حصے ہوتے ہیں ''کرہی وطوعی'' یعنی اگر ہم پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام پر ہر چیز قربان کر دیتے ہیں مگر اس میں ان کے منصب کی بلندی اوران کے حقوقِ واجبہ یا ان کے حکم کی تعمیل ہی اصل وجہ ہوتی ہے لیکن اس قربانی پر ہم دل وجان سے خوش نہیں ہوتے تو یہ کرہی مؤدت ہے اور اگر انسان پاک

خاندان علیہم الصلوات والسلام کی محبت میں ہر چیز فدا کر کے دلی طور پر انتہائی خوش ہوتا ہے کہ یہ تو اچھا ہوا ہے کہ ان پر ہر چیز قربان ہوئی اور اس قربانی پر شکر گزار بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے احسان فرماتے ہوئے ہماری قربانی کو قبول فرمالیا ہے یعنی وہ اس پر اس طرح خوش ہوتا ہے جس طرح انسان کسی بھی بڑی نعمت کو پانے پر خوش ہوتا ہے جیسے سیکڑوں مربع زمین، کوٹھی، کار، لاکھوں روپے کا بینک بیلنس پانے پر خوش ہوتا ہے تو یہ مؤدت کا اگلا درجہ ہے جسے ہم طوعی محبت کہہ سکتے ہیں اور اسے عشق کہتے ہیں

عشق کے بارے میں حدیث قدسی میں فرمایا گیا تھا ☆من عشقنی عشقتہٗ ...... یعنی جو ہم پر عاشق ہوتا ہے ہم اس پر عاشق ہو جاتے ہیں

ہمیں اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام سے سب سے پہلے درجے میں مؤدت کا حکم ہے یعنی چاہے دل چاہے یا نہ چاہے ان کی اطاعت کرنا چاہیے ان کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا چاہیے اس کے بعد اگر عشق عطا ہو جائے تو کیا ہی بات ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم عاشقان امام علیہ الصلوات والسلام میں شامل یا نہیں اس کے معلوم کرنے کا کیا پیمانہ ہے؟ کیونکہ ہم اپنا سب کچھ ان کی ذات کو سمجھتے ہیں، ان کی اطاعت، ان کی محبت کو اللہ جل جلالہ کی اطاعت و محبت سمجھتے ہیں، بلکہ ہم انہیں اپنا امیجیٹ گاڈ (Immediate God) سمجھتے ہیں ان کے قصائد اور فضائل سن کر ایسے نعرے مارتے ہیں کہ گلے بٹھا لیتے ہیں کیا یہ سب عشق کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہے؟

موجودہ رویے

دوستو! ......اس دور میں رویوں کے حوالے سے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں بنیادی تین گروہ ملتے ہیں

( ) شیعہ رویہ کہ جوان کے بارے میں ایک نرم گوشہ دلوں میں رکھتے ہیں اپنے بچوں کوشہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا نام پاک یاد کرواتے ہیں دعائے تعجیل فرج کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ ہمارے بارہویں امام شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں مگر ان کے دلوں میں شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے کوئی تڑپ نہیں ہوتی ان میں ایکسپ ٹیشن آف مائنڈ (Acceptation of Mind) تو پائی جاتی ہے یعنی وہ ذہنی طور پر اس پاک ذات کو قبول تو کرتے ہیں مگر ان میں ایکشن (Action) نہیں ہوتا یعنی وہ جذبۂ عمل سے سرشار نہیں ہوتے

دیکھئے اگر ہم شیعہ قوم کا ایک عمومی جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام میں سے سوائے چار پانچ معصومین علیہم الصلوات والسلام کے ان میں کسی بھی پاک ذات کیلئے ایکشن (Action) نہیں ہے صرف ایکسپ ٹیشن (Acceptation) ہی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے چھٹے امام مطلع ولایت کے چھٹے تاجدار امام صادق علیہ الصلوات والسلام وہ ذات ہیں کہ جن کے نام سے ہمارا فرقہ جعفریہ بھی کہلاتا ہے مگر ان کے بارے میں بھی شیعہ قوم میں کوئی ایکشن (Action) نہیں ہے کیونکہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ وہ ہمارے چھٹے امام علیہ الصلوات والسلام ہیں لیکن ان کے مصائب کو بیان کرنے والا کوئی نہیں ہے ان کے فضائل سنانے والا کوئی نہیں ہے، اگر ان کے فضائل سنائے جائیں تو کوئی نعرہ نہیں لگاتا، اور ان کے مصائب پڑھے جائیں تو کوئی رونے والا نہیں ہوتا، اور ان کی شبیہ تابوت برآمد کی جائے تو ان کا نوحہ پڑھنے والا کوئی نہیں ہوتا، ماتم ہوتا ہے تو مرثیہ یا نوحہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا پڑھا جاتا ہے، ذاکرین وخطیب فضائل امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے بیان کریں گے، مصائب کربلا کوفہ وشام کا ہوگا

اور جن کا تابوت ہے یا دن منایا جارہا ہے ان کا ذکر تک نہیں ہے اور نہ ان کو کوئی رونے والا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہمارا ذہن انہیں اپنا امام قبول تو کرتا ہے مگر ان پر ہمارا ایمان نہیں ہے کیونکہ ایمان تو ایکشن (Action) ہے جس میں کیفیات و جذبات بھی شامل ہوتے ہیں جس میں تڑپ ہوتی ہے اور عشق بھی ہوتا ہے جس میں دکھ پر آنسو اور خوشی پر نعرے گونجتے ہیں جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے فضائل پر نعرے پڑتے ہیں اور کربلا، کوفہ اور شام پر ہمارے آنسو جاری ہوتے ہیں ماتم ہوتا ہے گریہ و بکا ہوتی ہے

دوستو!...... ہمارا یہ رویہ اپنے پانچویں امام علیہ الصلوات والسلام سے شروع ہوتا ہے اور بارہویں شہنشاہِ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف تک جاری رہتا ہے ان میں سے ساتویں شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام اور آٹھویں شہنشاہ علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں تھوڑا بہت ایکشن (Action) نظر آتا ہے باقی ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کیلئے تو یہ موجود ہی نہیں ہے بلکہ اس گھر کے سب سے بزرگ شہنشاہ معظم یعنی سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بھی ہمارے ہاں ایکشن (Action) موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو بہت کم ہے اور ''ایمان'' کسی چیز کو ذہن کا قبول کر لینا تو نہیں ہوتا بلکہ اس سے جذباتی وابستگی کا نام ہوتا ہے

( ) اجنبیت والا رویہ...... یعنی کئی لوگ ان سے بالکل ناآشنا ہیں ان کے نام تک سے شناسا نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو ان میں بیگانگی اور اجنبیت کا عنصر غالب ہے

( ) دشمنی والا رویہ...... یعنی یہ گروہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو جانتا ہے پہچانتا ہے مگر پھر بھی دشمن ہے اور ان کے خلاف برسر پیکار رہتا ہے

اس کے اندر پھر کئی ذیلی گروہ ہیں یعنی بعض دشمن صریح ہیں اور بعض دشمن خفی ہیں بعض دشمن برنگ دشمن ہیں اور بعض دشمن برنگ دوست ہیں کئی زبانی طور پر ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور زبانی طور پر ان کے نام لیوا ہوتے ہیں مگر عملی میدان میں ان کے مخالف ہوتے ہیں ان کا کردار شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مشن کو نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے

دوستو!...... میں یہی عرض کر رہا تھا کہ ایمان ایکشن (Action) ہوتا ہے صرف ایکسپ ٹیشن آف مائنڈ (Acceptation of mind) کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی کچھ اہمیت و حیثیت ہے بعض لوگ ہوتے ہیں جو اپنے رشتہ داروں کو قبول تو کرتے ہیں یعنی انہیں اپنا رشتہ دار مانتے تو ہیں مگر ان کے ساتھ ان کا رویہ اجنبیوں جیسا ہوتا ہے ان کے رشتہ داروں پر کوئی بڑی سے بڑی قیامت گزر جائے تو بھی انہیں دلی طور پر صدمہ نہیں ہوتا یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ دنیاداری و رواداری کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے افسوس کیلئے چلے جائیں مگر انہیں دلی افسوس نہیں ہوتا ہمیں اس آئینے میں اپنی صورت دیکھنا چاہیے کہ کیا جب شہنشاہ معظم امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام کا روز شہادت منایا جا رہا ہو یا شہنشاہ معظم امام جعفر الصادق علیہ الصلوات والسلام کا روز شہادت منایا جا رہا ہو تو کیا ہمارے جذبات میں کوئی دکھ کی مہیج پیدا ہوتی ہے؟ ہم ماتم میں چلے جاتے ہیں عزاداری میں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کا ذکر ہوتا ہے تو رو بھی لیتے ہیں مگر ہمارے آنسو کبھی باقی معصومین علیہم الصلوات والسلام کے غم میں بھی جاری ہوئے ہیں یا وہ تڑپ جو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں ہے وہ باقی معصومین علیہم الصلوات والسلام کے بارے میں بھی ہوتی ہے

8 آٹھ ربیع الاول کے دن ہمارے گیارہویں شہنشاہ معظم جناب ابومحمد العسکری علیہ الصلوات والسلام کا روز شہادت ہوتا ہے اکثر جگہوں پر تو یہ دن منایا ہی نہیں جاتا اور جہاں منایا جاتا ہے کیا وہاں ہمارے دل میں ان کی شہادت کا بھی کوئی درد ہوتا ہے؟

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنی دلی اور جذباتی وابستگی کے لحاظ سے اس سارے پاک گھر کے ساتھ برابر کا رویہ رکھنا چاہیے آج یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض معصومین علیہم الصلوات والسلام کے ایام شہادت منائے جاتے ہیں اور ذاکرین سے فرمائش ہوتی ہے کہ وہ ان کا مضمون پڑھیں تو وہ اصل واقعہ بیان کرنے کی بجائے وضعی مضمون بیان کرکے رلانے کا عمل کرتے ہیں اگر ہمارے جذبات ان مقدس ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کے ساتھ پوری طرح جڑے ہوئے ہوتے تو کسی مقرر کو خود ساختہ دردناک کہانی بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی شخص کا کوئی دوست یا کوئی رشتہ دار فوت ہوجاتا ہے تو اسے کسی دردناک کہانی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کی جدائی کی ٹیس کو قلب میں محسوس کرکے بے تحاشہ رورہا ہوتا ہے اگرچہ سارے اسے دلاسہ دے رہے ہوتے ہیں چپ کروانے میں مصروف ہوتے مگر وہ روتا ہے اور یہاں رلانے کیلئے داؤ استعمال ہورہے ہوں تو پھر ہماری محبت میں کہیں نہ کہیں نقص ضرور ہے

میں عموماً شیخ العرفا جناب آغا جان زنجانی نوراللہ مرقدہ کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے آیئے آج رات ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی جدائی وغیبت پرمل کرگریہ کریں گے وہاں ان کی محفل میں کوئی دردناک کہانی بیان نہیں کی جاتی تھی بلکہ مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کی جدائی کی تڑپ کو محسوس کیا جاتا تھا اور

سارے محبّ اپنے پاک محبوب عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہجر میں تڑپ تڑپ کر روتے تھے

دوستو! جب تک ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو اپنا محبوب نہیں سمجھیں گے ان کی جدائی کی تڑپ پیدا ہی نہیں ہوگی اور ہمیں ان کی کمی محسوس بھی نہیں ہوگی جب ہم ان کی کمی تک محسوس نہیں کر رہے ان کی زیارت کیلئے مشتاق ہی نہیں ہیں تو ان کی نصرت کیا کریں گے؟

ہمیں تو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے روز وشب کیسے گزر رہے ہیں؟ ہم ان کی کیا نصرت کر سکتے ہیں؟ یا یہ کہ کیا انہیں ہماری کسی نصرت کی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟

یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پردہ غیبت میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں اور انہوں نے زیارت ناحیہ مقدسہ میں فرمایا ہے کہ

☆لَابکَیَنَّ لَكَ بَدلَ دَمُوعَ دَماً ......اے جد مظلوم علیک الصلوات والسلام ہم آپ پر پانی کے بدلے خون کے آنسو بہا رہے ہیں

ہمارے ایک ملنے والے مولوی صاحب ہیں انہیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت ہوئی اور وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی کربلا معلیٰ میں زیارت کی ہے وہ اللہ جل جلالہ کی قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف میدان کربلا میں تشریف فرما ہیں اور میں نے ان کی آنکھوں میں خون کے آنسو خود دیکھے ہیں اس کے بعد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے مجھے کربلا معلیٰ کی زمین پر بکھری ہوئی لاشوں کا منظر دکھایا تو میں نے دیکھا کہ کٹے ہوئے اعضا اور خون میں غلطان لاش ہائے اطہر زمین پر بکھری ہوئی تھیں، اس وقت شہنشاہ

زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے ان لاشوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اب ان لاشوں کو دیکھ کر بتاؤ ہمارا کیا بچا ہے؟ کیا تم اب بھی ہماری نصرت نہیں کرنا چاہتے؟ اگر کر سکتے ہو تو ہماری نصرت کرو

آیئے ہم سب مل کر ان کے غم اور مصائب کے خاتمے کیلئے دعا کریں اور یہ دعا کریں کہ اب تو ان کے اجدادِ مظلوم علیہم الصلوات والسلام کا انتقام ہو ان کے صدیوں کے ویران گھر دوبارہ آباد ہوں اور ان کے گھر میں ابدی خوشیوں کا قیام جلدی ہو جائے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شکراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنی من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه
طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب پنجم

جہاتِ نصرت

اے حاملین جذبۂ نصرت!

ہم بار بار یہ بات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا چاہیے صرف ہم ہی نہیں بلکہ سارے عرفا عظام رضوان اللہ علیہم ہمیشہ یہی فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا عمل نصرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دینِ حق کی فرمائشات اور اصول وفروع کو کسی ایک جملہ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے **''نصرت امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام''**

دوستو!......اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نصرت ایک مبہم لفظ ہے جو تشریح طلب ہے اس کی ایک تعریف یا وضاحت ضروری ہے اور ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نصرت کیا ہے تاکہ ہم نصرت کرسکیں اس لئے میں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ نصرت کیا ہے؟

دوستو!...... بات یہ ہے کہ جب انسان سے کوئی نصرت طلب کرتا ہے تو سب سے پہلے اس نصرت طلب کرنے والے کے بارے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کا غالب حوالہ کیا ہے؟ پھر اس غالب حوالے کے مطابق نصرت کے مرادات کا تعین ہوتا ہے

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ملک میں طوفان آتا ہے یا زلزلہ آتا ہے تو وہ ملک دوسرے ملکوں سے نصرت و مدد کی اپیل کرتا ہے اسی طرح ایک عالم کسی عالم سے نصرت کی اپیل کرتا ہے اسی طرح ایک مفلس کسی امیر سے نصرت طلب کرتا ہے اسی طرح ایک زدوکوب ہوتا ہوا آدمی لوگوں سے مدد طلب کرتا ہے ان سب حوالوں کی وجہ سے ''مراداتِ نصرت'' جدا جدا ہوتی ہیں اور نصرت کرنے سے پہلے یہ دیکھنا لازم ہوتا ہے کہ نصرت طلب کرنے والا عالم ہے تو وہ علمی نصرت طلب کر رہا ہوگا اگر کوئی مفلس ہے تو مالی نصرت طلب کر رہا ہوگا اگر کوئی مظلوم ہے تو وہ مالی مدد نہیں مانگتا نہ اسے علمی نصرت کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ وہ مددگاری فریادرسی طلب کر رہا ہوتا ہے اسی طرح نصرت کے مقاصد و مرادات کا تعین نصرت طلب کرنے والے کے غالب حوالے کی رو سے ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا غالب حوالہ کیا ہے؟

اسی طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات نصرت طلب کرنے والے کا غالب حوالہ کوئی ایک نہیں ہوتا بلکہ متعدد ہوتے ہیں مثلاً کوئی شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوکر کہتا ہے کہ

❁ ...... میں ایک مسافر ہوں ❁ ...... رات گزارنے کیلئے جگہ بھی نہیں ہے

❁ ...... دو دن کا بھوکا ہوں ❁ ...... مریض ہوں کسی ہسپتال میں داخلہ نہیں ملتا

❁ ...... مفلس ہوں علاج کیلئے پیسے بھی میرے پاس نہیں ہیں

دیکھئے اس شخص نے اپنی مدد و نصرت کے پانچ حوالے دیئے ہیں اس لئے جب متعدد حوالے سامنے آئیں تو پھر جس کی نصرت کرنا ہوتی ہے اس کے حوالوں کی ایک

www.khrooj.com

ترتیب بنائی جاتی ہے ان کی رینکن گ (Ranking) کی جاتی ہے اور پریاریٹیز(Priorities) کا تعین کیا جاتا ہے کہ کون سے حوالے سے پہلے نصرت اور مدد کرنا چاہیے اور کس حوالے کو اوّلیت اور ترجیح دی جائے جیسا کہ اس نے کہا میں بھوکا ہوں تو سب سے پہلے اسے کھانا کھلانے کی ضرورت ہے اس کے بعد اسے رہائش دینا ہے اس کے بعد اس کے ہسپتال میں داخلے کا انتظام کرنا چاہیے یعنی اگر حوالے جمع ہو جائیں تو اس کی ترجیحات متعین کرنا ضروری ہوتی ہیں اور ان سے جو حوالہ سب سے اہم ہوگا اسی حوالے سے نصرت کو ترجیح دینا ہوتی ہے دوسرے نمبر کا کون سا ہے اور سب سے کم کمترین حوالہ کون سا ہے بلاتشبیہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا کوئی ایک حوالہ نہیں ہے بلکہ ان کی نصرت کے 114 حوالے بنتے ہیں کہ جن حوالوں سے ہمیں نصرت کرنا ہے یہ بات بھی یاد رہے کہ اس میں سے کچھ حوالے ظاہری ہیں اور کچھ حوالے باطنی ہیں

تعارف

دوستو! ......اگر کوئی انسان شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا چاہتا ہے تو اسے دو حوالوں کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے

۞ ...... سب سے نچلے درجہ کا حوالہ ۞ ......سب سے اوپر والے درجہ کا حوالہ

سب سے نچلے درجے کا حوالہ یہ ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کائنات کے محسن ہیں بقا بخشِ جہان ہیں اور ہم جن کا کلمہ پڑھتے ہیں، جن کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں، جن کی عزاداری اور ماتمداری کو نجات کا سبب مانتے ہیں یہ ان کے منتقم بھی ہیں ان کی بارہ دستاروں کے وارث بھی ہیں اور ہمارے زمانے کے مالک بھی ہیں اور انہی

کے نام پاک کے حوالے سے کل ہمیں میدان حشر میں بلایا بھی جانا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ انہی کی ذات سے کوئی آشنا نہیں ہے ان کے فضائل، ان کے حقوق، ان کے فرائض اور ان کے اختیارات وتصرفات سے کوئی کما حقہ آشنا نہیں ہے بلکہ انہی کی نام لیوا جماعت میں ان کیلئے ایک اجنبیت کی فضا جمی ہوئی ہے اس لئے ایک اجنبی شہنشاہ کے حوالے سے سب سے پہلے جو کام کرنا ہے وہ ہے ان کا تعارف کروانا یعنی ساری مخلوق میں ان کے بارے میں جو اجنبیت کی فضا ہے اسے توڑنا ہے

دوستو!......حوالے کو بھی ہم نے خود متعین نہیں کیا ہے بلکہ یہ حوالے بھی ہمیں ان کے اجداد طاہرین آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام نے فرمائے ہیں جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے آخری نور نظر ہمارے منتقم طرید ہوں گے اور ہمارے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے منقولہ القاب میں سے ایک لقب ہے طرید عجل اللہ فرجہ الشریف ۔طرید اس شخصیت کو کہا جاتا ہے کہ جسے جبراً ہانک کر نکال دیا جائے جسے اپنے وطن یا گھر سے جبراً نکالا گیا ہو یا جنہیں اپنے اور غیر سب نے ٹھکرا دیا ہو

دوستو!......مظلومیت کی اقسام میں سے ایک ''تطرد'' ہے......اس کے لغوی معنی تو ہیں ہانک کر بھگا دینا، نکال باہر کرنا، جلا وطن کرنا، بے گھر کرنا، نفرت سے نکال دینا

دوستو!...... جب ہم چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کی زیارات وروایات کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان ذوات علیہم الصلوات والسلام میں سے دو معصوم شخصیات ؑ ایسی ہیں کہ جنہیں طرید کہا گیا ہے پہلی شخصیت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں اور دوسرے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں کہ جنہیں طرید کہا گیا ہے ان میں سے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو خصوصی طور پر طرید کہا گیا اور ان کے اولین جو 182 اسما حسنیٰ ہیں ان میں ایک نام

www.khrooj.com

پاک طرید بھی ہے
دوسرا نام ہے بئر معطلہ عجل اللہ فرجہ الشریف یعنی شفاف پانی کا ایسا کنواں جسے لوگوں نے ترک کر دیا ہو اسی طرح کے بہت سے اسمائے مبارکہ ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ وہ مظلوم ذاتؑ ہیں کہ جنہیں خلقت نے عمداً چھوڑا ہوا ہے یا لوگوں نے جن سے جان بوجھ کر منہ موڑ لیا ہے یا ناطہ توڑ لیا ہے
دوستو!......اس حوالے سے ہم دیکھیں گے تو پھر ہمیں سب سے پہلے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کروانا ضروری ہوگا اوران کی اہمیت اورضرورت کوعوام کے سامنے لانا ہوگا کیونکہ جب تک تعارف نہیں ہوگا ان کی اہمیت معلوم ہی نہیں ہوگی تو پھران کے بارے میں کوئی کیسے سوچے گا ان کی اہمیت معلوم نہیں ہوگی تو انہیں کوئی کیسے طلب کرے گا؟

دوائرنصرت

دوستو!......نصرت امام علیہ الصلوات والسلام کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک داخلی پہلو ہوتا ہے اوردوسرا خارجی پہلو ہوتا ہے یعنی داخلی پہلو میں تو انسان شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قانون ونظام کو اپنی ذات پر اپلائی(Apply) کرتا ہے اوران کے اوامر ونواہی کو اچھی طرح فالو(Follow) کرنے کی کوشش کرتا ہے۔نصرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا دوسرا پہلوخارجی پہلو ہوتا ہے اس میں فرد کی بات نہیں ہوتی بلکہ معاشرے اور سوسائٹی(Society) کی بات ہوتی ہے یعنی اس میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کاعمل دوسرے لوگوں میں جاری کیا جاتا ہے
دوستو!اس پہلو میں جونصرت ہوتی ہے وہ سامنے والے افراد کے حساب سے ہوتی

ہے یعنی نصرت کا تعین اس جماعت کو دیکھ کر کیا جاتا ہے جس میں عمل نصرت جاری کرنا ہو

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے حوالے جب معاشرے کو دیکھا جائے تو اس میں تین حالتیں پائی جاتی ہیں

( ) شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دوست مگر حق دوستی ادا نہ کرنے والے

( ) شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بدنصیب دشمن جو عمداً یا سہواً دشمنی اور بغض رکھتے ہوں

( ) شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے بالکل ناآشنا اور اجنبی لوگ جو ان کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتے ہوں

ان تین صورتوں کو دیکھ کر وہاں نصرت کا تعین کیا جاتا ہے کہ وہاں نصرت کیسے کی جا سکتی ہے؟ اس لئے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی بھی ہمارے سامنے تین صورتیں آ جاتی ہیں یعنی ( ) نصرت در دشمناں ......( ) نصرت در دوستاں ......( ) نصرت در اجنبیاں

اب سب سے پہلے ہمیں دشمنی اور دوستی کی حدود و مفہوم کو سمجھنا ہوگا اس کے بعد دشمنی اور دوستی کی اقسام کو سمجھنا ہوگا اس کے بعد نصرت کی بات ہوگی

حلقۂ دشمناں

دوستو! ......شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے دشمنی کے ضمن میں فرمایا تھا کہ دشمنی کی تین حالتیں ہوتی ہیں ایک تمہارا دشمن ہوتا ہے، دوسرا تمہارے دوست کا دشمن ہوتا ہے وہ بھی تمہارا دشمن ہوتا ہے، تیسرا تمہارے دشمن کا دوست ہوتا ہے وہ بھی تمہارا دشمن ہوتا ہے

دوستو!...... جوتمہارا بلا واسطہ دشمن ہوتا ہےاس کی آگے چار قسمیں ہوتی ہیں

()عام دشمن ()خفی دشمن () خاص دشمن () اخص دشمن

عام دشمن

دوستو!...... عام دشمنی جو ہوتی ہےاس کی دو قسمیں ہوتی ہیں () بلا واسطہ () بالواسطہ

بلا واسطہ دشمن...... جو ہوتا ہے وہ کوئی بڑی دشمنی نہیں کرسکتا مگر اسے آپ کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی وہ حسد کرتا ہے، کینہ رکھتا ہے، رقابت محسوس کرتا ہے، آپ کا اچھا پہناوا، اچھا کھانا پینا، ماحول میں عزت ووقار، اچھا گھر، اچھی حالت اسے اچھی نہیں لگتی بلکہ وہ آپ سے ہر بات میں جلتا رہتا ہے آپ کی خوشی وخوشحالی اسے دکھی کر دیتی ہے

بالواسطہ دشمن...... جو ہوتا ہے وہ بھی کوئی بڑی دشمنی نہیں کرسکتا مگر وہ ایک روایتی قسم کا دشمن ہوتا ہے جو اپنے خاندان یا قبیلے یا مذہب یا ملک یا قومیت یا لسانیاتی حوالے سے آپ کا دشمن ہوتا ہے وہ آپ کو اس لئے برا سمجھتا ہے کہ آپ اس کی قوم یا قبیلے کے نہیں ہیں یا مذہبی یا لسانی تعصب کی وجہ سے وہ آپ کا دشمن ہوتا ہے اس کی آپ سے ذاتی دشمنی نہیں ہوتی بلکہ کسی دوسرے حوالے سے ہوتی ہے

اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی بھی ایک عام دشمنی ہے اور وہ عام دشمن جو ہیں وہ روایتی انداز کے دشمن ہیں جو اپنی جماعت کی وجہ سے دشمن ہیں یا گروہی تعصب کی وجہ سے دشمن ہیں جنہیں ان کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں بلکہ انہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کسی خاص فرقے کے لیڈر ہیں اور وہ فرقہ ہمارا مخالف ہے ہم میں سے نہیں ہے اس لئے ہمیں اس گروہ کی وجہ سے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ

فرجہ الشریف کی مخالفت کرنا چاہیے
جیسا کہ ایک شاتم ملعون نے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خلاف بکواس کی تھی تو سارے مذاہب کے علما کرام یعنی شیعہ سنی بریلوی دیوبندی علمائے کرام نے اسے لعنت ملامت کی تو اس نے کہا میں بھی امام آخرالزمان کا قائل ہوں مگر جو امام آخرالزمان شیعوں کے ہیں میں نے ان کے خلاف بکواس کی ہے اپنے مہدیؑ کی تو میں تعظیم کرتا ہوں یعنی اسی ایک ذات کو اس ملعون نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ایک کو شیعوں کا لیڈر مان کر بکواس کرنا شروع کر دی جبکہ شیعہ سنی سبھی ایک ہی امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو مانتے ہیں شیعہ سنی کا کوئی علیحدہ علیحدہ امام نہیں ہے

خاص دشمن

دوستو!......خاص دشمن وہ ہوتے ہیں جو خود کو دوستوں کی جماعت میں شامل کر دیتے ہیں اور کیموفلاج (Camouflage) ہو کر دشمنی کرتے ہیں وہ آپ کی ذاتی خصوصیات کو جانتے بھی ہیں مانتے بھی ہیں اور آپ کے دوستوں کی صفوں میں شامل ہوتے ہیں وہاں وہ آپ کی تعریف بھی کرتے ہیں اور صفات حسنہ اچھائیوں کو بیان کرتے ہیں جس سے لوگوں کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ آپ کے دوست ہیں مگر پھر وہ دوستی کے پردے میں آپ کے دوستوں میں آپ کی تنقیص اور توہین کے پہلو بھی سامنے رکھتے ہیں اور آپ کے مقام کو کم کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں
جب سامراجیوں نے ڈیوائیڈ اینڈ رول (Divide and Rule) (یعنی تقسیم یا منتشر کرو اور حکومت کرو) کا فارمولا لاگو کیا تھا اور ہندوستانیوں کو آپس میں لڑانے کی کامیاب کوشش کی تھی تو انہوں نے ایسے ہی دوست نما دشمن ہندوستانیوں کے

درمیان چھوڑ دیئے تھے جو مسلمانوں کی مسجدوں میں سور مار کر ڈال دیتے تھے اور ہندوؤں کے مندروں میں گائے مار کر ڈال دیتے تھے اور اگلے دن ان تخریبی جلوسوں کی قیادت کرتے تھے اور دنگے اور فسادات کی قیادت کر کے مسلمانوں کے ہاتھوں ہندوؤں کو قتل کرواتے تھے اور ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کو

دوستو! یہ جو خاص دشمن ہوتے ہیں ان کا کوئی خاص روپ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی خاص قسم ہوتی ہے بلکہ ان کے روپ کی ایک ہی پہچان ہے کہ دوستوں میں شامل ہونا اور دشمنی کرنا ایسے خاص دشمنوں کے کئی نام ہوتے ہیں منافق، ایجنٹ، لابین، غدار، فریبی، جاسوس وغیرہ

اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بھی کچھ خاص دشمن ہوتے ہیں جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور معصومین علیہم الصلوات والسلام کے فضائل کو جانتے بھی ہیں اور شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور باقی معصومین علیہم الصلوات والسلام کی محبت کا دعویدار بھی کہتے ہیں لیکن یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے ان کے فضائل کو چھپاتے ہیں ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں ان کے مشن کو نقصان پہنچاتے ہیں ان کے دوستوں کی اجتماعیت کو پراگندہ کرتے ہیں مومنین میں انتشار پیدا کرتے ہیں انہیں بزبانِ قرآن منافق اور بزبانِ حدیث ''مقصرین'' کہا جاتا ہے یہ دشمن برنگ دوست ہوتے ہیں اس لئے یہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں

خفی دشمن

دوستو!...... خفی دشمن جو ہوتا ہے وہ دراصل دشمن نہیں ہوتا بلکہ وہ دوست ہی ہوتا ہے

مگر وہ نادان دوست ہوتا ہے جس کے بارے میں مقولہ ہے کہ ''نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے'' یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نادان دوست انسان کا وہ نقصان کرتا ہے جو دانا دشمن بھی نہیں کرسکتا جہاں مصلحت پسندی سے کام لینا پڑتا ہے، جہاں تقیہ یا توریہ کی ضرورت ہوتی ہے، جہاں اسرار کو چھپانے کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہاں وہ کسی بھی مصلحت کو خاطر میں نہیں لاتے اور ہر بات کھول کر وہ نقصان پہنچاتے ہیں کہ جو دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا تھا اگر انہیں جنونی دوست کہا جائے تو بھی درست ہوگا کیونکہ وہ دوستی میں تو کامل ہوتے ہیں مگر وقت کے تقاضوں کو نہیں سمجھ سکتے جس جگہ آپ امن پسندی اور مصلحت کے تحت کلیش (Clash) سے بچ سکتے تھے یا بچنا چاہتے تھے وہ دوست دوستی کے جنون میں کلیش (Clash) میں ڈال دیتا ہے یا ایسے کام کرتا ہے جس سے آپ کے مقصد کو نقصان پہنچ جاتا ہے یہ ہوتے تو دوست ہیں مگر انہیں دشمن خفی کہا جاتا ہے

دوستو!...... اسی طرح عمومی طور پر سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام اور خصوصی طور پر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خفی دشمن ہوتے ہیں جو ترک تقیہ و مصلحت کر کے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقصد کو [اللہ نہ کرے] نقصان پہنچاتے ہیں معروف کے خلاف عمل کرتے ہیں اسرار معصومین علیہم الصلوات والسلام کو گلی کوچوں میں گانا شروع کردیتے ہیں اور ان کے بارے میں شہنشاہ معظم کشاف الحقائق امام صادق علیہ الصلوات والسلام کا فرمان ہے

☆مَن تَرَكَ التَّقِيَّةَ قَبلَ خُرُوجِ قَائِمُنَا عجل الله فرجه الشريف فَلَيسَ مِنَّا وَ قَالَ التَّقِيَّةُ دِينِى وَ دِينُ آبَائِى وَ قَالَ الصَّادِقُ عليه الصلوات والسلام مَن اذَاعَ عَلَينَا شَئياً مِن اَمرِنَا فَهُوَ كَمَن قَتَلَنَا عَمداً وَ يَقتُلنَا خَطَاءً...... بحار الانوار

فرمایا جس نے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا کہ تقیہ ہمارا اور ہمارے آباء واجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کا دین ہے اور جس نے ہمارے اسرار و امور میں سے کسی ایک امر کو شائع کر کے ضائع کیا اس نے ہمیں جان بوجھ کر شہید کیا ہے نہ کہ بھول چوک سے

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے ہمارے رازوں میں سے ایک راز کو کھولا اس نے ہمیں تلوار عمد سے شہید کیا ہے

اسی طرح شہنشاہ معظم نے فرمایا

☆ قَالَ اِذَا تَقَارَبَ هَذالاَمر كَانَ اَشَدُّ التَّقِيَّةِ وَ عَنهُ مَن اَفشَى سِرَّنَا اَهلَ البَيتِ اَذَاقَهُ اللّهُ حِرَّ الحَدِيدِ...... بحارالانوار 87B/61R/311/75

جب خروج کا زمانہ قریب آئے گا تو اس وقت شدید تقیہ کی ضرورت ہوگی رازوں کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہوگا اور جو ہم اہل بیت علیہم الصلوات والسلام کے کسی راز کو منکشف کرے گا اللہ جل جلالہ اسے تلوار کا ذائقہ ضرور چکھائے گا

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ہمارے رازوں کو کھولنے والا یا تو قتل ہو جائے گا یا پھر مجنون ہو جائے گا

دوستو!......راز کو کھولنے میں ایک تو مومنین کی دینی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے دوسری طرف دشمن کو ہر قسمی قدم اٹھانے کا موقعہ مل جاتا ہے اور وہ اس ایک کی سزا ساری قوم کو دیتا ہے اس لئے اسرار یا رازوں کو کھولنے والے شخص کو اللہ جل جلالہ نہ کرے قاتل قرار دیا گیا اور وہ دوستوں کی لسٹ سے خارج ہو کر دشمنوں کی لسٹ میں شامل بھی ہو جاتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جا چکا ہے اس لئے اسے دشمن خفی

کہا جاتا ہے

دشمن خاص

دوستو! ...... یہ تو کھلا ہوا دشمن ہوتا ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اسے اگر کائنات کے خزانے بھی دے دیئے جائیں تو وہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام سے محبت نہیں کرسکتا اس کا واحد شعبہ دشمنی ہوتا ہے جانی قتل، مالی قتل، معاشی قتل، نسبی قتل، احباب کا قتل، دوستوں کا قتل، دینی قتل، دنیاوی قتل، کردار کشی، فضائل کشی، مراتب کشی، ناموس کشی، الغرض ہر قسمی قتل کرنا وہ اپنے منصبِ دشمنی میں شامل سمجھتا ہے اور وہ کسی بھی طرح کے قتل سے کبھی چوکتا نہیں اور خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام اور ان کے جملہ متعلقات سے دشمنی اس کی گھٹی میں ہوتی ہے

حلقہ دوستاں

دوستو! ...... دوستی کی تین حالتیں ہوتی ہیں جیسا کہ امیر کائنات نے فرمایا تھا کہ تمہارے دوستوں کی دوستی کی تین حالتیں ہیں ایک تمہارا دوست، دوسرا تمہارے دوست کا دوست ہے تو وہ بھی تمہارا دوست ہے اور تیسرا تمہارے دشمن کا دشمن ہے تو وہ بھی تمہارا ایک طرح سے دوست ہے

دوستو! ...... جو تمہارے بلا واسطہ دوست یا دشمن ہوتے ہیں ان کی بنیادی دو دو قسمیں ہوتی ہیں ( ) نادان دوست ( ) دانا دوست ...... ( ) نادان دشمن ( ) دانا دشمن

نادان و دانا دوستوں کی آگے چار طرحیں ہوتی ہیں

( ) عام دوست ( ) خاص دوست ( ) اخص دوست ( ) خفی دوست

www.khrooj.com

عام دوست

دوستو!...... عام دوستوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو زبانی دوستی رکھتے ہیں ہمدردی بھی رکھتے ہیں آپ کیلئے اچھا سوچتے بھی ہیں اور آپ کے کسی نقصان پر انہیں افسوس بھی ہوتا ہے لیکن وہ کسی قسم کی مدد نہیں کرتے کسی قسم کی کوئی قربانی نہیں دیتے شادی میں شریک ہوتے ہیں غمی کے مواقع پر افسوس کرنے آجاتے ہیں دنیاداری کی برادری کے بھائی ہوتے ہیں لیکن ان کی طرف سے کوئی قربانی یا مدد ملنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا

خفی دوست

دوستو!...... یہ دوست دشمنوں کی صف میں موجود ہوتا ہے اور دشمنوں کے لبادے میں ہوتا ہے اور وہاں رہ کر وہ ایسے کام کرتا ہے جو دشمن کے مقاصد کو نقصان پہنچاتے ہیں یہ ایک طرح سے دشمنوں کا نادان دوست ہوتا ہے اور وہ انہیں وہ نقصان پہنچاتا ہے جو کوئی دشمن بھی انہیں نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ

''عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد''

یہ دوست ہمرنگ عدو ہوتا ہے کیونکہ وہ دشمن سے دشمنی کر رہا ہوتا ہے وہ بھی دوست ہی شمار ہوتا ہے مگر بلحاظِ مقصد نہ کہ بلحاظِ ذات

خاص دوست

دوستو!...... یہ ایسے دوست ہوتے ہیں جو مالی طور پر، ذاتی طور پر اور جسمانی طور پر آپ کی مدد کرتے ہیں آپ کے غم و خوشی میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور آپ

www.khrooj.com

کیلیئے زمین جائداد حتیٰ کہ جان تک کی پرواہ نہیں کرتے اولاد تک کی قربانی دینے پر تیار ہوتے ہیں لیکن یہ آپ سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں کہ ہم جو اپنے دوست کی دوستی پر سب کچھ قربان کر رہے ہیں تو آپ بھی ان کے کیلیئے کسی چیز سے دریغ نہیں کریں گے یعنی یہ دوست برابری کی بنیاد پر دوستی اور محبت کرتے ہیں اور قائم رکھتے ہیں اور ان کی دوستی بارگیننگ (Bargaining) کی طرح کی ہوتی ہے

دوستو!...... اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بھی بعض دوست اسی طرح کی دوستی رکھتے ہیں وہ مولا کریم علیہ الصلوات والسلام کا ذکر کرتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں اور ان پر بہت کچھ لٹواتے ہیں مگر ان کا بہت کچھ لٹوانا اس سے زیادہ لینے کیلیئے ہوتا ہے وہ بہت کچھ دے رہے ہوتے ہیں مگر ان کا بہت کچھ دینا بہت کچھ لینے کیلیئے ہوتا ہے کیونکہ وہ مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کے ذریعے اپنی دنیا بھی سدھارنا چاہتے ہیں اور اپنی عقبیٰ بھی کھری کرنا چاہتے ہیں، اپنے معاشی، ازدواجی، اولادی اور جسمانی مسائل ان سے حل کروانے ہی کیلیئے سب کچھ لٹانا چاہتے ہیں اور آخرت میں جہنم سے نجات اور جنت کا حصول اور حساب میں رعایت اور سزا میں شفاعت بھی انہی سے چاہتے ہیں فشار قبر، صراط کی سہولت، سکرات کی آسانی، بھی انہی کے ذریعے چاہتے ہیں

اخص دوست

دوستو!...... دوستوں کی یہ قسم نادر و نایاب ہے یہ دوست جان و مال و اولاد و عزت و ناموس تک ہر چیز کی قربانی بھی دیتے ہیں اور اس کے متبادل کچھ طلب بھی نہیں کرتے ہیں وہ آپ اپنا سب کچھ قربان کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں چاہے آپ ان سے

جیسا بھی سلوک کریں وہ آپ کی دوستی سے دست کش نہیں ہوسکتے، ان کے سامنے ذاتی نفع نقصان کچھ نہیں ہوتا بلکہ ان کے سامنے صرف آپ کی ذات ہوتی ہے اور آپ کا فائدہ ہوتا ہے

دوستو!......اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے بھی بعض دوست ایسے ہوتے ہیں جیسا کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے مومن کی تعریف میں فرمایا تھا ''اگر ہم مومن کی ناک پر گھونسہ مار کر اس کی ناک توڑ دیں یا اس کے قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تب بھی وہ ہماری محبت سے دست کش نہیں ہوسکتا اور غیر مومن کو ہم پوری دنیا کے خزائن عطا فرما دیں تو تب بھی وہ ہم سے محبت نہیں کرسکتا''

دوستو!......اس فرمان میں دو انتہاؤں کو بیان فرما دیا گیا ہے کہ اخص دوست کیا ہے اور اخص دشمن کیا ہے؟

دوستو!......اخص و مخلص دوست وہ ہوتا ہے جو دنیا و عقبیٰ سے بے نیازانہ محبت کرے انجام و عواقب سے بے نیاز ہوکر مؤدت و عشق کرتا ہے اس کی سوچ اس طرح ہوتی ہے کہ اگر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کی محبت کے بدلے میں دنیا میں کلی طور پر بربادی اور آخرت میں ابدی جہنم بھی ملے تو بھی وہ ان کی محبت اور عشق سے دس کش نہیں ہوسکتا یہ وہ مقام ہے جو انتہائی خوش نصیب لوگوں یا سعیدین ازل کو عطا ہوتا ہے اور یہ مقام عطا ہی ہوتا ہے کسی کا کمایا ہوا نہیں ہوتا یہ ایک مومن کیلئے حق کی معراجِ سعادت ہے اور دوستی میں اس سے اونچا کوئی مقام نہیں ہوتا اور اس کے آگے عبدیت کا مقام ہے جس کے بارے میں ہم اگلے باب

میں عرض کریں گے

نصرت درددوستاں ودشمناں

دوستو!......اب ہم اپنے موضوع کی طرف واپس آتے ہیں کہ جب آپ کو دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں اجمالی طور پر معلوم ہو ہی چکا ہے تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم اجنبیوں کے حلقے میں ان کی نصرت کا فریضہ کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ دوستوں کے حلقے میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کیسے کر سکتے ہیں؟ اور دشمنوں کے حلقے میں ان کی نصرت کیسے کر سکتے ہیں؟

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سب سے پہلے جو نصرت ہوتی ہے وہ ہے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کروانا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تعارف کی بھی بہت سی اقسام ہوتی ہیں کیونکہ اجنبیوں میں ایک علیحدہ قسم کا تعارف درکار ہوتا ہے۔ دشمنوں کی چاروں اقسام میں سے ہر قسم کیلئے ایک مخصوص قسم کا تعارف درکار ہوتا ہے اور اسی طرح دوستوں کی بنیادی چاروں قسموں میں اور اس کی ذیلی شاخوں اور قسموں میں ہر قسم اور شاخ کیلئے ایک مخصوص قسم کا تعارف ہوتا ہے یعنی سب سے پہلے تعارف کروانا ضروری ہوتا ہے

تعارف کروانا نصرت ہے

دوستو!......اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کروانے کی ضرورت ہے اور اس میں بشارت ونذارت کا عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ ہمارے گردو پیش جو لوگ ہیں ان میں سے

www.khrooj.com

کچھ تو نام پاک تک سے واقف نہیں ہیں اور کچھ لوگ نام پاک تک ہی واقف ہیں اس سے آگے کچھ بھی نہیں جانتے اور کچھ وہ ہیں جو نام ونسب سے واقف ہیں تو ان کے مرتبہ اور عظمت سے نا آشنا ہیں اور کچھ لوگ شان ومنصب ومرتبہ سے آشنا ہیں تو ان کے حقوق سے نا آشنا ہیں یعنی ایک کلی اجنبیت سے لے کر کلی تعارف تک کے درمیانہ درجات میں ایک جمِ غفیر پھنسا ہوا ہے اسے مکمل تعارف تک لے کے جانا یہ بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا ایک پہلو ہے

دوستو!......اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تعارف کس طرح کروا سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان جب کسی چیز کا تعارف حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے تعارف کے حصول کے ذرائع حواس خمسہ ہوتے ہیں یعنی آنکھ ہے، ناک ہے، کان ہے زبان ہے لیکن اللہ جل جلالہ نے عرفان وتعارف کے بنیادی ذرائع دو بیان فرمائے ہیں () سماعت () بصارت ......اسی لئے اللہ جل جلالہ نے انہی دو حواس کا ذکر بار بار فرمایا ہے☆''وجعلناه سميع بصيرا ''کہ ہم نے انسان کو صاحب سماعت وبصارت بنایا ہے......اور کفار کی مذمت میں فرمایا ہے☆ صم بكم عمى فهم لا يرجعون اس میں زبان کو بھی شامل فرمایا ہے یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کے ان تینوں حسوں میں سے اولین دو انفعالی ہیں اور ایک فاعلی ہے بالفاظِ دگر سماعت ہو یا بصارت خارجی معلومات کو باہر سے اندر لے آتی ہیں اور زبان اندر کی معلومات کو باہر لے جانے کا ذریعہ ہے مثلاً آپ نے کوئی چیز دیکھی ہے تو وہ چیز تو باہر ہے مگر اس کے بارے میں اندر بیٹھے ہوئے بادشاہ یعنی قلب وفواد کو اطلاعات فراہم کرنا بصارت کا کام ہے وہ اس کی شکل اندر منعکس کرتی ہے اس کا رنگ اس کی ہیئت نشیب وفراز

وغیرہ کو دماغ کے حوالے کرتی ہے اور اس کی پہچان کرنا اس کے بارے میں فیصلہ کرنا یہ کام اندر کی قوتیں کرتی ہیں کہ بصارت باہر سے کیا چیز لائی ہے؟

اسی طرح سماعت کا کام بھی یہی ہے کہ وہ باہر سے جو سنتی ہے اسے اندر پہنچا دیتی ہے یا باہر کے جو صوتی حوادث ہوتے ہیں وائبریشنز (Vibrations) ہوتی ہیں ان کو اپنی فری کوئنسی (Frequency) سمیت اندر پہنچانا سماعت کا کام ہوتا ہے اور اس کے بارے میں فیصلہ کرنا اندرونی قوت کا کام ہوتا ہے ہاں اگر کوئی دیکھی ہوئی چیز کسی کو بتانا ہے کہ میں نے وہ چیز دیکھی ہوئی ہے اور اس کا ایک نمونہ اندر کی کیبنٹ (Cabinet) نے اپنے سٹور میں رکھا ہوا ہے یا اندر کی کیفیات ہیں انہیں کسی دوسرے کی سماعت تک پہنچانا ہے تو پھر یہ اندر سے باہر لے جانے کا کام زبان کا ہے دوستو!......اس بات سے پتہ چلا کہ باہر کی وہ معلومات جو اللہ جل جلالہ یا عالم ماوریٰ سے تعلق رکھتی ہیں انہیں من کے اندر تک لانے کا کام صرف دو حواس کر سکتے ہیں یعنی سماعت اور بصارت، پہنچانے کا کام زبان کرتی ہے

دوستو!......ان دو حواس میں سے سب سے پہلا کام سماعت کا ہوتا ہے یعنی جب بھی کوئی نبی یا ولی یا ہادی اس دنیا میں آتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی زبان کے ذریعے معلومات کو ناواقف لوگوں کی سماعت میں ڈالتا ہے اور اپنے ظاہری کردار کو ان کی آنکھوں کے ذریعے ان کی من کے اندر ارسال کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ عرفانیات کا عمل سننے سے شروع ہوتا ہے اور دیکھنے تک پہنچتا ہے اور اس کے بعد دیکھنے کی انتہا تک ہی ختم ہو جاتا ہے

دوستو!......اس بات کو سمجھ لینے کے بعد اب ضروری ہے کہ ہم تعارف، عرفان اور علم

کے بارے میں عرض کرتے چلیں تاکہ ہم اصل بات تک پہنچ سکیں لیکن یہ بات یاد رہے کہ ان الفاظ کی سارے علوم نے اپنی اپنی ایک تعریف وضع کی ہوئی ہے یعنی علم کے بارے میں بہت سے آراہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں

صاحبان روحانیات کہتے ہیں کہ علم ایک نور ہے اللہ جل جلالہ جس کے دل میں چاہتا ہے اسے ڈال دیتا ہے اور یہ حدیث شریف سے اخذ فرمایا گیا نظریہ ہے

صاحبان عرفانیات فرماتے ہیں کہ علم ایک نقطہ ہے جسے جاہلین نے کثرت میں بدل دیا ہے یہ بھی حدیث ہی سے اخذ شدہ تعریف ہے

ماہرین اعمالیات فرماتے ہیں کہ علم تین سوالوں کے جواب معلوم کرنے کا نام ہے ( ) میں کہاں سے آیا ہوں؟ ( ) کیوں آیا ہوں؟ ( ) کہاں جانا ہے؟ یہ تعریف بھی احادیث سے اخذ شدہ ہے

صاحبانِ اخلاقیات کا کہنا ہے کہ علم خیر و شر کے مابین تمیز کرنے کا نام ہے

صاحبانِ منطق کہتے ہیں کہ علم معلوم سے نامعلوم کی طرف جانے کا نام ہے

عرفانی منطقیات کے ماہرین فرماتے ہیں کہ علم نامعلوم سے معلوم کی طرف جانے کا نام ہے...... الغرض جتنے بھی علوم ہیں ان سب میں علم کی ایک علیحدہ تعریف موجود ہے اور وہ ہر تعریف اپنے دائرہ علم کے اندر درست بھی ہے یا میں ان میں سے کسی ایک تعریف کو رد کرنے کا خود کو مجاز نہیں سمجھتا

دوستو!...... جب ہم علم کا عمومی جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ علم کا مفہوم اپنے عالم کے ساتھ بدلتا ہے یعنی جب ہم کسی ماہر اقتصادیات کے علم کی تعریف کریں گے تو اس سے مراد وہ علم اقتصاد ہی ہوگا اسی طرح جب کسی شخص کو (General Knowledge)

جنرل نالج کے حوالے سے عالم کہیں گے تو وہاں علم سے مراد اس کے دائرہ فکر کا علم ہی ہوتا ہے اسی طرح جب ہم اللہ ﷻ کو عالم و علیم کہتے ہیں تو اس سے مراد وہ کوئی علم بھی نہیں ہوتا جو ہم پوری مخلوق میں سے کسی ایک کی خصوصیت میں لاتے ہیں کیونکہ وہاں علم کا کینوس(Canvas) اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ انسان چاہے کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو جاہل مطلق و جہل مرکب ہو جاتا ہے

دوستو!...... یہ بات یاد رہے کہ عمومی طور پر علم کی ضد جہل ہے مگر جب اللہ ﷻ اور پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے علم کی بات ہو تو وہاں علم کی ضد جہل نہیں بلکہ علم کی ضد عدم ہے کیونکہ جو اللہ ﷻ کو نا معلوم ہے وہ موجود ہی نہیں ہوتا یہ عملی روحانیات کا موضوع ہے اس کی تفصیل میری روحانیاتی کتب میں ملاحظہ فرمائیں

دوستو!......علم اور عرفان کا فرق بیان فرمانے والے فقرا کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عرفان وہ ہوتا ہے جو حواس خمسہ کے لائی ہوئی معلومات پر مبنی ہو اور علم وہ ہوتا ہے جو ماورئے حواس ہو اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آرٹسٹ اپنے سامنے کینوس (Canvas) پر سجی ہوئی تصویر کو دیکھ رہا ہے اس کے سامنے تصویر ہے اس کے رنگ ہیں کلر سکیم ہے شیڈز(Shades) ہیں وہ انہیں دیکھ رہا ہے اور ایک ایک رنگ کو پہچان رہا ہے اس تصویر کے اندر چھپے ہوئے فن کو دیکھ رہا ہے اس کی مقصدیت کو جان رہا ہے دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وہ آرٹسٹ خالی کینوس(Canvas) کے سامنے کھڑا ہے سامنے رنگوں کے کپ رکھے ہوئے ہیں اس کے ہاتھ میں برش ہے وہ ایک تصویر بنانے کی تیاری کر رہا ہے ابھی تصویر بنی نہیں بلکہ کینوس(Canvas) خالی ہے مگر ایک تصویر اس کے ذہن میں بن چکی ہے اور وہ اسے کینوس(Canvas) پر منتقل کرنا چاہتا

ہے یہ اندر کی تصویر ہے وہ حواس خمسہ سے ماوریٰ ایک غیر مادی کینوس(Canvas) پر بنی ہوئی ہے جسے ابھی جامۂ وجود وظہور بخشا ہی نہیں گیا بس ان دونوں کو آپ دیکھیں کہ پہلا وہ ہے جوایک بنی ہوئی تصویر کوحواس کی مدد سے پہچان رہا ہے دوسرا وہ ہے جوتصویر کے مادی وجود میں آنے سے پہلے جانتا اور پہچانتا ہے یہ پہلا شخص عارف کہلاتا ہے اور دوسرا شخص عالم کہلاتا ہے یعنی جو کسی چیز کا عرفان وتعارف حواس سے حاصل کرے وہ عارف ہے اور جو حواس وقویٰ کے استعمال کے بغیر اسے جامۂ وجود ملنے سے پہلے جانتا اور پہچانتا ہو وہ عالم وعلیم ہوتا ہے

دوستو!......اب ہم وہ حدیث شریف دیکھتے ہیں کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ

☆ مَن مَاتَ وَ لَم یَعرِف اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیتَۃَ الجَاھِلِیَّۃِ

یعنی جو اپنے زمانہ کے امام علیہ الصلوات والسلام کی معرفت کے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مر گیا

اب یہ بات تو آپ سمجھ چکے ہیں کہ عرفان ومعرفت وہ ہے جو حواس خمسہ کی شمولیت یا انوالومنٹ(Involvement) کے بعد حاصل ہو تو ثابت ہوا کہ ہمیں حکم یہ دیا گیا ہے کہ تم اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کو اپنے دائرہ حواس میں لاؤ ورنہ تم جاہلیت وکفر کی موت مر جاؤ گے

دوستو!...... میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ باہر کی معلومات کو اندر لانے کے ظاہری مگر بنیادی طور پر دو ذرائع ہیں ایک ہے''سماعت''اور دوسری ہے''بصارت''اور اندر سے باہر لانے کا بنیادی ذریعہ زبان ہے اس کے بعد اشارات ہوتے ہیں ایکس پریشنز(Expressions) ہوتے ہیں وغیرھا یاد رہے کہ علم وعرفان کی یہ تعریف

صرف ایک علم کے حوالے سے ہے کلی نہیں ہے

دوستو!...... اب آپ سمجھ گئے کہ معلومات و تعارف میں اولین دو ذرائع استعمال ہوتے ہیں معرفت لینے کیلئے سماعت اور معرفت دینے کیلئے زبان اس لئے معرفت کا نقطہ آغاز ''سماعت'' سے شروع ہوتا ہے

دوستو!...... اب اگر کوئی کسی ذات کا تعارف و معرفت کروانا چاہے گا تو اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ غیر عارف لوگوں کی سماعت کو استعمال کرے اور عارف اپنے اندر کے عرفان کو اپنی زبان سے باہر لائے اور غیر عارف لوگوں کی سماعت اس کی زبان سے برسنے والے معرفت کے گوہرانِ آبدار چگ لے اور ان کے من کے اندر بھی عرفان و معرفت کے موتیوں کی چکا چوند پیدا ہو جائے اور یہی نور معرفت قرار پائے

دوستو!...... اب نصرت کا اولین راستہ ہمارے سامنے آ گیا ہے کہ سب سے پہلے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کروانا ہے اور متعارفین کو معرفت کا درس دینا بھی نصرت ہے...... یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ تعارف عام چیز ہے اور معرفت و عرفان اس سے اخص و خاص ہے اس لئے ہر عرفان ایک تعارف ہی ہوتا ہے لیکن ہر تعارف عرفان و معرفت نہیں ہوتا

دوستو!...... یہ تو آپ جانتے ہیں تعارف کی دو قسمیں ہوتی ہیں

( ) تعارف بالذکر...... یعنی غائبانہ تعارف

( ) تعارف بالمشافہ...... یعنی ظاہرانہ تعارف

یہ جو پہلا تعارف ہے یعنی غائبانہ تعارف یہ صرف سمعی ہوتا ہے اس میں مشاہدہ نہیں

www.khrooj.com

ہوتا لیکن یہ مشاہدے پر آمادہ کرتا ہے یعنی اگر آپ کسی بڑی شخصیت کا ذکر کرتے رہیں گے تو سننے والوں کے دلوں میں اس سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے گا اور جیسے جیسے ذکر بڑھے گا اشتیاق بھی بڑھے گا لیکن یہ شنیدہ یا غائبانہ تعارف ہی سب کچھ نہیں ہوتا اس لئے عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم اسے تعارف تو مانتے ہیں عرفان یا معرفت نہیں مانتے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ معرفت کا آغاز مشاہدے سے ہوتا ہے

دوستو! ...... یہ جو دوسرا تعارف ہے جسے تعارف بالمشافہ کہا جاتا ہے اس میں صرف سماعت کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ اس میں بصارت بھی شامل ہو جاتی ہے اس لئے یہ پہلے تعارف سے ہزاروں گنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ جو پہلا تعارف ہوتا ہے یہ معلومات یا انفارمیشن (Information) تک محدود ہوتا ہے اور معلومات جتنی قوی کیوں نہ ہوں وہ مشاہدہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں اس لئے عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عرفان کی ایک کرن علم عام [تعارف] کے ہزاروں سمندر خاکستر کر دیتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے

تورا دیدہ و یوسفؑ را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

نتیجہ

دوستو! ......اب آپ دیکھ چکے ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے اولین تعارف کا مفہوم اور اولین نصرت کا میدان ہمارے سامنے آ چکا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس کے پانچ درجات ہیں

(1) شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا پہلا قدم ان کا زبانی و قلمی تعارف ہے کہ

غیر عارفین کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں تاریخی مواد پیش کیا جائے ان کی سیرت و تاریخ پر مبنی معلومات فراہم کی جائیں

(2)اس کے بعد ان کے فضائل و مراتبِ اعلیٰ کے بارے میں سامعین کو ایجوکیٹ (Educate) کیا جائے

(3)اس کے بعد ان کے احسانات و الطاف و عنایات کا ذکر کیا جائے اور فرد کے ساتھ ان کے جو قریب ترین پہلو ہیں ان کے بارے میں ایجوکیٹ(Educate) کیا جائے

(4)اس کے بعد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے رابطے اور ان کے مشاہدے کی ترغیب دی جائے اور امکان مشاہدات پر گفتگو کی جائے تا کہ جو سننے والے پہلے مراحل کو طے کر چکے ہوں تو ان کے دلوں میں اپنے مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف سے واصل ہونے کا اشتیاق بیدار ہو جائے

(5)اس کے بعد مشتاقانِ زیارت کو اعمال زیارت تعلیم کیئے جائیں اور انہیں غیب ذات سے واصل کیا جائے ہمیں سب سے پہلے ان درجات پر کام کرنا ہے اور ان امور میں نصرت کرنا ہے اس کی تفصیل ہم علیحدہ علیحدہ عنوان کے ساتھ پیش کریں گے

تعارف بالمشافہ

دوستو!......جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ تعارف کی بنیادی دو قسمیں ہوتی ہیں
() غائبانہ تعارف اور بالمشافہ تعارف ......اس میں تعارف بالمشافہ کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں () تعارف بالواسطہ () تعارف بلا واسطہ

دوستو!......سب سے پہلے جو تعارف ہوتا ہے وہ ہے بالمشافہ مگر بالواسطہ تعارف

www.khrooj.com

جیسا کوئی انسان کسی کا ذکر کرتا رہتا ہے اور اس کے فضائل یا تعریفیں کیا کرتا ہے تو سننے والے کے دل میں اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے وہ بیان کرنے والے سے کہتا ہے کہ بھائی ہمیں وہ کسی طرح سے دکھا دیں کہ تمہارا ممدوح کیسا ہے اس کی شکل کیا ہے رنگ کیا ہے خدوخال کیسے ہیں؟ جب لوگوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے تو تعارف کروانے والا یا تو اس کی کوئی تصویر دکھاتا ہے یا جدید دور کے مطابق اس کی ویڈیو یا مووی دکھاتا ہے جس میں وہ چلتا پھرتا نظر آتا ہے اس کی قدوقامت رنگ شکل نظر آجاتی ہے اسے تعارفِ بالواسطہ کہا جاتا ہے اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اس اصل ممدوح کو بلا کر یا اس مطالبہ کرنے والے کو ممدوح کے پاس لے جا کر ملا دیا جائے

اسی طرح انبیا ورسل علیہم السلام نے بھی اللہ جل جلالہ کا تعارف کروایا مگر لوگوں نے فضائل سن کر اسے دیکھنے کا مطالبہ کر ڈالا اس پر انبیا ورسل علیہم السلام حیران ہوگئے کہ ہم اسے کیسے دکھا سکتے ہیں نہ ہم اس کی تصویر دکھا سکتے ہیں نہ اس کی ذات کو سامنے لایا جا سکتا ہے اس کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ انہوں نے اپنی ذات کو اپنے مالک جل جلالہ کی ذات میں اس طرح فنا کیا کہ سب کو ان میں اللہ جل جلالہ کی جھلک نظر آنے لگی وہ لوگ جنہوں نے اپنے نبیوں کو اللہ جل جلالہ مان لیا تھا یا اللہ جل جلالہ کا بیٹا مان لیا تھا یا ان میں اللہ جل جلالہ کا حلول مان لیا تھا ان کے عقائد کسی بدنیتی پر مبنی نہیں تھے نقصِ شعور تھا اور انہوں نے اپنے محبوب انبیا علیہم السلام میں اس ذات واجب الوجود کا عکس دیکھ لیا تھا اور انہوں نے انہیں اللہ جل جلالہ کہہ ڈالا جب کہ اس میں ان کا زیادہ قصور نہیں تھا شعور ناقص تھا ورنہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ☆المال یشبہ لصاحبہٖ یعنی ملکیت جو ہوتی ہے وہ اپنے مالک کے

مشابہہ ہوتی ہے اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا تھا کہ دیکھو آقا آقا ہوتا ہے اور غلام غلام ہوتا ہے مگر وہ کیسا غلام ہے جو اپنے آقا جیسا نہیں ہے

فرمایا باپ باپ ہوتا ہے بیٹا بیٹا ہوتا ہے مگر وہ بیٹا کیسا ہے جو باپ جیسا نہیں ہے

اسی بات کو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ☆الولد سر لابیہ یعنی بیٹا باپ کے مشابہہ ہوتا ہے ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ

باپ پہ بیٹا نسل پہ گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

یہی وجوہات تھیں کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے جب اللہ جل جلالہ کے تعارف میں اپنی ذات کو پیش کیا اور اپنی ذات میں اللہ جل جلالہ کے انوار کو منعکس فرمادیا تو بہت سے لوگوں کو ان کے اللہ جل جلالہ ہونے کا یقین ہوگیا درحقیقت یہ بھی تعارف ہی کا ایک پہلو ہے کہ اس غیب ذات کو دکھانے کا ان کے پاس یہی واحد ذریعہ تھا مگر انسان بھی کتنا ناقص الشعور ہے کہ جب اللہ جل جلالہ کو نہ دکھایا جائے تو انکار کرتا ہے اور اگر اس کا عکس کسی ذات میں دکھا دیا جائے تو اصل کا انکار کرکے اسی مظہر کو اللہ جل جلالہ مان لیتا ہے ہاں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے مظہر میں کلی عکس دیکھنے کے باوجود اصل کو نہیں مانا حتیٰ کے ان کے انبیا علیہم السلام کو ''رب ارنی'' کا مطالبہ کرنا پڑا اور ''لن ترانی'' [تم نہیں دیکھ سکتے] سننے کے بعد بھی اڑنا پڑا کہ ہم تو ضرور دیکھیں گے اور انجام میں فنا ہونا پڑا

دوستو!...... اب بات کو آگے بڑھاتے ہیں وہ اس طرح کہ انبیا علیہم السلام کا مشن تھا توحید کا تعارف کروانا اور انہیں اپنے مشن میں انصار کی ضرورت تھی تو انہوں نے نصرت طلب کی اور جو انصار تھے ان کے ذمہ دوہرا فریضہ تھا کہ وہ انبیا علیہم السلام کا بھی

www.khrooj.com

تعارف کروائیں اوران کے خالق کا تعارف بھی کروائیں انہوں نے اس کیلئے ایک ہی طریقہ اختیار کیا کہ انہوں نے اپنی ذات کو اپنے محبوب انبیا و رسل علیہم السلام میں فنا کر دیا اوران کی ذات میں جذب ہو کران کے مشابہہ ہو گئے اوراسی میں اللہ جل جلالہ کا تعارف وعرفان بھی تھا اورانبیا و رسل علیہم السلام کا بھی عرفان وتعارف تھا اوراس سے انبیا و رسل علیہم السلام کا مشن بھی جاری رکھا جا سکتا تھا

دوستو!......آپ دیکھیں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کوئی ہے جو میری نصرت کرنے والا ہو؟ اس پر خالق نے جواب بھی نقل فرمایا کہ

☆ قال الحواریون نحن انصار الله ......حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ جل جلالہ کے انصار ہیں اب آپ غور کریں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کس معاملے میں ان سے مدد طلب کی اوران کی مدد کو حوارین نے اللہ جل جلالہ کی مدد قرار دیا اوراللہ جل جلالہ نے اسے قبول بھی کیا

جب ہم دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے روز اول سے ایک منادی جاری رکھی ہوئی تھی لوگو تیار ہو جاؤ آسمانی خدا کی بادشاہی سر پر ہے یعنی حکومت و تصرف الٰہیہ کے معاملے میں نصرت طلب فرمائی اورحوارین نے اس معاملے میں ان کی نصرت کی اوراسے اللہ جل جلالہ کی نصرت قرار دیا گیا اب یہاں ایک بار پھر سوچیں کہ انہوں نے اس معاملے میں کس طرح نصرت کی؟

دوستو!......انہوں نے اس طرح نصرت کی کہ اپنا گھر بار بیوی بچے چھوڑے دنیا اور دین تک چھوڑ کران سے دین لیا اورپھران کے مشن میں شریک ہو گئے اورپھر خالص کرنے کے بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دیگر علاقوں میں یہی منادی کرنے کیلئے انہیں

بھیجا مگر اس طرح کہ انہیں اپنے سارے اختیارات بھی تفویض فرما دیئے تاریخ و بائیبل گواہ ہے کہ ہر معجزہ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دکھایا تھا ان کے حواریین نے بھی وہ دکھایا ہے کیونکہ جو جس کے مشن میں شریک ہو جاتا ہے اور اس میں اپنی ذات کو فنا کر دیتا ہے وہ اس کی مثل بن جاتا ہے یعنی جناب شمعون یوحنا علیہ السلام وغیرہ نے جو تبلیغ کی ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف کروایا اور ان کی معرفت کروائی ہے تو انہوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کا سروپ بن کر ان کا مظہر بن کر اپنی ذات میں ان کے جلوے دکھائے ہیں تب انسانیت کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کا عرفان حاصل ہوا اور جب عرفان ہوا اور ان میں اللہ جل جلالہ کا عکس نظر آیا تو وہ اللہ جل جلالہ تو نہیں کہہ سکے مگر اللہ جل جلالہ کا بیٹا ضرور کہہ دیا اس میں ان تعارف کروانے والوں کا قصور نہیں تھا اور نہ ہی ابن اللہ کہنے والوں کا قصور تھا بلکہ ان کے شعور کا نقص تھا کیونکہ

انہوں نے توحید کا جو تصور قائم کر رکھا تھا وہ اتنا چھوٹا تھا کہ جب جناب عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے باطنی طور پر دریافت کیا تو ان کا تصور توحید ان کی معنویت کے سامنے چھوٹا پڑ گیا اگر ان کا تصور توحید اونچا ہوتا اور ان کے شعور میں نقص نہ ہوتا تو وہ یہ غلطی کبھی نہ کرتے

دوستو!...... عرفان معرفت کا یہی طریقہ اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم نے اختیار فرمایا اور انہوں نے اپنی ذات کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں فنا کیا اور فنا فی الرسول ہو کر وہ فنا فی اللہ ہو گئے اور جب بھی کسی نے انہیں باطنی طور پر دریافت کر لیا اور اس عکسِ کامل کو ان کی ذات میں دیکھ لیا تو وہ اللہ جل جلالہ پر ایمان لے آیا اور بعض لوگوں نے انہیں بھی اللہ جل جلالہ کہہ دیا اور گمراہ ہو گئے جبکہ ان میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور اللہ جل جلالہ کے نور کا عکس آنا لازم تھا کیونکہ جو چیز نمک میں گر جاتی ہے وہ نمک بن جاتی ہے اور جو نورِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا ہو جاتا ہے وہ ان کا ایک کامل عکس نظر آتا ہے اور اس سے ناقص الشعور لوگ دھوکہ کھا جاتے تھے جبکہ وہ اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ہی کر رہے ہوتے تھے اور ان کی ذات سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا تعارف اور عرفان مجسم ہوتی تھی

دوستو!...... اب ہم پر اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا واجب ہے اور نصرت کا پہلا درجہ تعارف اور عرفان کا ہے اس لئے ہمارے پاس بھی سابقہ عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم کے راستے ہیں اور ان کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا آپشن (Option) موجود ہی نہیں ہے

دوستو!...... اب ہمیں بھی اولین مراتب نصرت میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا زبانی تعارف کروانا ضروری ہے اور یہی نصرت کا اولین درجہ ہے اس میں کتابیں لکھنا، تقاریر کرنا، محافل و مجالس میں ان کا ذکر کرنا، ان کے فضائل و مصائب و تاریخ و سیرت کا بیان اور آنے والے وقت کے بارے میں ایجوکیٹ (Educate) کرنا لازم ہے

دوسرے مرحلے میں ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے امکان وصل پر بات کرنا اور شوقِ وصل و زیارت کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے

تیسرے مرحلے میں ہمیں اعمال زیارت و مکاشفات و مشاہدات اور اعمال ارتباط کو عام کرنا چاہیے

چوتھا جو اہم مرحلہ ہے وہ یہ ہے کہ اپنی ذات کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات میں فنا

کردیں اور ہماری ذات شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کا مجسم تعارف و سراپا عرفان و تعارف بن جائے یعنی ان کی ذات اقدس عجل اللہ فرجہ الشریف کو اپنی ذات میں منعکس کرنے کی کوشش کریں تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ وہ شہنشاہ معظم کتنے عظیم ہیں ہمارا کردار، ہماری دیانت، عبادت، ورعٰ، تقویٰ، طہارت، شرافت، عصمت، تقدس اور نورانیت ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا عکس بن جائے اور ہم بھی بقول عیسیٰ علیہ السلام ایسے غلام بن جائیں جو اپنے مالک سے کلی طور پر مشابہہ ہوں اور اس میں روحانی قوتوں کا حصول اور تصرفات کا حصول بھی ہو جائے تا کہ جب کوئی یہ دیکھنا چاہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کتنے صاحب اختیار و قدرت ہیں تو وہ ہمارے تصرفات و کرامات کو دیکھ کر ان کی ذات اقدس کو سمجھ جائے کہ جب ان کے یہ غلام اس قدر بااختیار رہیں تو ان کے پاک مالک عجل اللہ فرجہ الشریف کتنے صاحب اختیار رہوں گے؟ جو یہ دیکھنا چاہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کتنے مقدس و طاہر و اطہر ہیں تو وہ ہماری تقدیس و طہارت کو دیکھ کر سمجھ جائے کہ جب ان کے غلاموں کی یہ تقدیس و طہارت ہے تو پھر ان کے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تقدیس و طہارت کیا ہوگی؟

دوستو!...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اللہ جل جلالہ کے جلال و جمال کے مظہر کامل ہیں اس لئے ان کے انصار کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی ذات کو اتنی جلا دیں کہ ان میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا بھرپور عکس دیکھا جا سکے اپنی ذات کو اتنا مضبوط کرنا ہوگا کہ عارف کی ذات میں معروف نظر آئے یہی وہ نصرت ہے جو کامل تعارف کروا سکتی ہے اس لئے ایک ناصر کا اس مقام انتصار پر پہنچ جانا کمال نصرت ہے اور یہ اس کا معراج ہے

www.khrooj.com

نصرت بحوالہ مظلومیت

دوستو!......میں گذارش کر رہا تھا کہ نصرت کئی حوالوں سے ہوتی ہے جس طرح نصرت طلب کرنے والے کے متعدد حوالے ہو سکتے ہیں اسی طرح نصرت کرنے والے کیلئے نصرت کے کئی میدان سامنے ہو سکتے ہیں جب ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات کو دیکھتے ہیں تو ان کے 114 حوالے بنتے ہیں جن میں ایک ناصران کی نصرت کرسکتا ہے اوران میں سے ایک بڑا حوالہ مظلومیت ہے اللہ جل جلالہ نے ہمیں نصرتِ مظلوم کا درست درس دیا ہے اس میں جان، مال،عزت اور ناموس تک کے حوالے سے نصرت کا حکم ہے اور نصرت کیلئے سیف سے قلم تک کا میدان بیان فرمایا ہے اور بات یہاں تک ہے کہ سورہ شعرا میں جن شعرا کی خالق نے مذمت کی ہے وہاں بلافصل ان شعرا کو مستثنیٰ قرار دے دیا ہے کہ جو نصرت مظلوم کریں جیسا کہ ارشاد ہے

☆وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الغَاوٗنَ () اَلَم تَرَاَنَّهُم فِی کُلِّ وَ ادٍیَّهِیمُونَ () وَاَنَّهُم یَقُولُونَ مَا لَا یَفعَلُونَ () اِلَّا الَّذِینَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِیرًا وَّ انتَصَرُوا مِن بَعدِ مَا ظُلِمُوا وَ سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ......(شعراء آیہ 224-227)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر جنگل میں سرگردان پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں، ان شعرا میں سے مستثنیٰ ہیں وہ جو ایمان لائے اور اعمال صالح بجالانے والے اور ذکر اللہ جل جلالہ کثرت سے کرنے والے ہیں وہ ظلم کے بعد مظلوم کی نصرت کرنے والے ہیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ جلدی جان لیں گے کہ وہ کون سی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جائیں گے

www.khrooj.com

دوستو! ...... جب ہم مظلومیت کو دیکھتے ہیں تو مظلومیت کے پھر آگے کئی حوالے ہیں کیونکہ ظلم کی کئی اقسام ہیں اسی لئے مظلوم بھی کئی حوالوں سے مظلوم ہوسکتا ہے

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سب سے بڑے مظلوم بھی ہیں جس طرح پانی کا بہاؤ نشیب کی طرف ہوتا ہے اور سب سے آخر میں پانی کسی گہری جگہ پر جمع ہوجاتا ہے اسی طرح اولین و آخرین کے مصائب، دکھ، درد وغم انہی پر آکر جمع ہوچکے ہیں ایک طرف اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے دکھوں کا مداوا ان کی ذمہ داری ہے، ایک ایک ویران کو آباد کرنا اور ایک ایک مظلوم کی بحالی ان کے ذمہ ہے کیونکہ امام وقت کے سامنے ماضی وحال و مستقبل حال جاری کی طرح ہوتا ہے اس لئے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے سامنے ایک ایک مظلوم پر ہوتا ہوا ظلم مسلسل جاری نظر آتا ہے اور ہر مظلوم انہی سے انتقام طلب کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اپنے گھر کی آبادی طلب کرتا ہوا نظر آتا ہے دوسری طرف ان کے نام لیوا محبّ کہلانے والے اپنے دنیاوی مشاغل میں اس طرح مصروف وغرق ہیں کہ کسی کو یہ تک سوچنے اور دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ہے کہ ہم ان کی نصرت کریں ایک سید نے سید العرفا جناب علی بن طاؤس رضوان اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی سب سے بڑے مظلوم ہیں جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہی سب سے بڑے مظلوم ہیں تو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی مظلومیت کبریٰ کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا تھا کہ جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام پر مصائب آئے تھے تو باقی لوگوں نے اگر ساتھ نہیں دیا تو ان کے افراد خانہ ان کے پاک خاندان کے افراد علیہم الصلوات والسلام ان کے ساتھ تھے ان کی نصرت کر

www.khrooj.com

رہے تھے مگر ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس لئے سب سے بڑے مظلوم ہیں کہ ان کے خاندان والے یعنی آج کے سادات نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا اوران کے بارے میں معلوم تک نہیں کیا کہ ان کے شب وروز کیسے گزر رہے ہیں؟

دوستو!...... شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی مظلومیت کا تقاضہ ہے کہ ان کی نصرت کی جائے اوران کی مظلومیت بھی نصرت کا ایک حوالہ ہے اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم مظلومیت کے حوالے سے ان کی کیا نصرت کرسکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہمیں معلوم ہوگیا کہ وہ مظلوم ہیں تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ان کی مظلومیت کتنی اقسام کی ہے اس طرح ہمیں اتنی ہی اقسام کی نصرت کرنا ہوگی وہ بے جرم وخطا شہید کئے جانے والے مقتولین کے وارث ہیں اوران کے غم میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں اس لئے ان کی دلجوئی کرنا، ان سے تعزیت کرنا اور دلاسہ دینا ہمارا فریضہ ہے اس لئے ہمیں اپنی مجالس عزا میں انہی سے تعزیت کرنا چاہیے اوران کے مصائب وآلام کے خاتمے کی دعا کرنا چاہیے

وہ مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام کی حسرت رکھتے ہیں اوراس میں مانع ہے تو قلت انصار ہے اس لئے ہمیں ان کا ناصر بننا چاہیے اورایک مخلص دوست کی طرح انہیں کھلی آفر(Offer) دینا چاہیے کہ آقا آپ پردۂ غیبت میں آنسو نہ بہائیں بلکہ ہماری جانیں، ہمارے اموال اور ہمارے ناموس آپ پرقربان ہونے کیلئے تیار ہیں آپ جوہمیں حکم فرمائیں ہم کرنے کیلئے تیار ہیں

اسی طرح ہمیں انصار جمع کرنے کی کوشش بھی کرنا چاہیے تاکہ شہنشاۂ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو زیادہ سے زیادہ انصار میسر آئیں اورانہیں ایسے انصار فراہم کرنے کی ضرورت

www.khrooj.com

ہے جو ان پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے کلی طور پر تیار ہوں یعنی جان و مال، عزت و ناموس، خواہشات و لذاتِ نفس، عیش و آرام، عزت و وقار الغرض جو کلی طور پر ہر قربانی کیلئے تیار ہوں اگر ہم ان کیلئے ایک لقمۂ حرام ترک کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں یا سر کے بال تک ان پر قربان نہیں کر سکتے تو پھر ہم ان پر سر کس طرح قربان کر سکتے ہیں؟

سید العرفا جناب سید ادیم نقوی صاحب رضوان اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شمر و یزید ملاعین ہر دور میں موجود ہوتے ہیں وہ جو کربلا والے شمر و یزید علیہ لعن تھے وہ ظاہری شمر و یزید تھے حقیقی شمر ملعون تو ان کے اندر موجود تھا اور وہ تھی ''خواہشِ نفس'' جو معبودِ باطل ہے اور وہ آج بھی موجود ہے اس لئے آج اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے

دوستو!......مظلومیت کا ایک تقاضہ دعا ہوتی ہے یعنی دعا بھی مظلوم کیلئے ایک نصرت ہوتی ہے مظلوم کے دکھوں اور مصائب کے خاتمہ کی دعا کرنا بھی نصرت ہے اس لئے ہمیں اپنی مجالس عزا میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو پرسہ دینا چاہیے اور ساتھ ہی ان کے اجدادِ طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام اور ان کے مصائب کے خاتمہ کی دعا کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنے گھروں میں ایسی دعا کا قیام کرنا چاہیے جو چوبیس گھنٹے جاری رہے کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ چوبیس گھنٹے میں 92 ساعات ایسی ہوتی ہیں جو قبولیت دعا کی ہوتی ہیں اس لئے ہمیں یہ کرنا چاہیے کہ جب بھی قبولیت دعا کا لمحہ آئے تو باب اجابت کے سامنے کوئی نہ کوئی دعا کرنے والا موجود ہو یہ اہتمام دو یا تین یا چار گھر مل کر بھی کر سکتے ہیں یعنی ایک گھر کے چار افراد ہیں وہ چار گھنٹے اپنے ہاں دعائے تعجیل فرج کا اہتمام کریں اگلے چار گھنٹے کسی دوسرے گھر کے افراد کے

www.khrooj.com

سپرد ہوں ان بعد کے تین چار گھنٹے پھر کسی تیسرے گھر کے سپرد ہوں اس طرح ہم ایک بستی یا گاؤں یا شہر میں چوبیس گھنٹے کی دعا کا اہتمام بآسانی کر سکتے ہیں

یعنی دعائے فرج کا قیام بھی ایک نصرت ہے اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی کی ذات کو پرسہ دینے کیلئے مجالس عزا کا قیام ہو جس میں مقررین کو خصوصی تاکید ہو کہ وہ اپنی مجلس میں مصائب و فضائل کے دوران بار بار شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ذکر کرتے رہیں اور ان ہی سے تعزیت کرنے کی ترغیب دیتے رہیں اور ان کے مصائب کے ختم ہونے کی دعا کرتے رہیں اور ہماری یہی دعا ہونا چاہیے کہ معظّمہ کونین صلوات اللہ علیہا کا پاک گھر جلدی آباد ہو، شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ذریعے ان کے مصائب کا خاتمہ ہو، ساتھ ہی ہمیں یہ دعا بھی کرنا چاہیے کہ رب جلیل ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب ششم

دینِ نصرت

اے حاملین جذبۂ نصرت!

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نصرت کے حوالوں پر گفتگو کر رہے ہیں اور یہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ نصرت ہمیشہ قریبی حوالے سے ہوتی ہے اور اگر نصرت طلب کرنے والے کے متعدد حوالے ہوں تو پھر نصرت کے بھی متعدد حوالے ہوتے ہیں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس طرح نصرت طلب کرنے والے کے متعدد حوالے ہوتے ہیں اسی طرح نصرت کرنے والے ناصرین کے دوائر استعدادات بھی متعدد ہوتے ہیں اس کی ہم ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی کسی شخص کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میں مفلس ہوں اور مجھ پر ایک ناجائز کیس بھی ہے اور پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اور میں بھوکا بھی ہوں کیونکہ اس شخص نے تین طرح کی نصرت طلب کی

() پہلا حوالہ مفلسی ہے......اس حوالے سے مالی نصرت ہوگی

() دوسرا حوالہ پولیس کیس ہے......اس حوالے سے عزت وجاہت کی نصرت ہوگی

() تیسرا حوالہ بھوک کا ہے......اس حوالے سے کھانا کھلانا نصرت ہوگا

www.khrooj.com

لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ جس جماعت کے سامنے اس نصرت طلب کی ہے ان میں سے ہر شخص اس کی کلی نصرت کرنے کی پوزیشن میں ہو یعنی اسے اتنا مال بھی دے سکے کہ اسے غنی کر دے اور ساتھ ہی پولیس کے پاس جا کر کیس بھی ختم کروا دے اور کھانا بھی کھلا دے یہ بھی ہوسکتا ہے کوئی آدمی یہ تینوں کام کرسکتا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی ان تینوں میں سے کوئی کام بھی کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو

اس لئے نصرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر سارے لوگ مل کر کام کریں اور ایک شخص کہتا ہے کہ بھائی میں تمہیں کھانا کھلا سکتا ہوں میرے ساتھ چلو دوسرا آدمی کہتا ہے کہ بھائی میں تمہار کیس ختم کروا سکتا ہوں مگر میرے گھر والے یہاں موجود نہیں ہیں تمہیں کھانا نہیں کھلا سکتا

کوئی کہتا ہے بھائی میرے پاس اتنے پیسے تو نہیں کہ میں تمہیں کسی اور کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بے نیاز کر دوں مگر کچھ نہ کچھ مالی مدد میں کرسکتا ہوں

اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ کیوں نہ ہم آپس میں مل کر اتنا مال جمع کر لیں جو اسے دوسروں سے بے نیاز کر دے یعنی نصرت کرنے والے کی پوزیشن بھی سامنے ہوتی ہے اور ہر انسان یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کس قسم کی اور کتنی حد تک نصرت کرنے کی پوزیشن میں ہے جو کوئی دوسری نصرت نہیں کرسکتا تو وہ ہمدردی اور دعا تو کرسکتا ہے اور جو یہ بھی نہیں کرسکتا تو وہ دشمنوں کی صف میں شامل سمجھا جائے تو غلط نہیں ہوگا

دوستو!......آپ خود سوچیں کہ کسی کو کھانا کھلانے میں تو کچھ نہ کچھ خرچ ہوتا ہے، مالی امداد کرنے میں جانی مدد کرنے میں بھی کچھ خرچ ہوتا ہے مگر ہمدردی کرنے میں کیا خرچ ہوتا ہے؟ دعا کرنے میں کیا خرچ ہوتا ہے؟ یہ مفت والی نصرت بھی جو نہیں

کر سکتا کیا وہ دوست ہوسکتا ہے؟

دوستو! ...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کے کئی حوالے ہیں ان میں سے ایک حوالہ ان کے اولی الامر ہونے کا ہے یعنی وہ ہمارے اولی الامر ہیں اور اس حوالے سے ان کی ایک نصرت ان کی اطاعت ہے

مقام اولی الامر

دوستو! ...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے جہاں دیگر مناصب عالیہ ہیں وہاں ان کا ایک منصب اولی الامر کا بھی ہے اور اولی الامر ہونے کے ناطے سے وہ ہم سے اپنی اطاعت کی نصرت طلب فرماتے ہیں یعنی ان کی اطاعت کرنا بھی ایک طرح سے ان کی نصرت بھی ہے اور ہماری آخرت کو سدھارنے کا عمل بھی ہے کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ نے ہم پر واجب بھی فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ

☆اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولوالامر منکم

آپ اطاعت کریں اللہ جل جلالہ کی اور اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اولی الامر کی

اب یہاں یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ اولی الامر انسانیت کیلئے امیجیٹ گاڈ (Immediate God) ہوتا ہے، جس کا فرمان اللہ جل جلالہ کا فرمان ہوتا ہے، جس کی اطاعت اللہ جل جلالہ کی اطاعت ہوتی ہے، جس کی محبت اللہ جل جلالہ کی محبت ہوتی ہے، جس کا اقرار اللہ جل جلالہ کا اقرار ہوتا ہے اور جس کا انکار اللہ جل جلالہ کا انکار ہوتا ہے یعنی جو اولی الامر کا منکر ہوتا ہے وہ اللہ جل جلالہ کی توحید کا منکر ہوتا ہے، سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا منکر ہوتا ہے اور ان سب کا منکر مسلمان نہیں مانا جاتا یہ وہ مسلمہ

ہے جسے ہر دور کے مسلمان درست مانتے چلے آرہے ہیں

دوستو!...... آپ کو معلوم ہے کہ جب شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خلاف علمائے سو نے نعوذ باللہ واجب القتل ہونے کے فتوے دیئے تھے تو انہوں نے کون سا شرعی جواز نکالا تھا؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی شرعی قاضی ہو یا کوئی چیف جسٹس (Chief Justice) جو رشوت خور ہو اور غلط فیصلہ سنا رہا ہو تو وہ بھی قانون کا سہارا ضرور لیتا ہے وہ اپنے فیصلے کا جواز قانون یا شریعت ہی کو بناتا ہے کیونکہ وہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے کوئی شرعی یا قانونی جواز نہ بنایا تو ساری دنیا کے سامنے روسیاہ ہو جاؤں گا اور میری کرپشن (Corruption) ایسی ننگی ہوگی کہ ساری دنیا مجھ پر لعنت کرے گی اگرچہ غلط فیصلے سے ویسے بھی ساری کائنات اس پر لعنت کرتی ہی ہے چاہے وہ قانون یا شریعت کے لاکھ جھوٹے جواز بنائے مگر وہ اپنے ضمیر کو جھوٹی تسلی دینے کیلئے کوئی نہ کوئی جواز ضرور بناتا ہے اسی طرح یزیدی دربار کے مردہ ضمیر علمائے ملعون نے بھی جب شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے نعوذ باللہ واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا تھا تو اس میں اسی آیت کو بنیاد بنایا تھا کہ اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اور جو واجب کا تارک ہے وہ مسلمان نہیں ہوتا اور اولی الامر کی مخالفت کرنے والا واجب القتل ہوتا ہے اور انہوں نے اس دور کا اولی الامر نعوذ باللہ یزید ملعون کو قرار دیا تھا اور واجب القتل کے فتوے پر مہریں لگا دی گئی تھیں

دوستو!...... یہ بات یہاں تک تو درست تھی کہ اولی الامر کا مخالف و منکر مسلمان نہیں ہوتا اور وہ واجب القتل ہوتا ہے اور انہوں نے ڈنڈی ماری تھی تو اولی الامر کے

تعین میں

کیونکہ انہوں نے اولی الامر یزید ملعون کو قرار دے دیا تھا ورنہ حقیقت یہی تھی کہ اس دور میں اولی الامر شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تھے اور یزید ملعون ان کا منکر تھا اس لئے وہ ملعون کافر بھی تھا اور واجب القتل بھی تھا آپ دیکھیں کہ ان دونوں نظریات کی بنیاد اولی الامر کی ذات ہے

یزیدی ملعون لوگ ایسے راسخ العقیدہ تھے کہ انہوں نے اس فتوے کو دل و جان سے تسلیم بھی کیا اور اسے اپنے عقیدے کا ایک جزو اعظم بنایا اور اس کے بعد اپنے نام نہاد ملعون اولی الامر کی اطاعت میں ہر برے سے برا کام کرتے چلے گئے اور اس پر پشیمان تک نہیں ہوئے جیسا کہ میں متعدد مرتبہ مسلم بن عقبہ مری ملعون کے عقیدہ کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ اس نے یزید ملعون کے حکم پر مدینہ طیبہ کو غارت کیا، اس میں تباہی و بربادی پھیلائی، وہاں ہزاروں صحابہ کرام کا قتل عام کیا، وہاں ایک ہزار صحابہ کرام کی کنواری بیٹیوں کی اجتماعی آبروریزی کی، جس کی وجہ سے ایک ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے، اس ملعون کے حکم سے مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کئی دنوں تک گھوڑے باندھے گئے اور منبر اقدس پر غلاظت تک ڈالی گئی اس کے بعد مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کی گئی، منجنیقوں سے بیت اللہ پر گندھک سے آگ کے گولے پھینکے گئے ، دیوار کعبہ مکرم منہدم ہوگئی، غلاف کعبہ جل گیا، وہاں ابی سعید خدری جیسے معزز صحابی کی سرعام داڑھی نوچی گئی ،سیکڑوں معصوم بچوں کو ٹانگوں سے پکڑ کر اس طرح دیواروں پر مارا گیا کہ ان کا دماغ دیواروں پر بکھر گیا اور ان کی مائیں اس غم سے پاگل ہوگئیں

یہ ہے وہ بدنام زمانہ واقعہ جسے تاریخ کی کتابوں میں واقعہ حرہ کہا جاتا ہے اور یہ واقعہ ابن مسلم بن عقبہ مری ملعون کی سر پرستی میں واقع ہوا تھا اس ملعون کا جب آخری وقت آیا تو اس سے آخرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا میں انتہائی بدکردار آدمی ہوں اور مجھے اپنی نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہاں ایک امید پر اس دنیا سے جا رہا ہوں کیونکہ میں نے ایک کام ایسا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے شاید اللہ جل جلالہ میرے سارے گناہ بخش دے گا

سائل نے سوال کیا کہ وہ کون سا کام ہے جس کی وجہ سے تم بخشش کی امید رکھتے ہو؟

اس ملعون نے جواب دیا میرے نامۂ اعمال میں صرف ایک ہی بڑا عمل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اولی الامر یزید ملعون کے کہنے پر جس طرح مکہ و مدینہ طیبہ کو برباد کیا تھا شاید اس اطاعت اولی الامر کی وجہ سے اللہ جل جلالہ مجھے بخش دے گا

اب آپ ان ملاعین کا عقیدہ دیکھیں کہ وہ اولی الامر کا کیا مقام سمجھتے تھے؟

دوستو!...... یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اولی الامر کا منکر کافر بھی ہوتا ہے اور واجب القتل بھی ہوتا ہے اور اس بات کو سارے مسالک اسلام درست مانتے ہیں

اب ہمیں بھی دیکھنا چاہیے کہ ہم بھی تو اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو اپنا اولی الامر کہتے ہیں کیا ہم کہیں ان کی مخالفت تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم ان کی نصرت کر رہے ہیں؟ کیا ہم ان کے بارے میں اتنا عقیدہ رکھتے ہیں؟ کیا ہم ان کے دشمنوں و منکروں کے ساتھ دوستانہ مراسم تو نہیں رکھے ہوئے؟ کیا ہمارا عقیدہ مسلم بن عقبہ مری ملعون جتنا کامل و مضبوط بھی ہے؟

دوستو!......ہمیں اپنے اولی الامر عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقام کو سمجھنا چاہیے اور پھر ان کی نصرت میں کوشاں رہنا واجب ہے اور جو ان کا مقام نہیں سمجھے گا وہ ان کی بھرپور نصرت نہیں کر سکے گا اور ہمیں اپنا عقیدہ ان باطل پرستوں سے تو اونچا رکھنا چاہیے کہ جن کے اولی الامر باطل اور شیطانیت کے علمبردار تھے کیونکہ ہمارے اولی الامر عجل اللہ فرجہ الشریف تو اِلٰہی نمائندہ ہیں اور اگر ہمارا عملی عقیدہ باطل پرستوں سے بھی کم درجے کا ہے تو پھر ہمیں شیعہ یا منتظر یا موالی کہلانے کا کوئی حق حاصل ہی نہیں ہے

شعبہ ہائے نصرت

دوستو......ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہر دور کے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت واجب اور فرض اولین ہے اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ نصرتِ امام کے بہت سے شعبے ہوتے ہیں اور اس دور میں تو ان شعبوں میں وسعت پیدا ہو چکی ہے یعنی جدید ایجادات اور جدید میڈیا(Media) کو سامنے رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اس دور میں جہاں نصرت امام علیہ الصلوات والسلام کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہوا ہے وہاں اس میں بہت زیادہ سہولتیں اور آسانیاں بھی پیدا ہوئی ہیں بشرطیکہ کوئی نصرت پر آمادہ ہو جائے

دوستو! جب ہم میدان نصرت پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ نصرت امام عصر علیہ الصلوات والسلام کی ایک سو چودہ قسمیں ہیں اور اگر ہم انہیں بنیادی شعبوں میں تقسیم کریں تو انسانی متعلقات کی تعداد کے برابر ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم انسانی متعلقات کو دیکھتے ہیں تو وہ اس طرح نظر آتے ہیں

(1) جسم اور جسم سے متعلق جملہ کام......یعنی جسمانی مشقت، جسمانی خدمت، اس

کے ساتھ جسم کے اعضا کی علیحدہ علیحدہ نصرت یعنی ہاتھوں سے نصرت، پاؤں سے نصرت، آنکھوں سے نصرت، زبان سے نصرت، وغیرہ

(2) مال اور مال سے متعلقات کے ذریعے نصرت کرنا......جن میں سب سے پہلے مالی واجبات کی ادائیگی ہوتی ہے اس کے بعد مالی قربانیاں آتی ہیں اور اپنے زمانے کے شہنشاہ کی طرف سے صدقات اور دیگر امور خیر میں مال کا صرف کرنا اسی طرح مال میں زمین، باغات، سونا، چاندی، زرنقد اور منقولہ و غیر منقولہ جائداد سبھی اس میں آجاتی ہے

(3) رشتوں کے حوالے سے نصرت...... یعنی اولاد کے ذریعے نصرت بہن، بھائیوں، ماں، باپ، دوست، احباب اور دیگر معاشرتی متعلقین کے ذریعے نصرت کرنا یعنی خود بھی نصرت کرنا اور جہاں تک انسان کی رسائی ہو وہاں تک دائرہ نصرت کو پھیلانا

(4) جان کے ذریعے نصرت کرنا......یعنی جہاں بھی نصرت میں جان کی قربانی دینا پڑے وہاں جان دینے سے دریغ نہ کرنا اس میں جسمانی اذیتیں، تکلیفیں، صعوبتیں برداشت کرنا بھی شامل ہوجاتا ہے تو اس کا دائرہ کافی وسیع ہوجاتا ہے بھوک، پیاس وغیرہ بھی اس میں شامل ہوتی ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ درجہ ترکِ حرام ومحرمات ہے

(5) عزت ووقار کے ذریعے نصرت کرنا......یعنی انسان کو معاشرے میں اگر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور لوگ احترام کرتے ہیں اور بات مانتے ہیں تو اس حوالے سے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا کیونکہ عزت بھی کئی حوالوں سے ملتی ہے یعنی اقتدار کے حوالے سے، علم کے حوالے سے، دولت اور امارت کے

حوالے سے، طاقت و جرأت کے حوالے سے، عمر اور بزرگی کے حوالے سے، دین اور علم دین کے حوالے سے، روحانیاتی مقامات اور عقیدت کے حوالے سے، الغرض یہ جتنے بھی شعبے ہیں ان میں نصرت کی جاسکتی ہے اور یہ بہت زیادہ مؤثر ذریعہ ہے

(6) ناموس ......یعنی انسان کیلئے اگر اپنے ناموس کی قربانی بھی نصرت میں معاون ہوتو دریغ نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ کربلا میں اس کا بہت اعلیٰ مظاہرہ ہوا ہے کہ خود نبی زادیوں صلوات اللہ علیھن نے بازاروں میں جا کر نصرتِ امام کا فریضہ ادا فرمایا ہے

(7) فکری ......یعنی انسان علمی وفکری نصرت کرسکتا ہے جیسا کہ قلم کے ذریعے نصرت کرسکتا ہے، اشعار لکھ کر نظم ونثر کے ذریعے نصرت کرسکتا ہے، مقالات، خطابات میں نصرت کرسکتا ہے، آڈیو اور ویڈیو (Audio & Video) کا میدان ہو یا سٹلائٹ میڈیا (Satellite Media) کا، پرنٹ میڈیا (Print Media) کا شعبہ ہو یا انٹرنیٹ (Internet) اور شوبز (Show biz) کا، انسان جس بھی شعبے سے وابستہ ہے اس میں فکری نصرت کرسکتا ہے

(8) روحانی نصرت [ان سب پر ہم تفصیل سے بات کریں گے]

دوستو!......نصرتِ لسان وقلم کا دائرہ بہت وسیع ہے یعنی انسان زبان کے ذریعے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرسکتا ہے اور بزبان قلم بھی نصرت کرسکتا ہے یعنی تقریر وخطابت کا میدان ہے جس میں منبر پر اجتماعات سے خطاب میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کروانا ہے، ان کے حقوق کو بیان کرنا ہے، ان کے فضائل و مصائب بیان کرنا ہیں، ان کی محبت پیدا کرنا ہے، ان کی نصرت کی تشویق کرنا ہے،

نصرت کی ترغیب دینا ہے،لوگوں میں شعورِنصرت بیدار کرنا ہے،اہمیت نصرت بیان کرنا ہےاورخروج کیلئے ذہنی وعملی وفکری طور پراحباب کوتیار کرنا ہے یہ سب نصرت ہی شمار ہوتا ہے،آج نصرتِ زبان کا میدان نجی محفلوں سے لے کر سیٹلائیٹ چینلز (Satellite Channels) تک پھیل چکا ہے

اسی طرح آج قلم کا میدان بہت وسیع ہو چکا ہے یعنی کاغذ وقلم سے لے کر کمپیوٹر کی بورڈ(Key board)اورسکرین(Screen) تک یہ سارامیدان قلم کا میدان تصور ہوتا ہے

دوستو!......آج ہم ''ای ایج''(E-Age) میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے انٹرنیٹ (Internet) پرشہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے کام کرنا بھی نصرتِ قلم کے دائرے میں سمٹ کرآ جاتا ہے

اسی طرح آڈیو ویڈیو(Audio & Video) کا جو میدان ہے وہ بھی نصرتِ لسان وقلم میں آجاتا ہےشہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں کیسٹس (Cassettes) لانا اور انہیں بطورتحفہ مومنین میں تقسیم کرنا یہ سب نصرت کی طرح ہے

شوبز(Show biz) کا جو فیلڈ ہے اس میں فلموں اورڈراموں میں یا ٹی وی پروگرام میں بھی نصرت کے عمل کو جاری کیا جا سکتا ہے یعنی وہ بات جو ہم ایک نجی محفل میں چند آدمیوں کے سامنے کر سکتے ہیں وہ بات ہم ان ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے کروڑوں افراد تک پہنچا سکتے ہیں اور کروڑوں افراد کوتشویق دلا سکتے ہیں یا اس جانب مائل کر سکتے ہیں،ایٹریکٹ(Attract) کر سکتے ہیں آج ہر گھر میں ٹی وی موجود ہےاس لئے اسے مثبت استعمال کر کے ہم بہت زیادہ کام کر سکتے ہیں

دوستو!......جیسا کہ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ نصرت طلب کرنے سے پہلے یہ

دیکھا جاتا ہے کہ نصرت طلب کرنے والے کا قریبی حوالہ کیا ہے؟ یعنی اگر کوئی سیاسی حوالے سے نصرت طلب کرتا ہے تو اس کی نصرت بھی سیاسی حوالے سے کی جاتی ہے اور اگر کوئی مذہبی حوالے سے نصرت طلب کرتا ہے تو اس کی مذہبی نصرت کی جاسکتی ہے اور ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا جو دائرۂ کار ہے اور جو ان کا مشن ہے وہ ایک یونیورسل ریفامر (Universal Reformer) کا ہے اور ہمیں اس (Reform) ریفارم میں ان کی نصرت کرنا ہے اور یہ بہت بڑا کام ہے

ایک آدمی کسی سے اپنے گھر کی صفائی (جھاڑ پونچھ) میں مدد کرنے کو کہتا ہے تو اس کیلئے زیادہ افراد کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جب کوئی فرد پورے ملک کی صفائی اور جھاڑ پونچھ میں مدد کرنے کی درخواست کرتا ہے تو یہ کام دو چار آدمیوں کے بس کا روگ نہیں ہوتا بلکہ اس میں بہت زیادہ افراد ضرورت ہوں گے اور ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا پروگرام عالمی اصلاح ہے اب آپ سوچیں کہ انہیں نصرت کیلئے کتنے افراد کی ضرورت ہوگی؟ اس وقت پوری دنیا میں شیعوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد 20 کروڑ کے قریب ہوگی جبکہ پوری انسانیت کی تعداد چھ ارب سے بھی زیادہ ہے یعنی شیعہ قوم کل انسانیت کا تقریباً تین فیصد کے قریب بنتی ہے

اور اگر ان میں سے باعمل و باعقیدہ شیعہ نکالیں گے تو وہ زیادہ سے زیادہ دو چار لاکھ نکال سکیں گے اور ہمارے سامنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی یہ تصویر بھی بنائی جاتی ہے کہ وہ آتے ہی سوائے شیعوں کے ساری دنیا کو تہہ تیغ کردیں گے۔ اب آپ سوچیں کہ وہ ساری دنیا کو برباد کرکے کیا قبرستانوں پر حکومت فرمائیں گے؟

جب ہم روایات دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے 313

اصحاب مرد اور 50 مستورات ہوں گے جو ایک طرح سے ممالک کے سربراہ ہوں گے یعنی اس دنیا کو 363 ممالک میں بدل دیا جائے گا اور وہ اصحاب ان ممالک پر حاکم ہوں گے اور ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عورتوں کو بھی اقتدار میں شامل کیا جانا ہے

شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دس ہزار انصار ہوں گے جو ایک طرح سے کمانڈر ہوں گے جن کے ماتحت فوجیں ہوں گی یعنی عسکری نظام جو ہوگا وہ اتنا بڑا ہوگا کہ جس کیلئے دس ہزار کمانڈرز (Commanders) کی ضرورت ہوگی اور اگر ہم فرض کرو کے کلیہ کو اپلائی (Apply) کرتے ہوئے یہ فرض کرلیں کہ ایک کمانڈر کے ماتحت ایک ہزار جوان ہوگا تو یہ تعداد دس کروڑ کے قریب بنتی ہے اب آپ سوچیں کہ جس ملک کی فوج دس کروڑ کے قریب ہو اس ملک کی آبادی میں عوام کی تعداد کیا ہونا چاہیے؟ جس بادشاہ کی فوج دس کروڑ ہو اس کی رعایا کی تعداد اربوں میں ہونا چاہیے؟ اس لئے ہمیں جہاں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی فوج کیلئے جوان پیدا کرنا ہیں وہاں ان کی رعایا بھی بنانا ہے اور ہمارا یہ مشن کوئی چھوٹا مشن نہیں ہے

آج برادران اہل سنت کی طرف سے آواز آرہی ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت خلافت علی منہاج النبوت ہوگی اور اس موضوع پر جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بہت اچھی تقاریر فرما رہے ہیں اور وقت کا ایک اہم تقاضا پورا کر رہے ہیں لیکن ہمارے مکتبہ فکر کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت کا مشن لے کر نہیں کھڑے ہوئے بلکہ خلافت علی منہاج الربوبیت کا مشن لے کر کھڑے ہیں کیونکہ شہنشاہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری دورِ اقتدار کفار و منافقین سے اٹا ہوتھا اور

شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دور میں دین حق کو پوری انسانیت پر غلبہ حاصل ہونا ہے اور اس دور میں صرف ایک ہی دین ہوگا اور اللہ جل جلالہ کا پسندیدہ دین ہوگا اس کے علاوہ کوئی دین باقی نہیں رہے گا اور یہ دین تلوار کے زور پر نہیں پھیلے گا بلکہ اپنی افادیت اور اچھائی کی وجہ سے پھیلے گا

دوستو!......میں نے یہ بات متعدد مرتبہ دہرائی ہے کہ آنے والے دور میں دین میں جارحیت نہیں ہوگی بلکہ ایک ایسا نظام آئے گا کہ جب دین بھی پروڈکٹ(Product) کی طرح ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کمپنی اپنی چیز بنا کر مارکیٹ میں رکھ دیتی ہے اور اس کی ایڈورٹائزمنٹ(Advertisement) کرتی ہے لیکن کسی دوسری کمپنی کو بزور اسلحہ بند نہیں کرواتی بلکہ اپنی کوالٹی(Quality) کی بنیاد پر دوسری کمپنی کی پروڈکٹ(Product) سے مقابلہ کرتی ہے اور کوالٹی(Quality) ہی کی فتح ہوتی ہے اسی طرح آنے والے دور میں دین بھی اپنی کوالٹی(Quality) کی بنیاد پر پھیلے گا اور دین کی کوالٹی(Quality) کی فتح ہوگی اور دین حق بھی اپنی کوالٹی(Quality) کی بنیاد پر فاتح عالم ہوگا نہ کہ تلوار و کشت و خون کی بنیاد پر کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ دشمنی کو ختم کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں

( ) یا تو دشمن ہی کو قتل کر دیا جائے ( ) یا دشمن تو باقی رہے مگر دشمنی ختم کر دی جائے

پہلا طریقہ منفی و مذموم طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ مستحسن اور مثبت طریقہ ہے کیونکہ اگر کوئی انسان بیمار ہو تو یہ طریقہ درست نہیں ہے کہ بیماری کو دور کرنے کیلئے بیمار ہی کو مار دیا جائے بلکہ مستحسن طریقہ یہ ہے وہ فرد تو زندہ رہے لیکن اس کی بیماری کو مار دیا جائے اس لئے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تبلیغ کا عمل ایسا ہوگا کہ دین کے دشمن افراد

دین کی کوالٹی (Quality) دیکھ اسے قبول کرلیں گے

دوستو! ......ہمیں ابھی سے اس قسم کی نصرت کیلئے تیار ہونا چاہیے تا کہ ہم بھی خلافت علی منھاج الربوبیت کی تحریک میں فعال کردار ادا کرسکیں اور حکومت اِلٰہیہ کے قیام میں کوئی مثبت کردار ادا کرسکیں یعنی اگر ہم اچھا کمانڈر یا فوجی نہ بن سکیں تو کم از کم اچھے سٹیزن (Citizen) اور شریف رعایا تو بن سکیں

اس میں سب سے پہلے ہمیں ان قوانین کو معلوم کرنا چاہیے کہ جو ان کے دور حکومت میں نافذ ہونا ہیں اور ہمیں ان پر چلنے کی ابھی پریکٹس (Practice) کرنا چاہیے تا کہ کل اس نظام کے نفاذ کے بعد ہمیں کوئی عملی پریشانی یا تکلیف نہ ہو

ہمیں ابھی سے حکومت اِلٰہیہ کا شریف شہری بننے کی تربیت حاصل کرنا چاہیے اور یہ بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ایک نصرت ہی ہے

نصرت بقدر ضرورت

دوستو......نصرت دو قسموں کی ہوتی ہے

( ) نصرت بقدر وسعت ( ) نصرت بقدر ضرورت

ہم سے کوئی شخص آ کر سوال کرتا ہے کہ آپ میری نصرت کریں میں غریب آدمی ہوں نہ میرا گھر ہے، نہ وسائل روزگار ہیں، نہ کھانے کو کچھ ہے تو اس صورت میں آپ اس کی دو طرح سے نصرت کر سکتے ہیں پہلی صورت تو یہ ہے کہ آپ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہیں جو کچھ آپ کی جیب میں ہوتا ہے وہ اسے دے دیتے ہیں یعنی اپنی استطاعت کے مطابق اسے دے دیتے ہیں تو یہ نصرت بقدر وسعت ہے جبکہ اس آدمی کی ضرورت آپ کی نصرت سے زیادہ ہے یعنی اسے مکان بھی ضرورت ہے،

www.khrooj.com

آٹا دال بھی ضرورت ہے، وسائل روزگار بھی ضرورت ہیں مگر آپ نے دو تین ہزار روپے دے کر اسے چلتا کر دیا ہے اگر ایسا آدمی کسی دوسرے آدمی کے پاس جاتا ہے اور وہ اسے مکان بھی دے دیتا ہے سامان ضرورت بھی دے دیتا ہے اور اسے آٹے دال کا انتظام بھی کر کے دے دیتا ہے اور اسے روزگار بھی فراہم کر دیتا ہے تو اس نے جو نصرت کی ہے یہ نصرت بقدر ضرورت ہے

اس کی ایک اور مثال بھی عرض کر دوں وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کا بے گناہ والد قتل کے الزام میں گرفتار ہو جاتا ہے اور وہ آپ سے مدد و نصرت کی اپیل کرتا ہے آپ اس کی مدد کیلئے کچھ پیسے بھی دیتے ہیں اور سفارش کیلئے بھی کسی افسر کے پاس چلے جاتے ہیں تو یہ نصرت بقدر وسعت ہے دوسری طرف آپ کا اپنا بیٹا (اللہ نہ کرے) ایسے کیس میں پھنس جاتا ہے تو آپ یہ نہیں دیکھتے کہ آپ کے پاس کیا موجود ہے بلکہ آپ یہ دیکھتے ہیں کہ پولیس والوں کی کیا ڈیمانڈ (Demand) ہے وکیل کی کیا ڈیمانڈ (Demand) ہے عدالتوں میں ججوں کی کیا ڈیمانڈ (Demand) ہے آپ اس کو سامنے رکھ کر اپنے وسائل کو بروکار لاتے ہیں وہاں اگر گھر بیچنے پر نوبت آجائے زمین جائداد نیلام کرنا پڑے یا احباب یا بنک سے قرضہ لینا پڑے یا بھیک تک مانگنا پڑے آپ ان ڈیمانڈز (Demands) کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ نصرت جو آپ اپنے بیٹے کی کر رہے ہیں یہ بقدر وسعت نہیں ہے بلکہ یہ نصرت بقدر ضرورت کر رہے ہیں اور اپنے سارے وسائل کو اس میں جھونک کر نصرت کی ساری ڈیمانڈز (Demands) کو پورا کرنے میں مصروف ہیں

دوستو!...... بات تعلق کی ہوتی ہے، تعلق جتنا کمزور ہوگا نصرت کا عمل کمزور ہوگا اور

تعلق جتنا مضبوط ہوگا نصرت کا عمل اتنا شدید اور طاقتور ہوگا ایک آدمی سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ آدمی آ کر آپ سے نصرت یا مدد طلب کرتا ہے تو آپ اپنی جیب میں سے نوٹ نکالیں گے اور سینکڑوں نوٹوں میں سے ایک نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیں گے باقی واپس جیب میں ڈال لیں گے اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اس سائل کی نصرت رفع تہمت کیلیئے فرمائی ہے کہ کہیں وہ کنجوس یا بخیل نہ کہتا پھرے یا کوئی الٹی سیدھی باتیں نہ کرتا پھرے ورنہ آپ اسے ایک چوّنی بھی نہ دیتے اس لئے ہم جب ناصرین کے رویے دیکھتے ہیں تو وہ چار قسم کے ہوتے ہیں

() بالکل نصرت نہ کرنے والے　　() تھوڑی بہت مدد کر کے ٹالنے والے

() نصرت بقدر وسعت کرنے والے　　() نصرت بقدر ضرورت کرنے والے

دوستو!...... معاشرتی زاویۂ نگاہ سے نصرت نہ کرنے والے دشمن شمار ہوتے ہیں اور تھوڑی بہت مدد کر دینے والے بھی دوستوں میں شمار نہیں ہوتے اگر چہ دشمنوں میں شمار نہ بھی ہوں ...... ہاں دوستوں میں آخری دو طبقے شمار ہوتے ہیں یعنی نصرت بقدر وسعت کرنے والے اور نصرت بقدر ضرورت کرنے والے

دوستو!...... نصرت امام معصوم علیہ الصلوات والسلام کے معاملے میں صرف آخری طبقہ دوستوں میں شمار ہوتا ہے باقی سارے مخالفین وخاذلین وقاتلین وفاسقین ومنافقین میں شمار ہوتے ہیں

اس کی مثال عبیداللہ ابن حر جعفی کے واقعہ سے ملتی ہے کہ جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے سفر کربلا کے دوران رُهَیمِیَّہ کے مقام پر قیام فرمایا واضح رہے کہ مغیثہ الماوان کے بعد سب سے پہلے رُهَیمِیَّہ کا قصبہ آتا تھا جو مغیثہ سے 65 کلومیٹر شمال مغرب کی

طرف تھا یہاں کریم علیہ الصلوات والسلام نے عارضی قیام فرمایا تھا، کیونکہ رُھَیمِیَّہ کے مقام تک پہنچتے پہنچتے گرمی میں کافی اضافہ ہو چکا تھا اس لئے عین الرُھَیمِیَّہ پر (جو اس مقام کے ایک چشمے کا نام تھا) آ کر قیام فرمایا یہ منزل کوفہ سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً 35 کلومیٹر کے فاصلے پر تھی یہاں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تشریف لائے تو یہاں ایک خیمہ دیکھا جس کے سامنے گھوڑا بندھا ہوا تھا پتہ کرنے پر عرض کیا گیا کہ یہ عبیداللہ ابن حر جعفی کا خیمہ ہے اسے اپنے خیمہ میں بلوایا اور فرمایا

☆اَنَـا اَدعُـوكَ فِـى وَقتِى هَذَا اِلَى تَوبَةٍ تَغسَلُ بِهَا مَا عَلَيكَ مِنَ الذُّنُوبِ وَ اَدعُوكَ اِلَى نُصرَتِنَا اَهلَ البَيتِ

ہم تمہیں اپنے سابقہ جرائم سے توبہ کی طرف بلاتے ہیں اب بھی وقت ہے تم توبہ کر کے اپنے جرائم کی سیاہی دھولو، سابقہ جرائم کی توبہ یہ ہے کہ ہم آل محمد علیہم الصلوات والسلام تمہیں اپنی نصرت کی طرف بلاتے ہیں ہماری نصرت کرو اور ہمیں ''ہمارا حق دو''

اس نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کی نصرت کرنے سے قاصر ہوں البتہ میں اپنا یہ گھوڑا اور اپنی تلوار پیش کرسکتا ہوں کہ شاید جنگ میں آپ کو ان چیزوں کی ضرورت ہوگی تو اس کے جواب میں امام عالی مقام نے کمال بے نیازی سے فرمایا کہ

☆فَاِذَا بَخَلتَ عَلَينَا بِنَفسِكَ فَلَا حَاجَةَ لَنَا بِمَالِكَ

جب تو نے اپنی جان کے بارے میں بخل کیا ہے اور ہماری نصرت سے جان چرائی ہے ہماری مدد سے روگردانی کی ہے تو پھر ہمیں تمہارے گھوڑے یا تمہاری کسی اور چیز کی ضرورت اور طمع نہیں ہے کیونکہ......☆لم اکن بالذی اتخذ المضلین عضداً ہم گمراہ لوگوں سے کسی مدد یا پشت پناہی کے خواہاں نہیں ہیں......(خلاصہ)

دوستو!......ابن حر جعفی نے آپ کی نصرت بقدر وسعت کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے اسے گمراہوں میں شمار فرمایا اور اس کی نصرت بقدر وسعت قبول بھی نہیں فرمائی کیونکہ جب زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام نصرت کیلئے بلائیں تو وہاں نصرت بقدر ضرورت واجب ہو جاتی ہے اور اس میں ذرا برابر کمی کرنے والا ملعون ہو جاتا ہے اس لئے ابن حر جعفی سے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ انہوں نے فرمایا......☆مَن سَمِعَ دَاعِيَّةَ اَهلَ بَيتيِ وَلَم يَنصُرُهُم عَلَى حَقِّهِم لَاكَبَّهُ اللَّهُ عَلَى وَجهِهِ فِى النَّارِ

کہ جو شخص بھی آل محمد علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے بلاوہ یا استغاثہ سن لیتا ہے اور اس کے بعد بھی ان کے حق کے حصول میں ان کی نصرت نہیں کرتا تو اللہ جل جلالہ اسے منہ کے بل واصل جہنم فرماتا ہے

دوستو!...... یہاں ایک احتمال کو دور کرتا چلوں ممکن ہے میری اس گفتگو سے کوئی یہ سمجھے کہ جب تک پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کا استغاثہ نصرت نہ سنیں اس وقت تک نصرت واجب نہیں ہوتی یعنی کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جب تک وہ ہمیں اپنی نصرت کی دعوت نہ دیں ہم پر ان کی نصرت واجب نہیں ہوتی اور ہم ترک نصرت کے جرم سے بچ جائیں گے ایسا نہیں ہے بلکہ جو استغاثہ نصرت یا طلب نصرت کا عمل ہوتا ہے وہ دو طرح سے ہوتا ہے

() استغاثہ بزبان قال - یعنی وہ اپنی زبان مبارک سے بالمشافہ دعوت نصرت فرمائیں

() استغاثہ بزبان حال ......یعنی وہ زبان مبارک سے تو نصرت طلب نہ فرمائیں مگر

ان کی حالت و کیفیت اور وقت کا تقاضہ ہو کہ ان کی نصرت کی جائے ان کی مظلومیت ہمیں اپنی نصرت کیلئے بلا رہی ہو تو یہ بھی استغاثہ نصرت ہی ہوتا ہے اور اسے بھی طلب نصرت سمجھنا واجب ہے کیونکہ شرفا نصرت اور مدد کے ضرورت مند ہونے کے باوجود طلب نصرت نہیں کرتے تو کیا ان کی نصرت نہیں کرنا چاہیے؟

اس کی ایک اور مثال بھی ہے کہ آپ کا بیٹا کنویں میں گر جاتا ہے اور پانی میں ڈوب جانے کی وجہ سے وہ آپ کو بلا نہیں سکتا تو کیا آپ اس کے بلانے کا انتظار کریں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی آپ بیٹے کو مشکل میں دیکھیں گے اس کی زبان حال کی آواز کو سنیں گے اور ضرورتِ نصرت کو دیکھیں گے تو پھر ایک لمحہ کیلئے بھی طلب نصرت کا انتظار نہیں کریں گے اسی طرح اگر معصومین علیہم الصلوات والسلام میں سے کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ انہیں ہماری نصرت کی ضرورت ہے تو پھر نصرت طلب کرنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ فوراً نصرت کیلئے پیش ہو جانا چاہیے

دوستو!......نصرت کا ایک مقام اس سے بھی آگے ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کو نصرت کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ نہ ہی نصرت طلب کرتے ہیں بلکہ نصرت میں آنے والے کو ترک نصرت کا حکم بھی فرما دیتے ہیں تو یہاں ان کے ظاہری حکم کی بجائے ان کی زبان حال کا جو حکم ہوتا ہے وہی حقیقی حکم ہوتا ہے جیسا کہ کربلا میں شب عاشور سب اصحاب کو جانے کا حکم فرمایا گیا جن لوگوں نے ظاہری حکم کی تعمیل کی وہ ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے زبان حال کے حکم کی تعمیل کی اور زبان قال کے حکم کی بظاہر نافرمانی کی وہ سعادت عظمیٰ اور فوزِ عظیم کو حاصل کر گئے

دوستو!......اب ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں دیکھتے ہیں تو ایک تو

وہ زبانِ قال سے بھی استغاثہ فرما رہے ہیں اور روز و شب یہ آواز گونج رہی ہے
☆هل من ناصراً ينصرنا......کوئی ہے جو ہماری نصرت کرے؟
اس کے علاوہ زبانِ حال سے بھی ان کے مصائب ہمیں ان کی نصرت کی طرف بلا رہے ہیں جیسا کہ آپ زیارت ناحیہ میں دیکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم پردہ غیبت میں پانی کی بجائے خون کے آنسو بہا رہے ہیں
دوستو!......شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا اجڑا ہوا گھر ہم سے نصرت طلب کر رہا ہے
ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کا تشنۂ انتقام خون ہم سے نصرت طلب کر رہا ہے
ان کے مظلوم اجداد کی بکھری ہوئی مزارات ہم سے نصرت طلب کر رہی ہیں
کربلا معلیٰ سے لے کر کوفہ و شام تک قدم قدم پر ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے افراد کی مزار ہائے اطہر سے صبح و شام ہل من ناصراًینصرنا کی صدا بلند ہو رہی ہے
راہ خدا میں شہید ہونے والے ہر مظلوم کا لہو پکار پکار کر انتقام کی صدا دے رہا ہے
دوستو!......19 ماہ رمضان 40 ہجری کا واقعہ دیکھیں
کوفہ میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو ضرب لگی اور عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اس کی گرفتاری کا واقعہ یہ ہے کہ جب وہ ملعون مسجد کوفہ سے فرار ہوا تو آسمان سے ☆قَد قُتِلَ اَمِیرَ المُؤمِنِین علیہ الصلوات والسلام کی آواز گونجی اس وقت جناب حذیفہ یمانی اپنے گھر سے باہر نکلے انہوں نے دیکھا کہ یہ ملعون مسجد سے الٹی سمت میں جا رہا ہے اسے روک کر فرمایا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا میں ایک ضروری کام کیلئے جا رہا ہوں آپ نے فرمایا کیا تو نے بھی یہ آواز سنی کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو شہید کر دیا گیا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے سنی ہے انہوں نے فرمایا پھر

آ ؤ ہم جا کر پتہ کریں کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ اس ملعون نے کہا مجھے ایک ضروری کام ہے مجھے جلدی جانا ہے یہ سن کر جناب حذیفہ یمانی نے فوراً تلوار نکال کر اس کی گردن پر رکھ دی اور فرمایا او ملعونِ ازل جب زمانے کے امام کے بارے میں کوئی ایسی خبر پہنچ جائے تو اس کے بعد بھی کیا کوئی کام ضروری رہ جاتا ہے؟

دوستو!......اب یہ بات ہمارے لئے بھی ایک لمحہ فکر یہ ہے کہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پردۂ غیبت میں ہمیشہ سوگوار رہتے ہیں، اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے غم میں آنسو بہاتے ہیں، ایک ایک مزار پر جاتے ہیں اور وہاں جا کر دلاسے دیتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی غیبت کی وجہ بھی قلت ناصرین ہے اور ان کے ظہور وخروج میں تاخیر کی وجہ بھی قلت انصار ہے اور ہم پھر بھی نصرت کیلئے مہیا نہیں ہیں اور ہم دنیا کے کاموں میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ دعائے تعجیل فرج کرنے تک کا ہمیں وقت نہیں ملتا اور ہمارا ہر کام ضروری کام ہے سوائے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کے اور جو لوگ دعائے تعجیل کرتے بھی ہیں تو وہ بھی (Part Time Job) پارٹ ٹائم جاب کے طور پر کہ جب سارے کاموں سے فرصت مل گئی تو مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کو یاد کر لیا ان کیلئے دعا کر لی ورنہ اپنے کاموں کو اوّلیت دے کر اپنی دنیا سنوارنے میں مصروف رہے جبکہ ہمارا فریضہ یہ تھا کہ ہم بقدرِ وسعت نصرت کی بجائے بقدرِ ضرورت نصرت کرتے اور اپنی ساری توانائیاں میدان نصرت میں جھونک دیتے مگر ہم سے تو نصرت بقدرِ وسعت بھی نہیں ہوئی یا تو ہم نصرت کرنے کی طرف مائل ہی نہیں ہیں یا پھر اپنی وسعت سے بھی ہزار درجے نیچے اتر کر نصرت کر رہے ہیں جو نہ ہونے کے برابر ہے

دوستو!......ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کیلئے کمر بستہ ہوں اور ان کی نصرت بقدرِ ضرورت کریں اور اگر ہم یہ محسوس کریں کہ ان کی ضرورت ہماری وسعت سے زیادہ ہے کہ ان کو جس قدر نصرت کی ضرورت ہے ہم اتنی استطاعت نہیں رکھتے تو ہمیں اپنی استطاعت تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنی استطاعت کو بڑھانا چاہیے کیونکہ اس پاک ذات کو ہماری نصرت بقدرِ وسعت درکار نہیں ہے بلکہ انہیں تو صرف اور صرف نصرت بقدرِ ضرورت چاہیے

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ غیب الغیوب ذات پاک کے تمام موالیین کو اتنا شعور حاصل ہو اور اتنی توفیق ملے کہ وہ اپنے امام زمانہ کی نصرت بقدرِ ضرورت کر سکیں اور قلتِ ناصرین کی وجہ سے جو خروج میں تاخیر ہو رہی ہے وہ تاخیر ختم ہو منتقم آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کے ظہور میں ایک پل کی تاخیر بھی نہ ہو اور وہ ہماری ترستی ہوئی نگاہوں کو وہ حسین منظر دکھائیں کہ جب ان کے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام پر روا رکھے جانے والے ہر ظلم کا انتقام لیا جائے اور ہر جگر سوختہ تمام رنج والم اس طرح بھول جائے کہ دکھ کی کوئی کسک دل میں باقی نہ رہے اور ان کے پاک گھر میں ابدی خوشیوں کی ایسی جاویدانی بہار آئے جو ہمیشہ خزاں نا آشنا رہے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك
ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب ہفتم

نصرت اور قرآن

اے حاملین جذبۂ نصرت!

کیونکہ ہم دین نصرت کے حوالے سے بات کر رہے ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ ہم قرآن کریم اور تفاسیر وعلم مفرادت وعلم الاصطلاحات القرآن کے حوالے سے بھی کچھ نہ کچھ بات کرتے چلیں اور یہ دیکھتے چلیں کہ ناصر ومنصور ونصرت اللہ ومنتصر کی کتنی مرادات ہیں؟

دوستو!...... جب ہم کتب مفردات میں دیکھتے ہیں تو وہ نصر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

☆الفاعل (ناصر ونصیر) والجمع (انصار) والمفعول (منصور)

نصر کا فاعل ناصر ونصیر ہوتے ہیں اس کی جمع انصار ہے اور مفعول منصور ہے

النصر والنصر العون، ......نصر کے معنی اعانت ومدد کے ہیں اور جن آیات میں اس نصر کے مادے کا کوئی لفظ آیا ہے تو ان میں کئی طرح کی ناصر ومنصور ہیں جیسا کہ سب سے پہلا ناصر ونصرت کرنے والا خود اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے اور اس بات کو متعدد آیات میں بیان فرمایا گیا ہے مثلاً

☆ نصر من اللہ و فتح قریب صرت اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے ہے اور فتح قریب

ہے

☆اذا جاء نصرالله ...... جب اللہ ﷻ کی نصرت آ گئی

☆ ان ینصرکم الله فلا غالب لکم ......اگر اللہ ﷻ تمہاری نصرت کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا

☆ وانصرنا علی القوم الکافرین ......انبیاء علیہم السلام بھی اس سے فریاد کرتے ہیں تو یہی عرض کرتے ہیں کہ کافرین کے مقابلے میں ہماری نصرت فرما

☆ وکان حقا علینا نصر المومنین ......اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ مجھ پر مومنین کی نصرت کرنا ان کا حق ہے

☆ انا لننصر رسلنا ......فرمایا یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کی نصرت فرمائی ہے

☆ وما لهم فی الارض من ولی ولا نصیر ......کفار وظالمین کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کیلئے اس زمین پر نہ کوئی ولی ہے اور نہ ہی نصرت کرنے والا ہے

☆ وکفی بالله ولیا وکفی بالله نصیراً ......اور مومنین کے بارے میں فرمایا کہ اللہ ﷻ تمہاری سرپرستی اور نصرت کیلئے کافی ہے

☆ ما لکم من دون الله من ولی ولا نصیر......فرمایا تمہارے لئے غیراللہ میں سے نہ کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ نصرت کرنے والا، اسی طرح کی بہت سی آیات ہیں

صاحبان مفردات لکھتے ہیں کہ

☆وَنُصرَةُ اللَّهِ لِلعَبدِ ظَاهِرة"، وَنُصرَةُ العَبدِ لِلَّهِ هُوَ نُصرَتُهُ لِعِبَادِهِ وَالقِيَامُ بِحِفظِ حُدُودِهِ وَرِعَايَةِ عُهُودِهِ وَاعتِنَاقِ اَحكَامِهِ وَاجتِنَابِ نَهيِهِ،

www.khrooj.com

قَالَ (وليعلم الله من ينصره)

اللہ جل جلالہ کی نصرت اپنے بندوں کیلئے ظاہراً ہوتی ہے اور عبد کی نصرت جو وہ مالک کیلئے کرتا ہے اس نصرت کے ایک معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے مالک کے غلاموں اور بندوں کی نصرت کرتا ہے، حدود اللہ جل جلالہ کی حفاظت کرتا ہے، احکام دین کا پاس کرتا ہے اوامر ونواہی کا سختی سے پابند ہوتا ہے، اسی طرح ذات واجب کا فرمان ہے کہ ابھی تو اللہ جل جلالہ نے دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون اس کی نصرت کرتا ہے

اسی طرح اس نے وعدہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ

☆ ان تنصروا الله ينصركم ......تم اللہ جل جلالہ کی نصرت کرو تو اللہ جل جلالہ تمہاری نصرت کرے گا

اسی طرح فرماتے ہیں ☆قَد اِشتَهَر اِطلَاقُ الاَنصَارِ عَلَى الَّذِينَ وَاسُوا رَسُولَ اللَّهِ وَوَالُوهُ وَنَصرُوُهُ مِن اِهلِ المَدِينَةِ

مشہور عام میں انصار اِن اہل مدینہ کو کہتے ہیں جنھوں نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اختیار کی اور ان سے بے پناہ محبت کی اور ان کی نصرت کی

منتخب البصائر میں شہنشاہ معظم امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام سے روایت ہے

فرمایا جو مومنین امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے محبت کرتے ہیں اور ان کی اتباع کرتے ہیں گویا وہی لوگ اللہ جل جلالہ اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرنے والے ہیں اسی طرح صاحبان تفسیر فرماتے ہیں کہ لاتعداد زیارتوں میں آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کو انصار اللہ فرمایا گیا ہے اور اسی طرح شہدائے کربلا علیہم الصلوات والسلام کو بھی انصار اللہ فرمایا گیا ہے

نصر اللہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں

دوستو!......صاحبان تفسیر فرماتے ہیں

☆قَدوَرَدَ تَاوِیلُ نُصرَۃِ اللَّهِ وَاَمثَالُ ذَلِكَ بِعَلِیٍّ علیه السلام

بہت سی آیات میں نصرت اللہ سے مراد شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں

☆فِی مَنَاقِبِ اِبنِ شَهرِ اَشُوبِ عَن مُجَاهِد وَغَیرِهِ عَن اَبِی هُریرة فِی قوله (هُوَالَّذِی اَیَّدَكَ بِنصرة) قَالَ اَی قَوَّاكَ بِعَلِیٍّ فَالنَّصرُ......الخ

مناقب ابن شہر آشوب میں ابوھریرہ سے روایت ہے یعنی وہی تو ہے جس نے اے میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری نصرت فرمائی ہے یعنی شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے ذریعے نصرت فرمائی ہے

احتجاج طبرسی میں شہنشاہ معظم امام محمد باقر علیہ الصلوات والسلام کے حوالہ سے منقول ہے کہ روز غدیر سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا تھا ☆قَالَ رَسُولُ اللَّهِ فِی خُطبَتِهِ یَومَ الغَدِیرَ عَلِیٌّ نَاصِرُ دِینِ اللَّهِ کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ناصر دین اللہ جل جلالہ ہیں......ابوبکر شیرازی کی کتاب نورالانوار میں ابن عباس سے ......☆واجعل لی من لدنك سلطاناً نصیراً ......کے بارے میں روایت ہے کہ شہنشاہ معظم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب تو مجھے نصیر لدنی عطا فرما اور ☆فَاِنَّ عَلِیّاً سُلطَانٌ یَنصُرہُ عَلَی اَعدَائِهِ میں سلطان نصیر شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں جن کے ذریعے سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت فرمائی گئی ہے

شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نصرت اللہ و منصور ہیں

دوستو!...... یہ بھی ایک قرآنی حقیقت ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو بھی نصرت اللہ اور منصور کا لقب دیا گیا ہے اور یہ دونوں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قرآنی اسمائے مبارکہ ہیں جیسا کہ تفاسیر میں ہے

☆قَدورَدَ تاوِیلُ نُصرَةِ اللّٰه وَامثَالَ ذَالِكَ بِالقَائِمِ عجل اللہ فرجہ الشریف وَقِیَامُهُ وَاِنَّهُ الَّذِی قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَلِمَنِ انتَصَرَ بِهِ ظلمه وَاَنَّهُ المَنصُورُ

نصرت اللہ سے مراد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بھی ہیں اور ان کی حکومت الٰہیہ کا قیام بھی اور کنز الفوائد کراجکی میں ہے کہ شہنشاہ معظم امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام سے جب اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا

☆ولمن انتصر بعد ظلمه قَالَ ذَلِكَ القَائِمُ عَلَیهِ السَّلَام اِذَا قَامَ انتَصَرَ مِن بَنِی اُمیه وَمِنَ المُکَذِّبِین وَمِنَ النّصَابِ

تو انہوں نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں جب ان کی حکومت الٰہیہ کا قیام ہوگا تو بنی امیہ اور ان کی تکذیب کرنے والوں اور ناصبیوں کے مقابلے میں ان کی نصرت کی جائے گی اور وہ منصور اللہ ہیں جیسا کہ تفسیر قمی میں اس آیت کے ضمن میں منقول ہے کہ

☆ ولئن جاء نصر من ربك قال یعنی القائم عجل اللہ فرجہ الشریف

اس آیت میں نصر اللہ سے مراد ہیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

البصائر میں شہنشاہ معظم امام صادق علیہ الصلوات والسلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں آپ نے فرمایا

www.khrooj.com

☆قال ربی عزوجل ان المهدی عجل اللہ فرجہ الشریف انتصر به لدینی

کہ اللہ جل جلالہ فرما رہا ہے کہ وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں نصرت فرمائے گا یعنی وہ ناصر دین اللہ ہیں

☆ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً فلا یسرف فی القتل انه کان منصوراً .... بِاَنَّ وَلِیَّ المَقتُولِ المَنصُورِ هُوَ القَائِم عجل اللہ فرجہ الشریف

سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ جو مظلوم شہید ہو گیا تو اس کا ہم نے ایک ولی قرار دیا ہے اور وہ انتقام میں زیادتی و اسراف نہیں کرے گا کیونکہ وہ منصور ہو گا فرمایا وہ ولیِ مقتول شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں

☆وَفِی رِوَایَةٍ اِنَّ الحُسَینَ علیہ الصلوات والسلام المُنتَصَرَ اَی فِی الرَّجعَةِ......الخ

یعنی بہت سی روایات میں یہ بھی ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام زمانۂ رجعت میں منتصر ہوں گے یعنی انتقام لینے والے ہوں گے اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ان کا انتقام لیں گے اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اپنے اصحاب عظام واطہار علیہم السلام کا انتقام لیں گے

نصرت دررجعت

دوستو!......بعض آیات میں اس دنیا میں نصرت کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زمانہ رجعت میں نصرت کرنا ہے، اس میں سب سے پہلے عمومی طور پر سارے انبیا و رسل علیہم السلام کی نصرت کا ذکر ہے کہ ان کی نصرت زمانہ رجعت میں کی جائے گی جیسا کہ ارشاد ہے

☆ اِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا فِی الحَیٰوةِ الدُّنیَا زَمَانَ الرَّجعَةِ فَاِنَّ کَثِیراً مِنَ

الَانبِیَاءِ وَکَذَا الَائِمَّۃَ قَتَلُوا فِی الدُّنیَا وَلَم یُنصَر فَذَالِکَ فِی الرَّجعَۃِ

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اس حیات ظاہری میں نصرت فرمانے والے ہیں مگر زمانہ رجعت میں کیونکہ بہت سے ایسے انبیا ورسل علیہم السلام ہیں جن کی ظاہراً نصرت نہیں کی گئی اوراسی طرح آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام ہیں تو ان کی بھی ظاہراً نصرت نہیں فرمائی گئی اب ان کی نصرت زمانہ رجعت میں کی جائے گی

دوستو! ......بعض آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ زمانۂ رجعت میں سارے انبیا ورسل علیہم السلام سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کریں گے جیسا کہ شہنشاہ معظم امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ اللہ جلالہ نے فرمایا ہے☆ فالذین امنوا به ......یعنی وہ اس پر ایمان لائیں گے اوران کی نصرت بھی کریں گے اسی طرح آیت میثاق النبیین کے بارے میں فرمایا گیا ہے

☆ اَخَذَاللّٰہُ مِیثَاقَ رَسُولِہِ عَلَی الَانبِیَاءِ اَن یَخبَر واُمَمَھُم وَیَنصُرُوہُ فَقَد نَصرُوہ بِالقَولِ وَاُمِروُا اُمَمَھُم بِذَلِکَ وَسَیَرجع رَسُولُ اللّٰہِ وَیَرجِعُونَ وَیَنصُروُنَہُ فِی الدُّنیَا

فرمایا کہ اللہ جلالہ نے سارے انبیا ورسل علیہم السلام سے سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عہد لیا تھا کہ وہ اپنی اپنی امتوں کو شہنشاہ معظم سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آگاہ کریں گے اوران کی نصرت بھی کریں گے ایک تو وہ ان کی زبانی نصرت کریں گے اورانہی کے دین پر اپنی اپنی امتوں کو چلنے کا حکم دیں گے پھران کی رجعت بھی ہوگی اورشہنشاہ معظم سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا میں واپس ظاہراً تشریف لائیں گے تو اس وقت سارے انبیا ورسل علیہم السلام ان کی اس دنیا میں نصرت

کریں گے اسی طرح بعض فرامین میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ

☆ لَتُـئـومِـنُـنَّ بِـهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ نُصرَةَ وَصِيِّهِ عَلِيٍّ علیہ الصلوات والسلام اِنَّ اللَّهَ تَعالَى اَمَرَالنَّبِيِينَ اَن يَنصُر وُا عَلِيًّا فِى الرَّجعَةِ ......انبیاعلیہم السلام کو حکم ہوا تھا کہ ان پر ایمان لانا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی نصرت کے بارے میں انبیا علیہم السلام سے فرمایا گیا تھا کہ نصرت ان کے وصی واخی شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی زمانہ رجعت میں کرنا ہے

منصورۃ صلوات اللہ علیہا

صاحبان تفاسیر اچھی طرح جانتے ہیں کہ ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کو بھی منصورہ کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے جیسا کہ شہنشاہ معظم امام صادق علیہ الصلوات والسلام سے روایت ہے

☆ اِنَّ جِبرَيِلَ علیہ السلام قَـالَ لِـرَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِنّ السَّيِّدَةُ مُسَمَّاةٌ فِى السَّمَاءِ بِمَنصُورَةٍ صلوات اللہ علیہا

معظّمہ کونین سیدہ النساء السادۃ العالمین صلوات اللہ علیہا کے بارے میں شہنشاہ معظم امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ جناب جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا تھا کہ ان کا آسمانوں میں نام پاک منصورہ صلوات اللہ علیہا ہے

☆ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى بِنَصرِاللَّهِ يَعنِي نَصرُ سَيّدةِ صلوات اللہ علیہا لِمُحِبّهَا اَى فِى يَومِ القِيَامَةِ

اسی طرح فرمایا گیا کہ مومنین سے جو نصر اللہ کے ذریعے نصرت کا وعدہ فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ روز قیامت ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا اپنے محبوں کی نصرت فرمائیں گی

نظامِ انتصار

دوستو!......اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انتصار کا حکم تاکید سے فرمایا ہے اور اس کے آغاز میں انتصارِ باہمی کی تاکید ہے کیونکہ انتصارِ مومن سے امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام پر استنباط آسانی سے ہوسکتا ہے اللہ جل جلالہ نے مومنین کی صفات میں سے ایک صفت انتصار باہمی کو قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

☆ والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون ...... جب انہیں بغاوت ظاہری و باطنی کا سامنا ہوتا ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت وانتصار کرتے ہیں اسی طرح فرمایا

☆ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر ......اگر دینی امور میں کوئی مومن بھائی طلب نصرت کرتا ہے تو تم پر اس کی نصرت فرض ہے

یہ تو تھی عمومی انتصار یعنی مومنین کو آپس کے امور میں ایک دوسرے سے نصرت طلب کرنے اور نصرت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے

دوستو!......اگر کوئی یہ سمجھے کہ اللہ جل جلالہ کے سوا کسی سے نصرت لینا جائز نہیں ہے تو اس کی یہ سوچ قرآنی رویوں کے خلاف ہے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ بغیر کسی کی مدد کے زندہ ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ زندگی ہزاروں مددوں کے ستونوں پر قائم کھڑی ہے اور ان میں سے ایک بھی گر جائے تو زندگی رہتی ہی نہیں

اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا انتصار یعنی جب ایک مومن پر دوسرے مومن بھائی سے نصرت طلب کرنا اور اس کی نصرت

www.khrooj.com

کرنا واجب ہے تو پھر امیر مومنین علیہ الصلوات والسلام اور ان کی پاک آل علیہم الصلوات والسلام کی نصرت میں تو کوئی چیز مانع رہتی ہی نہیں ہے اس لئے اس دور میں ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا نظامِ انتصار مضبوط کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اگر نظام انتصار مضبوط ہو جائے تو پھر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج میں کوئی چیز مانع ہی نہیں ہے

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظام انتصار کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں جہاں بھی جمہوری نظام قائم ہیں وہاں ایک حکومت متوازی چلنے والے تین نظاموں پر قائم ہوتی ہے

( ) وہ نظام ہوتا ہے جو خالصتاً حکومت کہلاتا ہے جیسے فوج یا اس جیسے ادارے

( ) وہ نظام ہوتا ہے جو نیم حکومتی اداروں کی شکل میں ہوتا ہے یعنی وہ ملازم حکومت کے ہوتے ہیں تنخواہ حکومت سے لیتے ہیں مگر کام عوام کے کرتے ہیں جیسے عدلیہ انتظامیہ ہے

( ) وہ نظام ہوتا ہے جو خالصتاً عوامی ادارے ہوتے ہیں اور حکومت عوامی نمائندوں کو اعزازاً اپنا حصہ بنا لیتی ہے اور عوام کیلئے پالیسیاں ان سے بنواتی ہے اور یہ سیاسی نظام ہوتا ہے، اوپر والے دو نظاموں کے بارے میں ہم یہاں بات نہیں کریں گے کیونکہ یہ روحانیات کی سرحد میں داخل ہے اس لئے میں آخری نظام کے بارے میں تفصیل سے عرض کرنا چاہتا ہوں

دوستو! ...... جب ہم اس تیسرے نظام [سیاسی نظام] کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے اس میں دو دھڑے ہوتے ہیں ایک حزب موافق کہلاتا ہے اور دوسرا دھڑا حزب مخالف یا اپوزیشن (Opposition) کہلاتا ہے اگر ہم حزب موافق کا تجزیہ کرتے ہیں تو

دیکھتے ہیں کہ جو حزب موافق ہوتی ہے اس کے تین حصے ہوتے ہیں

( )عوام یعنی رعایا کہ جن پر برسر اقتدار پارٹی کی پالیسیاں لاگو ہوتی ہیں

( )حکومت یا اپوزیشن کے کارکن یا ورکر جو اپنے لیڈروں کو برسر اقتدار لاتے ہیں

( )حکومت یا اپوزیشن کا نمائندہ یا لیڈر جو عوام پر پالیسیاں نافذ کرتا ہے

حکومت اِلٰہیہ میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے لیکن وہاں عوام کو مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ اصل جنگ کارکنوں کے درمیان ہی ہوتی ہے اور کارکنوں کا جو نیٹ ورک (Net-work) ہوتا ہے اسی کا نام ''نظامِ انتصار'' ہوتا ہے اس لئے نظامِ انتصار بھی دو ہوتے ہیں یعنی

( )اپوزیشن یا منفی وشری قوت کا نظام انتصار یا ابلیسی نظام کے سپر چوائل ورکرز (Spiritual workers of Devil)

( )حکومت اِلٰہیہ یا مثبت وخیری قوت کا نظام انتصار، یا اِلٰہی سپر چوائل ورکرز (Spiritual Workers of God)

یہ جو مثبت روحانیت کے عوامی لوگ ہوتے ہیں یہ حکومتی پارٹی کے عوامی نمائندے ہوتے ہیں اس لئے جب یہ مضبوط ہوتے ہیں تو حکومتِ اِلٰہیۂ ظاہریہ کی گرفت عوام پر مضبوط ہو جاتی ہے اور جب کمزور ہوں تو پھر حکومتِ اِلٰہیۂ ظاہریہ کی گرفت عوام پر ڈھیلی پڑ جاتی ہے مگر یہ سلسلۂ ظاہریہ کی بات ہے ورنہ باطنی حکومت تو بہت طاقتور ہوتی ہے کہ اگر چاہے تو ساری اپوزیشن کو ایک منٹ میں بین کر دے، فنا کر دے، قتل کروا دے یا سمندر میں ڈال دے اس کے سامنے اپوزیشن کیسے جم سکتی ہے؟

جمہوری نظام میں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عوامی طور پر حزب مخالف غالب آ بھی

جائے تو ملک ہمیشہ قائم رہتا ہے یعنی منفی یا مثبت نظام میں سے جو بھی جیت جائے وہ عوامی حد تک تو پالیسیاں بدل سکتا ہے لیکن ملک کا سودا نہیں کر سکتا اپنے ملک کے وجود کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ کسی ملک کی کوئی سیاسی پارٹی اپنے ملک کی فوج کے قتل عام کا حکم نہیں دے سکتی اور جب ایسی کوئی صورت حال پیدا ہونے لگتی ہے جس میں ملک کی بقا کو خطرہ لاحق ہو جائے تو پھر ایمرجنسی لگ جاتی ہے اور سارے عوامی ادارے اڑا دیئے جاتے ہیں

ہمارا یہ جو سلسلۂ نصرت ہے یہ عوامی سلسلہ ہے اور یہ جو خیر و شر کی جنگ ہے یہ بھی عوامی جنگ ہے یا یوں سمجھیں کہ اس جنگ کا مرکز انسانیت ہی ہے ورنہ ملکوت ہیں یا دیگر انواع ہیں تو وہ اس جنگ سے باہر ہیں آپ دیکھیں کہ اس عالمِ موجود میں جتنی مخلوق ہے تناسب کے لحاظ سے اس کے سامنے عالمِ انسان کی حیثیت کیا ہے؟ سمندر میں بوند کے برابر یا اس سے بھی کم ہے اور نظام تجبر و تصرف کا تعلق پورے عالم موجود سے ہے اور وہ بہت زیادہ مضبوط ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت ہلا بھی نہیں سکتی لیکن یہ جو نظام ظاہر ہے اس کا تعلق صرف عالمِ انسان سے ہے اس لئے کہ پورے سمندر پر متصرف قوتوں کا ایک قطرے کے معاملہ میں مداخلت کرنا زیب نہیں دیتا

دوستو!......تم اس بات پر غور کرو گے تو دیکھو گے کہ جملہ منفی قوتوں کا عمل صرف عالم انسان و عالم جنات تک محدود ہے ان شیطانی قوتوں کی ریشہ دوانیوں کا دائرہ لاکھوں کروڑوں انواع عالمین میں سے صرف دو انواع تک محدود ہے جو کہ جملہ انواع عالمین میں سے تناسب کے لحاظ سے سب سے کم تعداد کی حامل انواع ہیں یعنی عالم حیوانات کے مقابلے ہی میں دیکھ لیں تو انسان تو چھ ارب کے قریب ہیں

جبکہ عالم حیوانات میں موجود اقسام حیوانات کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے اور حیوانات قسم کے افراد کی تعداد کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا جیسا کہ آپ دیکھ لیں کہ سمندر کی مچھلیوں کی ایک ایک قسم کی تعداد انسانوں سے لاکھوں گنا زیادہ ہے اور جراثیمی دنیا میں اگر انسان جھانک کر دیکھے تو ان کی تعداد معلوم کرنے کیلئے ہمارے پاس اعداد کی دنیا معدوم ہو جاتی ہے جبکہ ان منفی اور مثبت قوتوں کی ظاہری جنگ صرف انسان تک محدود ہے اس لئے اس چھوٹی سی کمیونٹی (Community) [انسانیت] کے اندرونی معاملے میں حکومت اِلٰہیہ کی کلی طور پر مداخلت اس کے شایان شان ہی نہیں ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومتوں کے سامنے عوامی نظاموں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جیسا کہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب جیسے عوامی پاپولر نمائندے کو ایک فوجی ڈکٹیٹر پھانسی پر چڑھا دیتا ہے تو عوام کچھ بھی نہیں کرسکتی حکومت اِلٰہیہ کے سامنے عوامی نمائندوں کی کیا وقعت ہوسکتی ہے مگر حکومت اِلٰہیہ نہ ہی مارشل لا لگاتی ہے اور نہ ہی ایمرجنسی نافذ کرتی ہے کیونکہ مارشل لا ہو یا ایمرجنسی یہ دونوں چیزیں حکومتوں کے ماتھے پر بدنما داغ ہوتی ہیں اس لئے حکومت اِلٰہیہ ہمارے معاملات میں اپنے تجبر وتصرف و مدار کو ملوث نہیں کرتی اور ہم سے فرماتی ہے کہ یہ معاملہ آپ کا ہے آپ اسے خود نمٹائیں اس لئے حکومت اِلٰہیہ انسان ہی کو ''نظامِ انتصار'' کو مضبوط کرنے کا حکم دیتی ہے کہ اگر تم نظامِ انتصار مضبوط کرلو تو تم پر اللہ جل جلالہ کی امن پرور حکومت کا قیام ہو جائے گا اور تمہیں ایک روحانی حکومت مل جائے گی اور اگر تم سارے ہی ''کرپشن پسند'' ہوگئے تو تم پر بدقماش لوگوں کی حکومت ہو جائے گی اس سے اللہ جل جلالہ کے نظام

باطنی کو کیا فرق پڑنے والا ہے اور تم میں سے جو کوئی نظامِ انتصار کو مضبوط کرنے کی جدوجہد کرتا ہے تو اس کی جدوجہد گویا اپنے لئے ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے ......

(العنکبوت آیہ 6)

☆وَمَن جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفسِهِ اِنَّ اللَّه لَغَنِىَ عَنِ الغلَمِينَ()

اور جس نے جہاد و مجاہدہ کیا پس سوا اس کے نہیں کہ وہ اپنی جان کیلئے جہاد کرتا ہے، یقیناً اللہ جل جلالہ عالمین سے بے نیاز ہے یعنی اگر تم نظامِ انتصار کو مضبوط کرو گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اس جدوجہد کی افادیت تمہارے لئے ہے اللہ جل جلالہ کیلئے نہیں ہے اور اگر تم نظامِ انتصار کو مضبوط نہیں کرو گے تو اس کا نقصان بھی خود تمہاری ذات کو پہنچے گا کسی اور کو نقصان نہیں پہنچے گا اور جو نقصان ہوگا وہ تمہارا ہی ہوگا اور تمہارے ہاتھوں ہی کا کمایا ہوا ہوگا

☆ظھرالفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس

یعنی بحر و بر میں جو فساد ہے یہ انسان کا اپنا پیدا کردہ ہے لیکن انسان کے اس فساد فی الارض کے باوجود یہ اس رحمان و رحیم ذات کے رحیم و کریم نمائندے عجل اللہ فرجہ الشریف کی مہربانی و شفقت ہے کہ وہ ہمیں رہنمائی کیلئے روحانی افراد عطا فرماتا ہے کہ ان سے رابطہ کرو اور ہدایات لے کر اپنے نظام کو درست کرلو آ گے یہ ہمارا صوابدیدی معاملہ ہے کہ ہم روحانی لوگوں سے استفادہ کرتے ہیں یا سوئے استفادہ کرتے ہیں یا بالکل نہیں کرتے

دوستو!...... یہاں ایک وضاحت کرنا ضروری ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ جب اللہ جل جلالہ کے دو نظام موجود ہیں یعنی ''نظامِ ترشد و ارشاد'' اور

’’نظامِ تصرف و مدار‘‘ اور اس میں اتنے طاقتور صاحب قدرت مقدسین موجود ہیں جو چاہیں تو آنِ واحد میں کائنات کو اڑا کر رکھ دیں تو پھر یہ انصار اور یہ روحانی جنگ اور مرکز کی کمزوری اور انصار کی کمزوری کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ عوامی نظام میں مداخلت پسند کرتا ہی نہیں ہے اور اس میں جبر موجود نہیں ہے کیونکہ یہاں لااکراہ فی الدین ...... کا کلیہ اپلائی(Apply) ہوتا ہے اور وہ ایک عادل حاکم کی طرح ہم سے فرماتا ہے کہ اگر تمہیں ہماری آئیڈیالوجی (Ideology) پسند ہے تو ہمارے نمائندوں کو مضبوط کرو تاکہ تم پر ہماری پالیسیاں لاگو ہوں اور اگر تم ہماری آئیڈیالوجی(Ideology) کو فالو(Follow) کروگے تو رزلٹ کی ذمہ داری ہماری ہے اور اگر تم باطل وشر کی آئیڈیالوجی(Ideology) کو فالو(Follow) کروگے تو اس کے رزلٹ کی ذمہ داری تمہاری ہوگی اس میں میرا کیا نقصان ہے؟

مقصدِ روحانیین

دوستو!...... جب صاحبان روحانیت مقصد روحانیت پر بحث کرتے ہیں تو وہ اس طرح فرماتے ہیں کہ جب سے عالمِ خلق وجود میں آیا ہے اس وقت سے اس عالم ہست میں دو قوتیں آپس میں برسر پیکار ہیں ایک مثبت قوت ہے اور دوسری منفی قوت ہے اور جو مثبت قوت ہے اس کا نام ’’خیر‘‘ ہے اور دوسری جو منفی قوت ہے اس کا نام ’’شر‘‘ ہے جیسا کہ زرتشت نے ان قوتوں کے نام یزدان واہرمن بتائے کہ یزدان قوت خیر کا نام ہے اور اہرمن قوت شر کا نام ہے اسی طرح عوامی اسلام میں اللہ جل جلالہٗ اور شیطان کی جنگ سمجھی جاتی ہے اور علامہ اقبال انہیں چراغ مصطفویؐ وشرار بولہبی کا نام دیتے ہیں یعنی ہر مذہب میں خیر وشر کی آپس کی جنگ کا تصور موجود ہے

www.khrooj.com

ہماری روحانیات میں جو دو قوتیں برسر پیکار مانی جاتی ہیں ان میں سے قوتِ شر کا مرکز شیطان اور اس کے گماشتے ہوتے ہیں اور دوسری طرف خیر کا مرکز یزدانِ دوراں یعنی ہر زمانے کے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام اور ان کے انصار و اصحاب ہوتے ہیں

ہماری روحانیت کا یہ مسلمہ ہے کہ قوتِ شر، قوتِ خیر سے کبھی بھی طاقتور نہیں ہوتی بلکہ من حیث الذات ہمیشہ یزدان زمانہ علیہ الصلوات والسلام ہی طاقتور رہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ جل جلالہ کا مظہر کامل ہوتا ہے اور اللہ جل جلالہ کی قوت و طاقت و جبروت و قدرت کا مالک ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بھی دور میں کمزور نہیں ہوتا

دوستو!......من حیث الظہور قوتِ خیر کبھی قوتِ شر سے شکست کھاتی ہوئی نظر آتی ہے اور کبھی فتح یاب ہوتی نظر آتی ہے تو اس کی وجہ مرکز خیر کی ذاتی کمزوری نہیں ہوتی بلکہ وہ ''مرکز خیر'' تو ہمیشہ طاقتور رہتا ہے اور یہ کمزوری کا ظہور اس کے انصار کا ہوتا ہے

میں یہ بات پہلے بھی کئی مرتبہ دہرا چکا ہوں کہ یہ مقابلۂ خیر و شر نہ ہی اللہ جل جلالہ اور ابلیس کا مقابلہ ہوتا ہے اور نہ ہی ولی العصر علیہ الصلوات والسلام اور ابلیس کا ہوتا ہے کیونکہ مقابلہ برابر کی قوتوں میں ہوتا ہے یعنی لائٹ ویٹ(Light Weight) سے لائٹ ویٹ (Light Weight) کا اور ہیوی ویٹ (Heavy Weight) سے ہیوی ویٹ (Heavy Weight) کا مقابلہ تو عدل ہوسکتا ہے لیکن لائٹ ویٹ(Light Weight) کا ہیوی ویٹ (Heavy Weight) سے مقابلہ ظلم ہوتا ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام یا اللہ جل جلالہ کے سامنے ابلیس کا کوئی وزن ہے ہی نہیں اس لئے ولی العصر حجت زمانہ علیہ الصلوات والسلام یا اللہ جل جلالہ کا اس کے مقابلے میں آنا جہاں ابلیس کی تباہی ہے وہاں اللہ جل جلالہ اور اس کے انوار اولیہ علیہم الصلوات والسلام کی توہین بھی ہے اس لئے یہ مقابلہ

دراصل اولیائے ابلیس مع ابلیس اور اولیائے اِلٰہی یعنی انصارِ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے مابین ہوتا ہے یہ علامہ مرحوم نے کہا ہے کہ چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی کا مقابلہ ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوت کاملہ کی ایک جھلک دکھا دیتے تو یہ پوری کائنات مع لشکرانِ ابلیس و آل ابلیس نیست و نابود ہو جاتی یہ مقابلہ چراغِ ابوذری وسلیمانی سے شرارِ ابولہبی و ابوجہلی کا تھا ہاں جب ابوذریؓ و سلمانیؓ کمزور ہوتی ہے تو پھر کچھ نہ کچھ زخم مرکز کو بھی کھانا پڑتے ہیں چاہے وہ جناب حمزہ علیہ الصلوات والسلام کا زخم ہو یا دندان مبارک کا زخم ہو اسی طرح کربلا میں جب ''قوت نصرت'' کمزور ہوئی تو مرکز کو شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام اور کردگارِ وفا علیہ الصلوات والسلام جیسے بڑے بڑے زخم کھانا پڑے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ''قوتِ نصرت'' کمزور ہوتی ہے تو اس کا فائدہ ابلیسی قوتوں کو پہنچتا ہے اور وہ اور زیادہ طاقت سے شدید حملے کر کے اس ''قوتِ نصرت'' کو کمزور کرنا شروع کر دیتی ہیں اور اس کے حملوں کی وجہ سے قوتِ نصرت اور زیادہ کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اس لئے اگر مرکز کو مضبوط رکھنا ہو تو ''قوتِ نصرت'' کو طاقتور بنانا لازم ہوتا ہے آپ تاریخ روحانیات دیکھ سکتے ہیں کہ جب بھی مرکز کے گرد مضبوط انصار جمع ہو جاتے ہیں مرکز مضبوط ہو جاتا ہے

دوستو!...... جب بھی معصومین علیہم الصلوات والسلام میں سے کسی ولی زمانہ علیہ الصلوات والسلام سے یہ دریافت کیا گیا کہ آپ نے خروج کیوں نہیں فرمایا؟ تو صرف ایک ہی جواب تھا کہ ''خالص انصار'' کی قلت ہے شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے انصار کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اگر امیر شام میرے ساتھ انصار کا تبادلہ کرتا تو ہم اپنے دس

www.khrooj.com

دس انصار دے کر اس سے ایک ایک لے لیتے کیونکہ ہم اپنے گرد جمع ہونے والے انصار کو ایک لکڑی کے پیالے پر بھی امین نہیں بنا سکتے

شہنشاہِ معظم امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا اگر ہمیں چالیس ناصرین مل جاتے تو ہم امیر شام کے ساتھ صلح نہ فرماتے اور اس پوری دنیا پر حکومت الٰہیہ کا قیام ونفاذ ہو جاتا

شہنشاہِ معظم امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر ہمیں 16 انصار مل جاتے تو ہم ایک لمحے کا توقف کئے بغیر خروج فرماتے اور روئے زمین پر حکومت الٰہیہ کا قیام ہو جاتا

شہنشاہِ معظم امام علی الرضا علیہ الصلوات والسلام سے جب یہ سوال ہوا تھا کہ اب تو پورا ایران آپ کے حکم پر جان نچھاور کرنے کو تیار ہے پھر آپ حکومت الٰہیہ کے قیام میں کیوں تاخیر فرما رہے ہیں تو آپ نے اس سوال کرنے والے سے فرمایا یہ سامنے تنور گرم ہے تم اس میں کود جاؤ

اس نے معذرت چاہی اسی دوران ہارون مکی تشریف لائے تو انہوں نے فوراً عمل کیا اس کے بعد آپ نے سائل سے فرمایا کہ اس جیسے مخلص انصار کتنے ہوں گے؟ سائل نے عرض کیا کہ جناب ایک بھی نہیں ہے

اسی طرح ہر ولی العصر علیہ الصلوات والسلام نے اپنے اپنے زمانے میں قلتِ انصار کا شکوہ فرمایا ہے کیونکہ جب تک مضبوط اور کامل انصار مرکز کو میسر نہ آئیں مرکز مضبوط نہیں ہوتا

ہمارے شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو 313 اصحاب کی ضرورت ہے جبکہ ان میں بہت سے تو ماضی کے ہیں جو باقی انصار کے انتظار میں ہیں یعنی کچھ لوگ بنی اسرائیل میں سے ہیں کچھ لوگ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار میں سے ہیں کچھ اصحاب کہف ہیں

اور کچھ شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انصار کی جو دس ہزار کی لسٹ ہے اس میں تو ہر امام علیہ الصلوات والسلام کے زمانے کے مخلصین کے نام موجود ہیں یعنی زرارہ ابن اعین و ہرثمہ ابن اعین تک کے نام لکھے ہوئے ہیں اس طرح اولین 313 میں سے بھی موجودہ زمانہ کے 250 کے قریب انصار درکار ہیں باقی تو ماضی سے آنا ہیں اگر ہم ستر افرادِ بنی اسرائیل کو بھی یہاں شامل کرلیں تو تعداد اور کم ہوجائے گی اور ہم سے وہی تعداد پوری نہیں ہورہی ہے

دوستو!...... یہاں ایک بات کی وضاحت کردوں کے اصحاب تو مخصوص ہیں مقررہ ہیں لیکن انصار کی تعداد مقرر نہیں ہے اور اصحاب دراصل کمانڈرز (Commanders) ہیں اور ان کے ماتحت جن لوگوں نے نصرت کرنا ہے وہ انصار شمار ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انصار فراہم ہوجائیں تو ''اصحاب'' پیدا ہوجائیں گے یعنی سپاہی مل جائیں یا فوج مل جائے تو کمانڈرز (Commanders) تو ''فیکونی'' انداز میں آجائیں گے

دوستو!......اس دور میں اگر مرکز کو مضبوط کرنا ہے تو انصار کی فراہمی کی ضرورت ہے ''قوتِ نصرت'' کو مجتمع بھی کرنا ہے اور اسے مضبوط بھی کرنا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ انصار اور زیادہ سے زیادہ قوت کے مالک انصار درکار ہیں

یہاں ''قوت'' سے مراد قوتِ جسمانی نہیں ہے بلکہ قوتِ روحانی ہے یعنی اس دور میں اصل کام انصار کا پیدا کرنا ہے اور انہیں روحانی طور پر مضبوط بنانا ہے جو اولین روحانی مشقوں میں ابلیسی سپرچوائل ازم (Devil,s Spiritualism) کا مقابلہ کرسکیں اور سپرچوائل وار (Spiritual War) میں جم کر لڑسکیں

www.khrooj.com

دوستو!......اس دور میں نظامِ انصار کو مضبوط کرنا بہت ضروری ہے یعنی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو روحانی نصرت کرنے والے اور جہاد بالتصرف کرنے والے جوانوں کی ضرورت ہے اور اس دور میں سب سے اہم ضرورت روحانیاتی نصرت ہے

اب ہمیں چاہئے کہ ہم سب سے پہلے اپنے آپ کو آنے والی پاک ذات عجل اللہ فرجہ الشریف کی عملی نصرت کیلئے تیار کریں اور اپنی روحانیت کو اس حدتک ترقی دیں کہ روحانی طور پر نصرت کرنے کے قابل ہوسکیں اس کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ عوام میں سے انصار پیدا کریں اور لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے بعد عملی طور پر بھی اس حدتک ضرور تیار کریں کہ وہ شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عملی مدد و نصرت کرسکیں

دعا ہے کہ تمام مومنین و مومنات کو مولائے کائنات توفیق عطا فرمانویں کہ وہ شہنشاہ معظم سرکار امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنے کا اپنے آپ کو اہل ثابت کرسکیں اور قلت انصار کی وجہ سے ان کے ظہور و خروج میں جو تاخیر ہو رہی ہے وہ تاخیر اب تعجیل میں بدل جائے، اہل بیت عصمت علیہم الصلوات والسلام دوبارہ اس دنیا میں ہمیشہ کیلئے آباد ہوں، ان کے گھر اطہر سے صدیوں پر محیط سوگ اور غم ختم ہو جائے، اور تمام مظلومین کا انتقام ہو، ظالمین مع ظلم نیست و نابود ہو جائیں، اور کائنات وجودِ ظلم و ظالمین سے پاک ہوکر ابدی خوشیوں میں جھوم اٹھے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصاره و اشياعه و اعوانه و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب ہشتم

جہاد

دوستو!...... ہمارے دین و مذہب کی جو ضروریات بیان ہوئی ہیں جنہیں فروعات دین کہا جاتا ہے ان مروجہ فروعات دین میں سے چھٹی فرع ''جہاد'' ہے جیسا کہ ہم اپنے بچوں کو یاد کرواتے ہیں کہ

(1) نماز......(2) روزہ......(3) حج......(4) زکواۃ......(5) خمس......(6) جہاد......

(7) تولا......(8) تبرا......(9) امر بالمعروف (10) نہی عن المنکر

یہ ہمارے فروعات دین ہیں اور ان میں سے چھٹی فرع جہاد ہے

لغوی معنی

دوستو!......لغت میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جہاد کے کئی معنی ہیں لیکن صاحبان لسانیات فرماتے ہیں کہ ''ج ہ د'' کے مادّے میں چار چیزوں کا تصور ضرور پایا جاتا ہے یعنی ......() بھرپور کوشش ......() امتحان ......() مشکلات ......() جنگ ......

اس میں کوشش سے مراد جسمانی، نفسانی، روحانی، فکری، ذہنی، داخلی، خارجی، مادی وغیر مادی کوشش ہے بلکہ ہر قسم کی کوششیں اس میں شامل ہوتی ہیں

امتحان ...... امتحان کے لفظ میں بھی ہر قسمی امتحان مراد وشامل ہوتے ہیں یعنی

جذباتی، کیفیاتی، جسمانی، میلاناتی، نفسانی وروحانی یعنی جہاں جہاں بھی امتحان کا تصور موجود ہوتا ہے وہ اس میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔امتحان کا لفظ بھی محن ومحنت سے ہے اسی لئے اللہ جل جلالہ نے اسے آزمائش قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆اَم حَسِبتُم اَن تَدخُلُوا الجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعلَمِ اللّٰہُ الَّذِینَ جَاھَدُوا مِنکُم وَ یَعلَمَ الصّٰبِرِینَ ...... (آل عمران آیہ142)

کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے انہیں معلوم نہیں کیا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ہی ان میں سے صابرین [ثابت قدم رہنے والوں] کو معلوم کیا ہے

اس آیت میں اس امتحان وآزمائش کا ذکر ہے کہ جس کے رِزلٹ(Result) کے بعد کسی کو کچھ ملنے والا ہے ہاں جو پاس مارک(Pass Marks) لے گیا وہ کامیاب ہوگیا اور جو فیل ہوگیا وہ رہ گیا اور اس آزمائش اور امتحان کو بھی جہاد کہا جاتا ہے

امتحان وآزمائش کا ایک پہلو قلبی ہوتا ہے اور اندرونی جہاد سے اس کا تعلق ہوتا ہے تو اس کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے کہ

☆ام حَسِبتُم اَن تترَکُوا وَ لَمَّا یَعلَمِ اللّٰہُ الَّذِینَ جَاھَدُوا مِنکُم وَلَم یَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللّٰہِ وَ لَا رَسُولِہِ وَلَا المُومِنِینَ وَلِیجَةَ وَ اللّٰہ خَبِیر بِمَا تَعمَلُونَ...... (توبہ آیہ16)

کیا تم نے گمان کرلیا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان لوگوں کو تو جانچا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور سوائے اللہ جل جلالہ کے، اور رسول کے، اور مومنوں کے کسی اور کو راز دار نہیں بنایا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ

ﷻ اس سے پورا پورا خبردار ہے یعنی قلبی لگاؤ، رازداریاں اور محبتیں بھی ایک آزمائش ہوتی ہیں اوران کے درست کرنے کا عمل بھی جہاد و مجاہدہ ہوتا ہے اوراس امتحان میں سے گزرے بغیر کسی کو کوئی اعلیٰ منصب ملنا مشکل ہے

مشکلات

دوستو!...... جہاد کے لفظ میں ہر قسمی مشکلات کا تصور بھی موجود ہوتا ہے اور یہ مشکلات بھی آزمائش ہوتی ہیں انسان کے ایمان، یقین، عرفان، عمل، عقیدہ، دیانت، قابلیتیں، صلاحتیں، استعدادیں، یہ ساری چیزیں پرکھی اور جانچی جاتی ہیں جیسا کہ ارشادقدرت ہے......(سورہ محمدؐ آیہ31)

☆وَلَنَبلُو نَّکُم حَتَّی نَعلَمَ المُجٰهِدِینَ مِنکُم وَ الصَّبِرِینَ وَ نَبلُوا اَخبَارَکُم

اورالبتہ ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اورصبر کرنے والوں کومعلوم کرلیں اورتمہاری خبریں جانچ لیں

جنگ

دوستو!...... جہاد کے لفظ میں ...... ہر قسمی جنگ کا تصور بھی موجود ہوتا ہے مثلاً داخلی، خارجی، علمی، فکری، لسانی، جذباتی، نفسی وروحانی وغیرھم

اس لئے اس میں اولین جنگ ظاہری وعمومی ہوتی ہے اور وہ بھی ہجرت کے بعد واجب ہوئی اوراللہ ﷻ نے قرآن پاک میں حکم فرما کرمومنین پر جہاد کو واجب قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے

☆کُتِبَ عَلَیکُم القِتَالُ وَ هُوَ کُره لَّکُم وَ عَسَی اَن تَکرَهُوا شَیئًا وَّ هُوَ خَیر

www.khrooj.com

لَّـكُـم وَعَسٰی اَن تُحِبَّوا شَیئًا وَّ شَرّ لَّكُم وَ اللَّهُ يَعلَمُ وَ اَنتُم لاَ تعلَمُون َ......

(البقرہ آیہ 16)

16/2 -تم پر جہاد واجب کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے اور شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو، اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو در آں حالیکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ تو جانتا (ہی) ہے مگر تم نہیں جانتے ہو

یہاں ایک وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اللہ جل جلالہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہ ابھی ہم نے معلوم نہیں کیا کہ کون جہاد کرنے والا ہے یا صابر و ثابت قدم ہے تو اس سے مراد علم ازلی نہیں ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ تو ہر چیز کے بارے میں ازل سے جانتا ہے مگر جس جس آیت میں ایک طرح سے اس کے علم کی نفی نظر آتی ہے وہ علم ازلی و حقیقی کی نہیں ہوتی بلکہ وہ علم وقوعی کی نفی ہوتی ہے یعنی اللہ جل جلالہ یہ تو جانتا ہے کہ کون ثابت قدم رہے گا مگر اس کا وقوع و اظہار نہیں ہوا کیونکہ کسی چیز کے واقع ہونے کے بارے میں علم تین طرح کا ہوسکتا ہے

()علم الاستقبال ......یعنی یہ واقعہ ایسا ہوگا...... یہ مستقبل کا علم ہے

()علم الاستمرار......یعنی یہ واقعہ ہو رہا ہے...... یہ حال جاری کا علم ہے

()العلم الماضی ......یعنی یہ واقعہ ہو چکا ہے...... یہ علم الوقوعی کہلاتا ہے

جو واقعہ کے ہونے کے بعد کا علم ہوتا ہے

اگر چہ انسان پہلے دونوں علموں کا عالم ہو تب بھی یہ تیسرا علم اس کیلئے ایک نیا علم ہوتا ہے اس کی ہم مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی ایک کیسٹ پر ایک نظم ریکارڈ کرنا چاہتا ہے وہ نظم لکھ کر کوئی سا ریکارڈر سامنے رکھ کر تیار ہو جاتا ہے تو اس کے علم میں تعین

ہو جاتا ہے کہ وہ یہ بات ریکارڈ کرے گا۔ یہ مستقبل کا علم ہے
اب اس نے ریکارڈر چلا کر نظم فیڈ (Feed) کرنا شروع کر دی۔ یہ استمرار کا علم ہے یعنی جو جاری ہے
اس کے بعد وہ کیسٹ ریکارڈ ہو چکتی ہے اس کے مکمل ہونے کا علم ایک نیا علم ہے بالفاظ دیگر یہ اس سارے علم کی ایک نئی شاخ ہے اس کے بعد جب انسان اس کیسٹ کو سنتا ہے تو ایک آدمی پوچھتا ہے کہ فلاں شعر ابھی آنا باقی ہے یا گزر چکا ہے تو انسان کہتا ہے کہ وہ تو گزر چکا ہے یہ علم وقوعی ہوتا ہے جو علم کلی کی نفی نہیں کرتا
اسی طرح خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے بارے جہاں جہاں اور جن جن آیات یا روایات میں علم کی نفی ہوئی ہے تو وہ علمِ حقیقی کی نفی نہیں ہے بلکہ علم وقوعی کی نفی ہے جو ان کے عالم کل ہونے کے منافی نہیں ہے جیسے اللہ جل جلالہ کے علم وقوعی کی نفی اس کے عالم و علیمِ کل ہونے کے منافی نہیں ہے
دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ جہاد کے لفظ میں بھرپور جد و جہد کا تصور بھی موجود ہوتا ہے اور اس میں مشکلات کا تصور اور کوشش بھی پائی جاتی ہے اور یہ ساری کوششیں اپنے اپنے مقام پر واجب ہوتی ہیں اس میں جہاد و قتال ہے تو وہ بھی واجب ہے، جہاد بالنفس ہے تو وہ بھی واجب ہے، اسی طرح جہاد کی جتنی قسمیں ہیں وہ ساری کی ساری اپنے اپنے مقام پر واجب ہوتی ہیں

وجوبِ جہاد

دوستو!...... یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ جہاد واجب ہے یاد رہے کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو چیز واجب ہوتی ہے وہ کبھی بھی ساقط نہیں ہوتی ہاں اس کی ہیئت و

شکل بدل سکتی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نماز واجب ہے تو سفر و خطر میں بیماری و معذوری میں اس کی ہیئت و کیفیت میں تبدیلی ضرور آجاتی ہے مگر یہ کلی طور پر ساقط نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر انسان فوت ہو جائے تو اس کے ورثا پر وراثت کی تقسیم اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اس کی قضا نمازوں اور واجبات کی ادائیگی نہ ہو جائے اسی طرح روزہ ہے تو بعض حالتوں میں رکھنا جائز نہیں ہوتا مگر اس کا کفارہ واجب ہوتا ہے یعنی اس روزہ کے بدلے میں کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہوتا ہے اگر انسان زندگی میں نہ کر سکے تو اس کے واجب الادا روزے اور نمازیں اجرت پر ادا کروانا لازم ہوتا ہے یعنی کلی طور پر معاف نہیں ہوتی کیونکہ جو اللہ جل جلالہ واجب فرما دیتا ہے وہ واجب ہی رہتا ہے اور کبھی ساقط نہیں ہوتا اسی طرح جہاد کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ ''تم پر جہاد واجب کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے'' اس فرمان سے ثابت ہے کہ یہ بھی واجب ہے اور یہ کسی بھی دور میں ساقط نہیں ہے ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ وقت و زمانے کی کیفیات کی مناسبت سے جہاد کی ہیئت و کیفیت و ساخت و انداز میں کوئی تبدیلی ہو جائے مگر جہاد کبھی بھی کسی بھی دور میں ساقط نہیں ہوسکتا کیونکہ جہاد کی بہت سے قسمیں ہیں اس لئے جب ایک قسم کا جہاد ممکن نہیں ہوتا یا ساقط ہوتا ہے تو دوسری قسم کا جہاد واجب ہو جاتا ہے اور جہاد سے انسان کبھی بھی مستثنیٰ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ہماری فروعات وضروریات دین کا حصہ ہے اور فروعات وضروریات دین کے منکر کو کوئی عالم مسلمان نہیں مانتا

موانع جہاد ومجاہدات

دوستو!...... جب انسان جہاد کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اس کے راستے میں کئی

رکاوٹیں اور موانع پیدا ہو جاتے ہیں یعنی جس قسم کا جہاد ہوتا ہے اسی قسم کے موانع ہوتے ہیں یعنی جہاد کی راہ میں بھی رکاوٹیں آ جاتی ہیں اور مجاہدات کی راہ میں بھی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی طرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے بھی اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆قُل اِن کَانَ اٰبَآوُکُم وَ اَبنَآوُکُم وَ اِخوٰنُکُم وَ اَزوَاجُکُم وَ عَشِیرَ تُکُم وَ اَموَالُ اِقتَرَفتُمُوهَا وَ تِجَارَة تَخشَونَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرضُونَهَآ اَحَبَّ اِلَیکُم مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِی سَبِیلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰهُ بِاَمرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهدِی القَومَ الفٰسِقِینَ……(التوبہ آیہ 24)

24/9- [اے میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ امت سے] فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے (پوتے) اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے جمع کر رکھے ہیں اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو، اور وہ مکانات جو تمہیں پسند آ گئے ہیں (یہ سب چیزیں) اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا امر آ جائے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ فاسقین کی ہدایت فرماتا ہی نہیں

دوستو!……اس آیت میں جو نکات ہیں ان کا ایک اشارہ یہاں دینا چاہتا ہوں اس آیت میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تین فردں کا ذکر کیا ہے کہ انسان کو جن تین فردوں سے زیادہ محبت کرنا ہے پھر اس محبت کے تین موانع بیان فرمائے ہیں پھر ان تین موانع پر رکنے والے کیلئے تین سزائیں سنائی ہیں

www.khrooj.com

نمبر ایک اللہ جل جلالہ کا ذکر

نمبر دوسرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ آل اطہار علیہم الصلوات والسلام

نمبر تین جہاد فی سبیل للہ ہے

یہ تین فردیں ہیں جن سے سب سے زیادہ محبت کرنا ہے

اس کے بعد تین موانع بیان فرمائے ہیں

اس میں سب سے پہلے تو جملہ ممکنہ رشتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اگر تمہیں جہاد سے یہ روکنے میں کامیاب ہوجائیں

اس میں دوسری چیز مالی امور ہیں یعنی تجارت یا جملہ مالی فوائد اگر جہاد فی سبیل للہ کی راہ میں تمہیں روکنے میں کامیاب ہوجائیں

اس میں تیسری چیز مکانات جائداد پراپرٹی(Property) وغیرہ کا ذکر ہے کہ اگر وہ تمہیں جہاد فی سبیل اللہ سے روکنے میں کامیاب ہوجائیں

ان تین چیزوں کو بیان فرمانے کے بعد فیصلہ سنایا ہے کہ پھر تم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تلوار انتقام کا انتظار کرو اور یاد رکھو تم جیسے فاسقین کی اللہ جل جلالہ ہدایت کرتا ہی نہیں

دوستو! اس فیصلے میں بھی اللہ جل جلالہ نے تین سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے

() پہلی سزا شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام کے روز اِن کی تلوارِ انتقام کی سنائی ہے

() دوسری سزا اسے فاسقین میں شمار فرمانے کی سنائی ہے

() تیسری ہدایت سے کلی طور پر محرومی کی سزا سنائی گئی ہے

دوستو!......اس آیت میں ہر قسمی جہاد کا ذکر ہوا ہے یعنی جس قسم کا بھی جہاد ہو اس میں اللہ جل جلالہ اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک آل علیہم الصلوات والسلام کی محبت و

عشق کا ہونا واجب ہے اور ان کی وجہ سے اس جہاد کا عشق ہونا بھی ضروری ہے
یہاں یہ بات عرض کروں گا کہ جہاد جس قسم کا بھی ہو اس میں موانع انہی شمار فرمودہ چیزوں ہی میں سے ہوتے ہیں خصوصاً دولت دنیا اگر انسان کے پاس موجود ہو تو پھر انسان اس دنیا سے شدید محبت کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس دنیا میں اس دولت کے اندر گزارنا چاہتا ہے اس لئے قرآن کریم میں انسان کے اس نفسیاتی پہلو کو بھی اجاگر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے...... (التوبہ آیہ 86)

☆وَاِذَآ اُنـزِلَـت سُـورَـۃ اَن اٰمِـنُـوا بِاللّٰہِ وَ جَاھِدُوا مَعَ رَسُولِہٖ استَاذَنَکَ اُولُوا الطَّولِ مِنھُم وَقَالُوا ذَرنَا نَکُن مَعَ القٰعِدِینَ

اور جب کوئی سورہ نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ جل جلالہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کرو، تو ان میں سے دولت مند لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو ہم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں

یہ بات دولت مند طبقے کیلئے لمحہ فکر یہ فراہم کرتی ہے کیونکہ انسان کا مال جہاں موجود ہو وہ اس جگہ سے محبت کرتا ہے اگر وہ دنیا میں ہوگا تو وہ دنیا سے جانا نہیں چاہے گا اور اگر آخرت میں ہوگا تو اس دنیا میں رہنا نہیں چاہے گا

جہادِ کلی

دوستو!...... آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ نصرت فرد کی نہیں ہوتی بلکہ مشن و مقصد کی ہوتی ہے، اور نصرت کی بہت سی شاخیں ہیں ان میں سے ایک شاخ ہے ''جہاد''

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عرفانی اصطلاحات میں جہاد کا کیا مفہوم ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ

مشن ومقصد کو تکمیل کی طرف بڑھانے والے جتنے بھی عوامل ووسائل ہوتے ہیں وہ سارے جہاد کے دائرے میں آتے ہیں ہروہ طریقہ جس سے مشن کی تکمیل ہورہی ہو وہ جہاد شمار ہوتا ہے

یعنی جہاد نصرت کی ایک شاخ ہے نصرت کل ہے اور جہاد اس کی جزو ہے، یہ تو تھی جہاد کے بارے میں ایک جنرلی گفتگو اب ہم اس کی گہرائی میں اترنے کی کوشش کرتے ہیں

دوستو!......اس بات کو صاحبانِ عرفان اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاد کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہوتی ہیں اور آگے ان کی شاخیں اور جزئیات ہوتے ہیں اور وہ بنیادی قسمیں یہ ہیں

() جہاد اصغر......() جہاد اکبر......() جہاد کبیر

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاد اصغر کیا ہے؟

دوستو!...... جہاد اصغر کی دو قسمیں ہوتی ہیں

() جہاد ابیض ......() جہاد احمر قتال ......

جہاد ابیض وہ ہوتا ہے جو بالسیف نہیں ہوتا اس میں جنگ وجدال وقتال نہیں ہوتا اور جہاد احمر میں جنگ وجدال وقتال ہوتا ہے

اب ہم قدرے تفصیل سے بات کرتے ہیں

جہاد اصغر اور جزئیات

دوستو!......جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جہاد اجتماعی طور پر کیا جائے یا انفرادی طور پر وہ دوطرح کا ہوتا ہے یا تو وہ مالی قربانیوں کے ذریعے کیا جائے گا یا انسان کی ذات

www.khrooj.com

سے متعلق قربانیوں سے، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے اسے خود بیان فرمایا ہے

☆وَجَهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّه بِاَموَلِهِم وَ اَنفُسِهِم

یعنی جہادِ اصغر فی سبیل اللہ کی بنیادی دو قسمیں ہیں ان سے پہلی قسم جہاد بالاموال کی ہے اور دوسری قسم ہے جہاد بالنفس کی۔ جہاد بالاموال میں ہر قسمی مال آ جاتا ہے اور ہر طریقہ اور مال سے متعلق ہر پہلو اسی میں آ جاتا ہے، اسی طرح جہاد بالنفس میں بھی نفس سے تعلق رکھنے والے سارے شعبہ اور اطلاقیہ اشیا آ جاتی ہیں

عرفا عظام رضوان اللہ علیہم کے نزدیک جہاد کی تعریف یہ ہے کہ

''ہر وہ چیز جو مشن و مقصدِ حق کو تکمیل کے راستے پر آگے بڑھانے کا ایک ذریعہ و وسیلہ ہو وہ جہاد ہوتی ہے''

مثلاً اگر مشن کو تکمیل کی طرف بڑھانے کیلئے انسان مالی وسائل استعمال کرتا ہے تو اسے جہاد بالاموال یا جہاد بالمال کہا جاتا ہے جیسا کہ کلام الٰہی میں فرمایا گیا ہے(التوبہ آیہ 20)

☆اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِاَموَالِهِم وَ اَنفُسِهِم اَعظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَ اُولٰئِكَ هُمُ الفَآئِزُونَ()

وہ لوگ جو ایمان لائے، اور جنہوں نے ہجرت کی، اور اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک درجہ میں سب سے بڑھ کر ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

اس میں چار چیزوں کا ذکر ہوا ہے

(1) ایمان لانا (2) ہجرت جسمانی و معنوی کرنا (3) جہاد بالمال کرنا (4) جہاد بالنفس کرنا

یہاں وسائل جہاد میں سے کچھ کا ذکر ہوا ہے یعنی مشن ومقصد کو اگر مال کے ذریعے تکمیل کی طرف بڑھایا جائے تو وہ جہاد بالمال ہوتا ہے اور مشن ومقصد کیلئے مال خرچ کرنا بھی جہاد ہوتا ہے

دوستو!......مشن ومقصد کے شرکا میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو مقصد ومشن سے وابستہ تو ہوتے ہیں مگر اس کیلئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتے یا اٹھا نہیں سکتے یعنی جہاد نہیں کرتے تو ان کے بارے میں واضح فرمان موجود ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

☆لَا یَستَوِی القَاعِدُونَ مِنّ المُومِنِینَ غَیرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ المُجَاهِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ بِاَموٰلِهِم وَ اَنفُسِهِم فَضَّلَ اللّٰهُ المُجٰهِدِینَ بِاَموَالِهِم وَ اَنفُسِهِم عَلَی القٰعِدِینَ دَرَجَةً وَکُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الحُسنیٰ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ المُجٰهِدِینَ عَلَی القٰعِدِینَ اَجراً عَظِیماً...... (النساءآیہ95)

95/4-سوائے ان کے جو معذور ہیں مومنوں میں سے [جہاد سے دست کش ہوکر] بیٹھ رہنے والے، اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے، اور اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑا اجر دے کر فضیلت دے دی ہے

جہاد بالنفس

دوستو!......جیسا کے بتایا جا چکا ہے کہ جہادِ اصغر کی دو قسمیں ہوتی ہیں جہاد بالاموال اور جہاد بالنفس...... جہاد بالنفس ہوتا ہے جسمانی و جانی جہاد

نفس انسان میں ایک تو خود انسان ہی شمار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ وہ افراد بھی اس میں شامل شمار ہوتے ہیں جو اس کے انتہائی قریبی ہوں جیسا کہ آیہ مباہلہ میں ☆انفسنا و انفسکم...... میں فرمایا گیا تھا کہ تم اپنے نفسوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں گے

دوستو!...... جہاد بالنفس کی دو شاخیں ہیں

(1) جہاد اصغر بالسیف (2) جہاد اکبر بالنفس

اس سے آگے جہاد اصغر کی دو قسمیں ہوتی ہیں

(i) جہاد احمر یعنی جہاد بالسیف (ii) جہاد ابیض جہاد بالعمل

یعنی جہاد بالسیف اس وقت ہوسکتا ہے جب کفار و منافقین سامنے للکارنے آ جائیں اور مشن و مقصد کا تحفظ کرنا ہو یا مشن و مقصد کو تکمیلی شاہراہ پر تلوار سے چلانا ہو لیکن جہاد ابیض جہاد بالعمل ہوتا ہے جو انفرادی طور پر بھی ایک جہاد ہوتا ہے اور عمرانی و معاشرتی حوالے سے ایک جاری تبلیغ اور جہادِ مسلسل ہوتا ہے یعنی انسان کا اسلامی دیانت و شرافت کا جیتا جاگتا پیکر بن کر تبلیغ مجسم بن جانا جہاد ہوتا ہے اسی طرح جہاد ابیض کی دو طرحیں ہوتی ہیں مثلاً ان میں سے ایک ہے جہاد بالجسم اور دوسری ہے جہاد بالمعاملات و اخلاق

(1) جہاد بالجسم

دوستو!...... آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جہاد ابیض کی بنیادی دو شاخیں ہیں () جہاد بالجسم () جہاد بالمعاملات و اخلاق ...... جہاد بالجسم میں کئی طرحیں آ جاتی ہیں مثلاً (ا) جہاد باللسان ہے (ب) جہاد بالقلم ہے (ج) جہاد بالفکر ہے (د) جہاد بالید ہے

(ہ) جہاد بالبدن ہے یعنی اپنی جسمانی خدمات پیش کرنا

مثلاً ایک آدمی مشن ومقصد کیلئے مالی امداد نہیں کرسکتا مگر وہ جسمانی خدمات پیش کرتا ہے لیبر ورک کرتا ہے اسی طرح ایک آدمی معذور ہے وہ نہ مالی مدد کرسکتا ہے اور نہ جسمانی تو وہ دعا کر کے مشن میں شامل ہوسکتا ہے جیسا کہ مستورات پر جہاد ساقط ہے مگر وہ دعا کر کے مشن میں شامل ہوسکتی ہیں بعض مستورات غزوات میں زخمیوں کی خدمات کیلئے خود کو پیش کرتی تھیں اوراس طرح جہاد میں شریک ہوجاتی تھیں یہ سب جہاد بالجسم کی مثالیں ہیں

(2) جہاد بالمعاملات

دوستو! ...... جہاد ابیض کی دوسری قسم جہاد بالمعاملات واخلاق کی ہے اب یہ بھی عرض کردوں کہ جہاد بالمعاملات کے دو پہلو ہیں جن میں سے ایک پہلو بھی کمزور ہوتو دوسرا بھی کام نہیں کرتا اور وہ دو پہلو ہیں ورع واجتہاد

ورع کے معنی ہیں ترکِ محرمات یعنی اللہ ﷻ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے انہیں ترک کرنے کو ورع کہتے ہیں اوراجتہاد سے مراد ادائے واجبات ہے یعنی اللہ ﷻ نے جن جن چیزوں کے ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے انہیں ادا کرنا اجتہاد ہوتا ہے اس میں مالی وعبادتی واخلاقی وشرعی واجبات سب آجاتے ہیں اس کی تفصیل ہم جہاد اکبر کے ضمن میں عرض کریں گے

مخالفین وعدو

دوستو! ...... یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاد کس کے خلاف کرنا ہوتا ہے یعنی دشمن کون ہے جس سے لڑنا ہے؟

www.khrooj.com

اس کا جواب یہ ہے اللہ جل جلالہ نے جہاد اصغر کے دو بنیادی ٹارگٹ دیئے ہیں
( ) کفار......یعنی وہ لوگ جو تلوار و ہتھیار لے کر مشن کے راستے کی دیوار بن رہے ہوں ان کے ساتھ جہاد احمر ہوتا ہے
( ) منافقین ......یعنی وہ لوگ جو مشن اور مقصد کو حق ماننے کے بعد اس کی نصرت سے دست کش ہو جائیں یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ منافقین داخلی دشمن ہوتے ہیں یعنی اپنوں ہی میں سے ہوتے ہیں ہم عقیدہ لوگوں میں سے ہوتے ہیں جو عقیدہ تو وہی رکھتے ہیں جو ایک مجاہد کا ہوتا ہے لیکن وہ عملی طور پر قاعد ہوتے ہیں اور نصرت سے دست کش ہو جاتے ہیں جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کا فقرہ ہے
نافق من قعد عن نصرتك یعنی منافق وہ ہے جو نصرت سے دست کش ہو گیا جیسے کوفہ میں موجود نام نہاد شیعہ تھے جو اپنی خود ساختہ مجبوریوں کی وجہ سے نصرت نہیں کر سکے اِس دور میں بھی منافق وہ لوگ ہیں جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو حق تو مانتے ہیں مگر عملی طور پر ان کی نصرت نہیں کر رہے
دوستو! ......جیسا کہ آپ کے سامنے ڈایاگرام (Diagram) میں دکھایا گیا ہے کہ جہاد اصغر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ...... ( ) جہاد احمر ( ) جہاد ابیض
جہاد احمر کفار و مشرکین کے مقابل اسلحہ لے کر باضابطہ جنگ کرنا ہوتا ہے اور جہاد ابیض میں اسلحہ استعمال نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اسلحہ استعمال ہو ہی نہیں سکتا، اس میں جو ٹکراؤ ہوتا ہے وہ عدوِ صریح سے نہیں ہوتا ایسے دشمن سے جنگ نہیں ہوتی جو اعلان جنگ کر کے میدان میں اتر آئے بلکہ اس میں جنگ اس دشمن سے ہوتی ہے جو دوست کے لباس میں آتا ہے اس لئے اس جہاد کے کئی سیکٹر (Sector) ہوتے ہیں

جیسا کہ اپنے معاشرے سے ٹکراؤ ہے، بظاہر احباب سے ٹکراؤ، افراد خانہ سے ٹکراؤ، رسومات ورواجوں سے ٹکراؤ، بیوی بچوں سے ٹکراؤ ہوتا ہے یعنی ہر وہ چیز جو دینِ حق کے راستے میں حائل ہوتی ہے وہ انسان کی دشمن ہوتی ہے اور اس سے تصادم ہوتا ہے

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ ابلیس ملعون کو معلوم ہے کہ جہاد بالسیف کے بعد کسی کے شکست کھانے کے امکانات تو ہوتے ہیں مگر دین ومقصد کو چھوڑنے کے امکانات معدوم ہوجاتے ہیں اس لئے وہ سب سے پہلے مجاہدین ومومنین کے خلاف کیموفیجڈ (Camouflaged) جنگ کرتا ہے اور وہاں مخالف فوجیں استعمال نہیں کرتا بلکہ مومن کے خلاف معاشرہ، رشتے اور تعلقات کو بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے

دوستو!...... آپ واقعہ کربلا کو دیکھیں کہ جب کوفہ میں موومنٹ (Movement) ہوتی ہے تو کسی کو بیوی روک لیتی ہے، کسی کو مال روک لیتا ہے، کسی کو بیٹی کا خوف روک لیتا ہے، یعنی جہاد بالسیف سے پہلے شیطان ان رشتوں اور تعلقات کے جال میں انسان کو پھانسنا چاہتا ہے اور جب یہ سارے حربے ناکام ہوجاتے ہیں تو اس کے بعد باطل میدانِ جنگ میں اترتا ہے جیسا کہ آپ معرکۂ کربلا کو دیکھیں تو پہلے چھ ماہ کی جو جنگ ہے وہ جہادِ ابیض ہے اس میں بڑے بڑے تغیر آئے، نام نہاد شیعہ نصرت سے دست کش ہوتے چلے گئے، نام نہاد دشمن دوستوں کی فہرست میں شامل ہوتے چلے گئے، بہت سے اپنے غیر ہوگئے، کچھ غیر اپنوں میں شامل ہوگئے اور اس کے بعد صرف ایک دن جہادِ احمر ہوا ہے اس میں مجاہدین نے حق جہاد ادا کیا شہادت کی عظمتوں کو گلے سے لگالیا پھر اس دن سے جہادِ ابیض شروع ہوگیا

دوستو! ...... یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جہادِ احمر ہمیشہ دفاعی ہوتا ہے چاہے اس کی شکل بظاہر جارحیت ہی کی کیوں نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ دین حق عین فطرت ہوتا ہے اور باطل غیر فطری ایب نارمیلٹی (Abnormality) ہوتا ہے اس لئے باطل ہی جارحیت کرتا ہے اس کی مثال ہم اس طرح دے سکتے ہیں کہ انسان کی صحت نارمیلٹی (Normality) ہے بیماری اس پر حملہ آور ہوتی ہے صحت کا حملہ آور ہونا ممکن ہی نہیں اس لئے صحت بیماری پر حملہ نہیں کرتی بلکہ اپنا دفاع کرتی ہے اور صحت کی جنگ دفاعی ہوتی ہے اسی طرح حق تو صحت کی طرح فطری ہے

اسے ہم ایک اور تناظر میں دیکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے

☆کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الاسلام ......یعنی ہر بچہ پیدائشی وفطری طور پر مسلمان ہوتا ہے بعد میں اس پر اگر باطل کے وائرس حملہ کر کے اسے روحانی بیماری میں مبتلا کر دیں اور وہ کفروشرک ونفاق وفسق وفجور اور ظلم وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو یہ ایک الگ بات ہے اس لئے اسلام تو ان بیماریوں کے مقابلے میں فطرت کا اور صحت کا دفاع کرتا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا رنگ جارحانہ ہو جیسا کہ ڈاکٹر آپریشن کرتے ہوئے ڈاکو لگ تو سکتا ہے مگر ہوتا نہیں ہے

دوستو! ...... باطل کے دو روپ ہوتے ہیں ظاہری اور باطنی اس لئے وہ اپنے جنگ میں گوریلا وار بھی کرتا ہے، کھلی جنگ بھی کرتا ہے، مگر وہ ایک بزدل دشمن کی طرح عموماً کھلی جنگ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ گوریلا جنگ کرتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی ملک کیلئے کھلے دشمن سے جنگ کرنا آسان ہوتا ہے اور اپنے ملک کے اندر تخریب کاری اور گوریلوں سے لڑنا زیادہ مشکل ہوتا ہے اس لئے باطنی

جہاد کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ کسی ملک میں قیام امن کیلئے جارحیت بھی کی جا سکتی ہے اور تخریب کار مارے بھی جا سکتے ہیں مگر یہ جارحیت بھی دراصل دفاعی ہی ہوتی ہے اسی طرح جہاد بالسیف بھی دفاعی ہوتا ہے

دوستو!...... یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جہاد ابیض کی کئی قسمیں ہیں جنہیں اصطلاحی طور پر کئی نام دیئے جاتے ہیں یعنی ''جہاد شرعی''، ''جہاد فقہی''، ''جہاد عرفانی''، ''جہاد روحانی'' وغیرہ

- جہاد شرعی قلم ولسان و مال اور علمی و تبلیغی جہات کا حامل ہوتا ہے
- جہاد فقہی عسکری پہلو سے ہوتا ہے
- جہاد عرفانی مجاہداتِ نفس کے حوالے سے ہوتا ہے
- جہاد روحانی جہاد بالتصرف ہوتا ہے

اسی طرح سے جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں جو دراصل ان جہادوں کے ذیلی شعبے ہیں

آئینِ جہاد

دوستو!...... یہ بھی یاد رہے کہ ہر جہاد آئینی نہیں ہوتا یعنی اسے قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی ایسا نہیں ہے کہ جو جہاں کھڑا ہے وہاں سے تلوار لے کر جہاد شروع کر دے اور ہندو، سکھ، عیسائیوں، یہودیوں کا قتل عام شروع کر دے یا یہ کہ اپنی طرف سے ایک جماعت بنا لے اور اپنی جماعت کے نظریات کے منافی یا خلاف جو عقیدہ نظر آئے یا جو چیز نظر آئے اسے مٹاتا چلا جائے اور جس کا عقیدہ اس جماعت جیسا نہ ہو یا جو اس کا ہم خیال نہ ہو وہ اسے واجب القتل سمجھ کر شوٹ (Shoot) کرتا چلا جائے یا صلیب پر لٹکاتا چلا جائے یہ جہاد نہیں فساد فی الارض ہے

☆من قتل نفسا بغیر نفس او فسادفی الارض فکانما قتل الناس جمیعا...... 205بقرہ

یعنی جس شخص نے قتل کے قصاصی صورت کے علاوہ کسی کو قتل کیا اور اس طرح فسادفی الارض کا ارتکاب کیا تو گویا اس نے ایک انسان کو نہیں پوری انسانیت کے قتل کا جرم کیا ہے

اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ فسادفی الارض کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ ایسا کیوں کرر ہے ہوتو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرر ہے ہیں

اسی طرح فرمایا گیا کہ بعض لوگ فسادفی الارض کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شعور تک نہیں ہوتا کہ وہ فساد کے مرتکب ہور ہے ہیں

دوستو!...... بیماری کے خلاف جو جد وجہد کی جاتی ہے وہ اصلاح ہوتی ہے اور اسی طرح باطل کے حملوں کے خلاف جو ایکشن(Action) لیا جاتا ہے اور جہاد کیا جاتا ہے وہ بھی اصلاحی عمل ہوتا ہے اور اس کے خلاف جو ہو وہ فساد کہلاتا ہے یہ جہاد دراصل علاج بالمثل [ہومیوپیتھی] کی طرح ہوتا ہے۔اس دور میں بہت سی عسکری تنظیمیں کام کرر ہی ہیں اور بلا جواز مسلمان مسلمان کو قتل کرر ہے یا جیسا کہ اسلام کے نام پر اور جہادِ اسلامی کا نام دے کر افغانستان میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق افغانستان میں 25 ہزار نقش بندیوں کو قتل کیا گیا 70 ہزار شیعوں کو قتل کیا گیا 10 ہزار کے قریب بریلویوں کو قتل کیا گیا اور سب کو غیر مسلم قرار دے کر جہاد کا نام دے کر مارا گیا

یہ سب کچھ اصلاح اور نفاذ دین کے نام پر ہوا ہے اور انہیں شعور تک نہیں تھا کہ وہ کیا

کر رہے ہیں اس لئے ہر جہاد کو جہادِ اسلامی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس طرح عالمِ اسلام میں قتل عام ہوگا ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو قتل کرے گا تو اس طرح پورے عالمِ اسلام کی اجتماعیت بکھر جائے گی اور پورا عالم اسلام کمزور ہو جائے گا اس لئے اسلامی فرقوں اور مسالک کو آپس کے کلیش (Clash) سے بچنا چاہیے بصورت دیگر اسلام دشمن قوتوں کا مقصد پورا ہو جائے گا اور اسلام بدنام ہو جائے گا اور اب تک کافی بدنام ہو بھی چکا ہے

دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ ہر جنگ جہاد نہیں ہوتی اور اس کی اسلامی و شرعی و قانونی کوئی حیثیت نہیں ہوتی

دوستو!......اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئین جہاد کیا ہے؟

اس کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ ضابطہ وآئین جہاد یہ ہے کہ

جتنے قسم کے جہاد ممکن ہیں وہ سب معصوم کی سرپرستی میں شرعی وآئینی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ ضابطہ بھی ہمیں کلام اِلٰہی ہی سے ملتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆وَكَاَيِّن مِّن نَّبِيِّ قَتَلَ مَعَه رِبِّيُّونَ كَثِير فَمَا وَ هَنُوا لِمَآ اَصَابَهُم فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَ مَا استَكَانُوا وُ اللَّهُ يُحِبُّ الصَّبِرِينَ ......(آل عمران آیہ 146)

اور ایسے نبی بہت ہوئے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جہاد کیا، نہ وہ ان مصیبتوں سے تھکے جو انہیں اللہ کی راہ میں پیش آئیں، نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ وہ دب گئے، اور اللہ تو ثابت قدم رہنے والے صابرین سے محبت کرتا ہے

اسی طرح اللہ جل جلالہ نے ہمیں ایک اور اصول بھی فراہم فرمایا ہے

☆یَـاَیُّهَـاالَّـذِیـنَ اٰمَـنُـوا اتَّـقُوا اللّٰہَ وَ ابتَغُوآ اِلَیهِ الوَسِیلَۃَ وَ جَاهِدُوا فِی سَبِیلِهِ لَعَلَّکُم تُفلِحُونَ () ......(المائدہ آیہ35)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کیلئے وسیلہ تلاش کرو اور جہاد فی سبیل اللہ کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ

اس آیت میں سب سے پہلے اس جہاد کا وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے اور پھر جہاد کا حکم ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ وسیلہ جو ہوتا ہے وہی سبیل اللہ بھی ہوتا ہے اسی لئے ہمارے علمائے اعلام نے ایک مسلمہ پیش کیا ہے کہ

ہر وہ جہاد قانونی وشرعی حیثیت کا حامل ہوتا ہے جو کسی معصوم علیہ الصلوات والسلام کے حکم اور سرپرستی میں ہو یعنی یا تو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سرپرستی میں ہو یا ان کے حکم سے کسی کی سرپرستی میں ہو

دوستو! ......اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ جہاد باطل ہے وہ فساد فی الارض ہے اور اس میں قاتل مجرم ہے اور اس کی سزا جہنم ہے سوائے دفاع کے یعنی جہاد بالسیف کیلئے زمانے کے امامِ معصوم و حجت زمانہ علیہ الصلوات والسلام کا حکم ہونا ضروری ہے اور آگے یہ ان کی مرضی ہے وہ اسے ''غزواتی'' انداز میں کروائیں یعنی بہ نفس نفیس اس میں شامل ہو کر سرپرستی فرمائیں اور اپنی نگرانی میں اور کمانڈ (Command) میں جہاد کروائیں یا وہ ''سرایاتی'' انداز میں جہاد کروائیں یعنی کسی معتمد غلام یا اپنے اصحاب میں سے کسی کی سرپرستی میں جہاد کروائیں، لیکن اس میں ان کے حکم کا شامل ہونا واجب ہے ۔حکم کے بغیر جو جہاد کیا جائے وہ الیگل (illegal)، غیر قانونی، غیر آئینی، غیر شرعی، و غیر حقیقی جہاد ہے جو باطل ہے

دوستو یہ بات بھی یاد رہے کہ جہاد اصغر کی دو صورتیں ہوتی ہیں

()انفرادی جہاد......()اجتماعی جہاد......

یعنی جہاد کبھی تنہا بھی کرنا پڑتا ہے اور کبھی باقی مجاہدین کے ساتھ مل کر بھی کرنا پڑتا ہے اسی طرح جہاد اصغر وابیض واحمر کبھی ٹیم ورک(Team work) کی صورت میں ہوتا ہے تو کبھی انسان کو تنہا بھی کرنا پڑتا ہے جب یہ ٹیم ورک(Team work) بن جاتا ہے تو مجاہد کو اپنی ذات کے علاوہ اپنی ٹیم کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور مشکلات ومتصادمات میں اضافہ ہوجاتا ہے اور مجاہد کیلئے امتحان میں ایک حوالے سے شدت آجاتی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ٹیم ورک(Team work) میں بہت سے فائدے بھی ملتے ہیں یعنی اس میں فرد کی اپنی ذمہ داریاں بھی بعض دوسروں کے سپرد ہوجاتی ہیں

اس کی مثال ہم ایک تنہا شخص کی دے سکتے ہیں کہ جو روزی خود کماتا ہو اور خود کھانا پکاتا ہو اور گھر کے سارے کام خود کرتا ہو اور دوسرا شخص متاہل ہے اور وہ روزی کماتا ہے مگر کھانا پکانا گھر کے اندر کے کام اس کی بیوی کرتی ہے اس طرح اس پر کام کا بوجھ کم ہوجاتا ہے لیکن ایک دوسری طرح سے دیکھتے ہیں تو اس کے بوجھ میں اضافہ بھی ہوجاتا ہے کیونکہ پہلے وہ ایک تھا اب دو کیلئے کمانا ہوگا دوافراد کیلئے روٹی کپڑے اور مکان کا انتظام کرنا ہوگا یعنی ٹیم ورک(Team work) سے جہاں بہت سی سہولتیں ملتی ہیں وہاں بہت سی ذمہ داریاں بھی ملتی ہیں اسی طرح جب ٹیم ورک (Team work) ہوتا ہے تو قربانیوں کی قسمیں بھی بڑھ جاتی ہیں یعنی جانی، مالی، عزتی وناموسی قربانیاں تک دینا پڑتی ہیں

امامتِ ظاہرہ وغائبہ

دوستو!......ہم جہادِ اصغر یعنی جہاد بالسیف کے بارے میں گفتگو جاری رکھے ہوئے ہیں اور ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ جہاد اصغر یعنی جہاد بالسیف حکم امام سے جائز ہوتا ہے معیت یا سر پرستی نائب کی بھی ہوسکتی ہے مگر حکم معصوم کا ہونا واجب و لازم ہے لیکن ہمیں اس جہاد اصغر کے بارے میں بات کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے ''موجودیت امام'' کتنے طرح کی ہوتی ہے؟

دوستو اس دور میں ہر شیعہ بچہ اس بات سے واقف ہے کہ موجودیت امام دوطرح کی ہوتی ہے...... امامِ ظاہر...... امامِ غائب......

حقیقت یہ ہے کہ ''امامِ ظاہر'' اللہ جل جلالہ کی ''نعمت ظاہریہ'' ہوتی ہے اور ''امام غائب'' اللہ جل جلالہ کی ''نعمت باطنیہ'' ہوتی ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں فرمایا گیا ہے

☆وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نعمة ظاهرة و باطنة

اللہ جل جلالہ نے تمہارے لئے نعمت ظاہر و باطنی کو فراواں کیا ہے

اس کی تفسیر میں باب الحوائج شہنشاہ معظم امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ

☆قال النعمة الظاهرة امام الظاهر والباطنة امام الغائب

(بحوالہ تفسیر مراۃ الانوار 215، منتخب الاثر، اکمال الدین، بحار ثانی عشر، قاطع البیان وغیرھم)

فرمایا کہ نعمت ظاہری سے مراد امام ظاہر ہیں اور نعمت باطنی سے مراد امام غائب ہیں یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کسی چیز کی فراوانی کا مطلب ہوتا ہے اس کا ہر جگہ موجود ہونا، ارزاں ہونا، سہل الحصول ہونا۔اس سے ثابت ہوا کہ امام علیہ الصلوات والسلام غائب ہوں یا ظاہر وہ ہمیشہ سہل الحصول ہوتے ہیں

دوستو!......امامِ موجود چاہے ظاہر ہوں یا غائب ان کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں یعنی

✿ امامِ ناطق ✿ امامِ صامت

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ایک ایک وقت میں دو دو تین تین آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام ظاہراً موجود رہے ہیں مگر ان میں سے ناطق صرف ایک ہوتے تھے اور باقی سارے صامت ہوتے تھے جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے زمانہ میں ایک وقت میں چار معصومین علیہم الصلوات والسلام موجود تھے مگر ناطق ایک تھے

دوستو!...... جب ہم روحانیاتی حوالے سے دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جیسے امام ظاہر کی دو قسمیں اسی طرح امام موجود کی امامت کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں

✿ امامت ظاہریہ...... ✿ امامت باطنیہ

اسے اس طرح سمجھیں کہ امام ظاہر و غائب سے مراد ان کا ظاہری جسم انور ہوتا ہے کہ امام اپنے اپنے دور میں بھی ایک مقام پر موجود و ظاہر ہوتا ہے باقی مقامات سے غائب ہوتا ہے جبکہ اس کی ذات ہر مقام پر موجود ہوتی ہے اور امام غائب ہر جگہ سے غائب ہوتا ہے اور ہر جگہ موجود ہوتا ہے یا بعض کیلئے ظاہر ہوتا ہے اور بعض کیلئے غائب ہوتا ہے یا بعض جگہوں پر ظاہر ہوتا ہے بعض جگہوں پر غائب ہوتا ہے مگر اس کی ذات ہمہ وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے وہ جہاں اور جتنے مقامات پر اپنی ذات کو ظہور دینا چاہے دے سکتا ہے یہ تو موجودیت جسمیہ کے حوالے سے ہے مگر ایک ظہور و غیبت ان کے عہدے و منصب کے حوالے سے ہوتی ہے کیونکہ امامت ان کا منصب ہے اور امامت کے منصب کی دو حالتیں ہوتی ہیں

✿ امامت ظاہریہ...... ✿ امامت باطنیہ

جب ہم اپنے اثنا عشر آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی اماموں کا تجزیہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ 8 امامِ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام تو ایسے ہیں جو امامِ ظاہر ہیں مگر ان کی امامت کا ظہور ہوا ہی نہیں اور تین آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام ایسے ہیں جن کی امامت غائب بھی رہی اور ظاہر بھی ہوئی ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امامت ظاہریہ سے کیا مراد ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امامِ ظاہر کی امامت کا اس وقت تک غیوب رہتا ہے جب تک وہ خروج بالسیف نہ فرمائیں یعنی جب تک جہاد نہ فرمائیں اس وقت تک وہ امامت غائبہ کے حامل ہوتے ہیں ہاں جب بھی وہ اعدائے اِلٰہی کے خلاف اعلانِ جہاد فرماتے ہیں ان کی امامت ظاہر ہو جاتی ہے اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں تو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام اور امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام و کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے علاوہ کسی بھی امام علیہ الصلوات والسلام نے تلوار نہیں اٹھائی اس لئے کسی بھی امام کی امامت کا ظہور نہیں ہوا۔ یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ امامت کے ظہور کی بھی دو قسمیں ہیں یعنی

ظہور جزئی ...... ظہور کلی

جن معصومین علیہم الصلوات والسلام نے تلوار اٹھائی بھی ہے تو ان کا وہ مظاہرہ اپنے اختیار و قدرت کا کلی اظہار نہیں تھا بلکہ جزئی تھا، اس لئے عرفا فرماتے ہیں کہ جن آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام کی امامت کا ظہور ہوا بھی ہے تو وہ ظہور جزئی ہوا ہے ظہور کلی نہیں ہوا

دوستو! ...... یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ اظہار اور غلبہ میں فرق ہوتا ہے، غلبہ میں مخالف قوت شکست کھا جاتی ہے مگر اس کا وجود باقی رہتا ہے مگر اظہار میں شکست کے ساتھ قوت مخالفہ کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ سورج کے اظہار کے ساتھ

تاریکی کا وجود ختم ہو جاتا ہے
یہ بات یاد رہے کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی امامت کا ظہور تو ہوا مگر وہ ظہور کلی نہ تھا جس کا ثبوت دشمن کی موجودگی ہے ہاں اگر وہ ظہور کاملہ فرماتے تو پوری دنیا میں باطل قوتوں کا وجود تک باقی نہ رہتا، پوری دنیا پر صرف حق ہی حق نظر آتا مگر ایسا ہوا نہیں
دوستو! ...... یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر امامِ ظاہر و غائب کیلئے ظہور کامل کا ہونا واجب ہے اسی لئے سارے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی رجعت ہونا ہے اور ان کے ساتھ ان کے زمانے کی باطل قوتوں کی بھی رجعت لازم ہے اور اس میں انہوں نے اپنے اپنے زمانے کی باطل قوتوں کے مقابلے میں اپنی اپنی امامت کے ظہور کاملہ کا مظاہرہ فرمانا ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ جو رجعت کا قائل نہیں وہ شیعہ ہی نہیں کیونکہ امامت کے ظہورِ کاملہ پر ایمان ہونا شیعیت کی مسلمہ حقیقت ہے
رجعت کے موضوع پر میں پہلے بھی بہت کچھ عرض کر چکا ہوں اور بتا چکا ہوں کہ کس طرح امیر کائنات مالک الموجودات علیہ الصلوات والسلام نے دورِ رجعت میں اپنی مخالف قوتوں سے انتقام لینا ہے اور اپنے ایک ایک صحابی کے بدلے میں ایک ایک ملعون کو ستر ستر ہزار مرتبہ زندہ کر کے تہہ تیغ فرمانا ہے اور ایک ایک کے بدلے میں ہزار ہزار افراد کو تہہ تیغ فرمانا ہے یعنی جس جس نے ان کی شہادت کی خوشی کی ہو گی یا ان کی شہادت پر افسوس نہ کیا ہو گا یا جنہیں اس ظلم کا افسوس نہ ہوا ہو گا یا جن لوگوں نے ان راضی رہنے والے لوگوں سے مقاطعہ نہ کیا ہو گا ان سب کو اسی جرم میں سزا دی جائے گی جیسا کہ قرآنِ کریم میں بیان ہوا ہے کہ اصحاب سبت سے تعلقات منقطع نہ کرنے

والے لوگوں کو ان کے ساتھ شمار کر کے معذب فرمایا گیا تھا

اسی طرح امام المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام سے لے کر جناب ابو محمد العسکری علیہ الصلوات والسلام تک سارے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی امامت کا ظہور کا ملہ ہونا ہے

دوستو!......ہم مستقبل سے ماضی کی طرف واپس آتے ہیں، جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ امامت کی دو حالتیں ہوتی ہیں یعنی امامت ظاہریہ اور غائبہ

دوستو!...... یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب بھی کسی امام کی امامت کا ظہور ہوتا ہے تو اس وقت جہاد بالسیف کا اعلان ہوتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ ظہورِ امامت ہو چکا ہے کیونکہ جب تک امامِ ظاہر تلوار نہ اٹھائیں ان کی امامت غائب رہتی ہے اعلانِ خروج ہی سے ان کی امامت کا ظہور ہوتا ہے

دوستو!...... یہ بھی یاد رہے کہ امام چاہے صامت ہو یا ناطق غائب ہو یا ظاہر اور امام کی امامت غائب ہو یا ظاہر ان جملہ صورتوں میں نصرتِ امام ہمیشہ واجب ہوتی ہے لیکن یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ نصرت اور جہاد میں فرق ہے یعنی نصرت ہر دور میں واجب ہوتی ہے لیکن جہادِ شرعی یعنی جہاد بالسیف واجب نہیں ہوتا جہاد اصغر واجب نہیں ہوتا کیونکہ جہاد خاص ہے نصرت عموم سے تعلق رکھتی ہے یعنی ہر جہاد نصرت ہوتا ہے لیکن ہر نصرت جہاد شرعی بالسیف نہیں ہوتی

دوستو!...... جب ظہورِ امامت ہوتا ہے تو جہادِ ظاہری کے حوالے سے مکلفین کی دو قسمیں ہوتی ہیں بہ الفاظ دیگر انصار و ناصرین کی دو قسمیں ہوتی ہیں

❂ موجوب الجہاد...... ❂ مسقوط الجہاد

یعنی ایک وہ ہوتے ہیں کہ جن پر جہاد واجب ہو جاتا ہے اور دوسرے وہ ہوتے ہیں

کہ جن پر جہاد ساقط ہوتا ہے مگر نصرت دونوں پر واجب ہوتی ہے ہم اس بات کو کتاب کربلا میں دیکھتے ہیں کہ وہ دین وحقائق کی لیبارٹری(Laboratory) ہے

دوستو آپ واقعہ کربلا کو بغور دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کربلا میں دو قسم کے مکلّف موجود تھے بہ الفاظ دیگر ناصرین دو طرح کے تھے

(1) موجوب الجہاد......یعنی جن پر نصرتِ امام میں جہاد بالسیف واجب تھا

(2) مسقوط الجہاد......یعنی جن پر نصرت تو واجب تھی مگر جہاد بالسیف واجب نہ تھا

دوستو!......حقیقت یہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے نصرت طلب فرمائی تھی تو ان کی نصرت کرنا اس وقت سارے عالمین پر واجب ہوگئی تھی کیونکہ اعلانِ نصرت عام تھا اس لئے نصرت نہ کرنا کفرونفاق تھا جیسا کہ ہم بعض زیارتوں میں یہ فقرہ دیکھتے ہیں کہ ☆نافق من قعدعن نصرتك ......وہاں جو بھی نصرت سے دست کش ہوا تھا دائرہ نفاق میں داخل ہوا تھا یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ بات شیعہ کیلئے نہیں فرمائی بلکہ جو شیعہ نصرت سے دست کش ہوتا ہے وہ منافق ہوتا ہے اور جو غیر اور اپنے زمانے کے امام کو مانتا ہی نہیں اسے تو کوئی مسلمان مانتا ہی نہیں بلکہ خارج از اسلام سمجھا جاتا ہے جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے نصرت طلب کی تھی تو اس وقت پوری کائنات کی ہر چیز نے لبيك لبيك يابن رسول الله صلی اللہ علیک وآلک وسلم عرض کیا تھا

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ کائنات علیہ الصلوات والسلام کی کوئی ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس نے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کو لبیک نہ کہا ہو حتیٰ کہ اللہ جل جلالہ نے سب سے پہلے نصرت کے اعلان کا جواب دیا تھا جیسا کہ عرفا کا فرمانا ہے کہ 200 آیات سے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کو سب سے پہلے اللہ جل جلالہ نے لبیک

فرمایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے☆ وکان حقا علینا نصر المومنین ...... کہ مومنین کا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں ان کی نصرت کروں ۔ جب نصرت مومن کا حق ہے امام المومنین کا حق تو مومنین سے بھی بڑھ کر ہے اور اس کا نصرت نہ کرنا گویا مومن کی حق تلفی کے برابر ہے اور حق تلفی کا صدور ذاتِ واجب الوجود کیلئے نقص ہے جس پر وہ خود بھی قادر نہیں ہے

دوستو! ......ایک طرف ہم کربلا میں دیکھتے ہیں کہ نصرت سارے عالمین کی مخلوق پر واجب تھی اس لئے لبیک سب نے کہا مگر دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جہاد کرنے والے افراد بہت کم تھے اس سے ثابت ہوا کہ وہاں جو انصار تھے ان کی دو قسمیں تھیں ایک وہ تھے جن پر جہاد بالسیف واجب تھا دوسرے وہ تھے جن پر نصرت تو واجب تھی مگر جہاد بالسیف واجب نہ تھا جیسا کہ روزِ عاشور ملکوت و جنات آئے اسی طرح خیام میں پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن موجود تھے ان کے حرم اطہر کی خاص کنیزیں سلام اللہ علیھن موجود تھیں اسی طرح خود امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام موجود تھے اور وہ اس وقت امامِ صامت تھے اور ان پر امامِ ناطق علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنا واجب تھا مگر انہوں نے بھی جہاد میں تلوار نہیں اٹھائی کیونکہ ان پر نصرت واجب تھی مگر مسقوط الجہاد تھے یعنی ان پر جہاد ساقط تھا

دوستو! ......شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کے بعد تا حال جو زمانہ ہے یہ امامت غائبہ کا دور ہے یعنی یہ صدیوں کا زمانہ امامت غائبہ کا زمانہ ہے اس میں بھی نصرت واجب ہے مگر جہاد بالسیف ساقط ہے، ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف امام غائب بھی ہیں اور ان کی امامت بھی امامت غائبہ ہے اس لئے ان کے دور میں جہاد

بالسیف ساقط ہے اور جہاد اصغر حکم معصوم علیہ الصلوات والسلام کے بغیر جائز نہیں ہے مگر نصرت واجب ہے

() جہاد احمر میں کچھ لوگ مسقوط الجہاد ہوتے ہیں مثلاً بچے ہیں، بوڑھے ہیں، معذور ہیں، مگر اس جہادِ ابیض میں سارے شریک ہو سکتے ہیں

یہ بات یاد رہے کہ جہاد احمر میں مسقوط الجہاد افراد پر نصرت ساقط نہیں ہوتی صرف جہاد عمومی ساقط ہوتا ہے ہاں اگر مشن و مقصد کیلئے ضرورت پڑ جائے تو پھر کوئی بھی مسقوط الجہاد نہیں رہتا جیسا کہ کربلا معلیٰ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جس میں بوڑھوں نے بھی جہاد کیا ہے جیسا کہ جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام یا جناب مسلم بن عوسجہ علیہ السلام ہیں عمرو ابن جنادہ انصاری علیہ السلام ہیں، یہ سب افراد اتنے بوڑھے تھے کہ عصا کے سہارے چلتے تھے ضعیفی کی وجہ سے بعض کے ابرو آنکھوں پر آئے ہوئے تھے اور ماتھے پر رومال باندھ کر جہاد میں شریک ہوئے

بچوں کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں جیسا کہ گیارہ سال سے لے کر چھ ماہ تک کے بچوں نے اس میں قربانیاں دے کر جہاد و نصرت کا ایک درخشاں باب کھول دیا

اسی طرح معذور افراد کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں جیسا کہ داستانِ کربلا کا ایک عظیم کردار ہے جس کا نام ہے عبداللہ بن عفیف علیہ السلام جو بظاہر نابینا تھے مگر لاکھوں بینا افراد سے زیادہ صاحب بصیرت تھے اور انہوں نے کوفہ میں اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کی نصرت کر کے معذور افراد کیلئے درسِ نصرت دیا کہ جب مقصد کی بقا کا معاملہ ہو تو کوئی بھی جہاد سے مستثنیٰ نہیں ہوتا اور سب پر جہاد واجب ہو جاتا ہے

دوستو!...... جب تک شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف غیبت میں ہیں چاہے وہ غیبت صغرا ہے

یا غیبت کبریٰ یا زمانۂ ظہور صغریٰ اس میں ہم ان کی نصرت میں جہاد کرنے کی منصوبہ بندی یا پلاننگ (Planning) تو کر سکتے ہیں مگر ان کی نصرت میں جہاد بالسیف نہیں کر سکتے اور اس دور میں نصرت کے متعلق جو درس ہمیں کربلا سے ملا ہے وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے

دوستو! ...... ہمارے سامنے امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کی ایک مثال موجود ہے کہ ان کی امامت تو غائبہ تھی مگر وہ امامِ ظاہر تھے واقعہ کربلا میں مستوراتِ تطہیر صلوات اللہ علیہن نے جہاد نہیں فرمایا بلکہ نصرت فرمائی ہے اور ہمیں مفہوم نصرت سے آگاہ فرمایا ہے کہ دورِ غیبت میں نصرت کس طرح کی جاتی ہے یعنی انہوں نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ جب امامت غائبہ کا دور ہو تو اس دور میں نصرت یہ ہوتی ہے کہ امام علیہ الصلوات والسلام کے مشن کو چلایا جائے اور اس مشن کیلئے جس قسم کی بھی قربانی ہم سے طلب کی جائے ہمیں دینا چاہیے

دوستو! ...... آپ ذرا کربلا کے سفر کو دیکھیں اس میں ہمیں ایک درس عظیم ملتا ہے

دیکھئے کربلا کی طرف جب روانگی ہوئی تو وہاں سارے روکنے والے روک رہے تھے کہ سامنے ایک خونی معرکہ نظر آ رہا ہے اور شامی اور کوفی بے لحاظ و بے مروت افراد ہیں اور ان سے جنگ بھی ناگیز ہے اور اس جنگ میں شہید ہونا ضروری ہے اس لئے مصلحت وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ مستوراتِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کو ساتھ نہ لے جایا جائے مگر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ ان کا ساتھ جانا انتہائی ضروری ہے

اگر ہم نصرت کے حوالے سے دیکھیں تو مستورات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کے

ساتھ لے جانے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ آنے والی نسلوں میں امامت ظاہرہ کا موقعہ ایک ملنے والا تھا اور امامت غائبہ کا زمانہ زیادہ تھا اس لئے امامت غائبہ کی نصرت کے مفہوم کو واضح کرنے کیلئے ایسے افراد کا ساتھ ہونا ضروری تھا کہ جو مسقوط الجہاد ہوں اور موجوب النصرت بھی ہوں

اور وہ صرف وہ مستوراتِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن تھیں جن پر جہاد بالسیف ساقط تھا اور نصرت واجب تھی یعنی باطنی جہاد واجب تھا اور انہوں نے اس فریضہ کو انتہائی خوش اسلوبی سے ادا فرما کر ہمیں ایک شارع عظیم دکھا دی

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ابدی حکومت کا جلدی قیام ہو اور ان ساری مظلوم شہزادیوں صلوات اللہ علیہن کے مصائب کا اختتام ہو جائے اور مظلومین کربلا علیہم الصلوات والسلام کا انتقام ہو، ابدی مسرتوں کا دور ہو اور حکومت الٰہیہ کا قیام ہو

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شکراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

اللهم اجعلنی من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب نہم

جہادِ اکبر

اے حاملین جذبۂ نصرت!

جہاد کیونکہ ہماری فروعاتِ دین میں سے ایک فرع ہے اورضروریاتِ دین و مذہب میں سے ہے اس لئے اسے کسی بھی حال میں معطل نہیں سمجھا جا سکتا اوراس کا منکر شیعہ بھی نہیں مانا جاتا اور مسلمان بھی نہیں مانا جاتا ہاں وقت اورضرورت کے ساتھ اس کی انٹر پیٹیشن (Inter-petition) اور تعریف ضرور بدل سکتی ہے لیکن جہاد ہر دور میں واجب ہی رہتا ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ جہاد بالسیف ہو

سُبلِ جہاد

دوستو!...... جب ہم جہاد ومجاہد کے سبل کو دیکھتے ہیں تو اس کی ہمیں تین صورتیں نظر آتی ہیں......() جہاد فی سبیل اللہ () جہاد فی اللہ () جہاد للہ

جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں ارشاد قدرت ہے

☆یَـاَیُّہَـاالَّـذِیـنَ اٰمَـنُـوا اتَّـقُوا اللّٰہَ وَ ابتَغُوآ اِلَیہِ الوَسِیلَۃَ وَ جَاھِدُوا فِی سَبِیلِہٖ لَعَلَّکُم تُفلِحُونَ ......(المائدہ آیہ 35)

اے ایمان والو! اللہ پرتقویٰ کرو اور اس کیلئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں

جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ پہلے وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے اس کے بعد اس کی راہ [سبیل اللہ] میں جہاد کرنے کا حکم ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو وسیلہ ہوتا ہے وہی سبیل ہوتا ہے اس کے راستے میں جہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہے جیسا کہ غزوات و سرایا میں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں یا ان کے کسی منتخب کردہ فرد کی معیت میں کفار و مشرکین سے جہاد ہوتے رہے وہ سب جہاد جہاد فی سبیل اللہ کے دائرے میں آتے ہیں

اسی طرح خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کی ولایت و محبت کو بھی سبیل اللہ کہا گیا ہے جیسا کہ تفسیر مراۃ الانوار میں ہے کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی ولایت سبیل اللہ ہے یعنی جو ان کی راہ میں جہاد کرتا ہے وہی فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہے

جہاد فی اللہ

دوستو!...... جہاد کی دوسری صورت جو ہے وہ فی سبیل اللہ کی نہیں بلکہ جہاد فی اللہ ہے اس راہ الٰہی میں جہاد کرنا نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ میں جہاد کرنا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

☆وَجَاهِدُو فِی اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجتَبٰکم وَمَا جَعَلَ عَلَیکُم فِی الدِّینِ مِن حَرَجٍ

اور تم اللہ جل جلالہ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں چُن لیا ہے اور دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی (الحج آیہ 78)

اس جہاد کا عام افراد امت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ اس کے منتخب افراد ہی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ جہاد اس کے راستے میں نہیں ہوتا بلکہ عین اس کی ذات میں جہد

معنوی و باطنی ہوتی ہے جس کا کوئی عام آدمی مکلّف بھی نہیں ہے بلکہ یہ جہاد معصومین علیہم الصلوات والسلام اور ان کے منتخب ومنتجب خواص کا کام ہوتا ہے

جیسا کہ ہم زیارات میں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام اور ان کے انصار کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ایسا جہاد فرمایا جیسا کہ جہاد کا حق ہے

جہاد باللہ

دوستو!...... جہاد باللہ جو ہے وہ بھی ایک طرح سے جہاد فی اللہ ہوتا ہے مگر یہ معنوی و روحانی جہاد ہوتا ہے جو مجاہدات وریاضات سے ہوتا ہے اور اس میں مجاہد کا مرکز نگاہ وفکر خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام ہوتا ہے اور وہ ان کے بارے میں عرفان کی تکمیل کیلئے تزکیاتی جدوجہد کرتا ہے اس جہاد کے بارے میں ارشاد قدرت ہے...... (عنکبوت آیہ 69)

☆وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا لَنَهدِیَنَّهُم سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللَّهَ لَمَعَ المُحسِنِینَ()

اور جن لوگوں نے ''ہم میں'' جہاد کیا ہم ضرور انہیں اپنے راستے [سبل] دکھا دیں گے، اور یقیناً اللہ جل جلالہ محسنین کے ساتھ ہے

تفاسیر میں ایسے بہت سے فرامین واحادیث ہیں جن سے ثابت ہے کہ پاک خاندان کے مقدس افراد علیہم الصلوات والسلام ہی سبل اللہ ہیں جیسا کہ ہم زیارات میں بھی کہتے ہیں

☆اَنتُمُ السَّبِیلُ الاَعظَمِ وَالسُّبُلُ الوَاضِحَةِ

آپ ہی سبیل اللہ اعظم ہیں اور آپ ہی سبل واضحہ ہیں اسی طرح ہم ابی بصیر سے شہنشاہ معظم امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام کی مروی حدیث میں دیکھتے ہیں جس میں فرمایا گیا تھا کہ

☆ اَنَّ الاَئِمَّةَ هُم سَبِیلُ اللَّهِ وَ صِرَاطُ فَمِن اِیَّاهُم سَلَكَ السُّبُلُ

یعنی معصومین علیہم الصلوات والسلام ہی سبیل اللہ و صراط بھی ہیں اور وہ ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام ہی سبل اللہ ہیں ۔ آیت مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے

اور جن لوگوں نے ''ہم میں'' جہاد کیا ہم ضرور انہیں اپنے راستے [سبل] دکھا دیں گے یعنی جو لوگ آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کے ادراک و تکمیل عرفان میں جد و جہد کرتے ہیں مجاہدات کی راہ اختیار کرتے ہیں انہیں سبل اللہ یعنی معصومین علیہم الصلوات والسلام دکھا دیئے جاتے ہیں وہ ان کی زیارت سے مشرف ہو جاتے ہیں اور یقیناً اللہ محسنین کے ساتھ ہے

ہجرت

دوستو یہ بات یاد رہے کہ جہاد اصغر بعد از ہجرت واجب ہوا اس سے پہلے جہاد اکبر واجب تھا...... مشن کی نصرت کے طور پر ہر قسمی جہاد واجب تھا

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان جس ملک یا علاقہ میں رہتا ہے اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں ( ) دارالاسلام ...... یعنی وہ ملک و یا علاقہ مسلم حکومت کا ہوتا ہے

( ) دارالامان ...... یعنی وہاں کثرت یا حکومت تو غیروں کی ہوتی ہے مگر مسلمان و مومن وہاں امان میں ہوتا ہے اسے دینی آزادی ہوتی ہے

( ) دارالحرب ......جس میں حکومت بھی غیر کی ہوتی ہے اور مسلمان و مومن محفوظ بھی نہیں ہوتا

جب بھی کوئی ملک یا علاقہ دارالحرب بن جائے تو وہاں مسلمانوں اور مومنین کیلئے دو راستے ہوتے ہیں

( ) حکم معصوم علیہ الصلوات والسلام اور معصوم علیہ الصلوات والسلام کی سرپرستی میں جہاد کرنا یا دفاع کرنا

( ) ہجرت کر کے کسی دارالامان یا دارالاسلام میں جا کر رہنا

دوستو! ...... یہ بات یاد رہے کہ یہ تینوں صورتیں جس طرح ملک ظاہری میں ہوتی ہیں اسی طرح مملکت باطنیہ میں بھی ہوتی ہیں یعنی من کی سلطنت میں بھی جب دارالحرب جیسی صورت پیدا ہو جائے تو ہجرت معنوی وروحانی واجب ہو جاتی ہے

لیکن ہوتا یہ ہے کہ بعض مومنین معنوی وروحانی ہجرت نہیں کرتے بلکہ مومن ہوتے ہوئے بھی شیطانی ریشہ دوانیوں کا نوٹس نہیں لیتے اور اس ماحول کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے جیسا کہ بعض اہل مکہ نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت نہیں فرمائی تھی ان مومنین کیلئے بھی ہجرت ظاہری جیسے احکام ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے جاننے والا حکمت والا ہے

☆اِنَّ اَلَّذِینَ اٰمَنُوا وَھَاجَرُوا وَ جَاھَدُوا بِاَموَالِھِم وَ اَنفُسِھِم فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَ الَّذِینَ اٰوَ وا وَ نَصَرُوآ اُولٰئِکَ بَعضُھُم اَولِیَآءُ بَعضٍ وَالَّذِین ءَ امَنُوا وَلَم یُھَاجِرُوا مَالَکُم مِّن وَلَیَتِھِم مِّن شَیٍ حَتَّی یُھَاجِرُوا وَ اِنِ استَنصَرُوکُم فِی الدِّینِ فَعَلَیکُم النَّصر اِلَّا عَلَی قَومِ بَینَکُم وَ بَینَھُم مِّیثَاق وَ اللّٰہُ بِمَا تَعمَلُونَ بَصِیر( )

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کی راہ میں جہاد کیا، اور جنھوں نے جگہ دی اور نصرت کی وہ ایک دوسرے کے سرپرست ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی سرپرستی سے کوئی تعلق نہیں، اور اگر وہ تم سے دین میں مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب ہے سوائے اس قوم کے خلاف

کہ تمہارے اور ان کے مابین کوئی عہد و پیمان ہوا ہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جل جلالہ اسے دیکھنے والا ہے

اب اس کی شرح کروں گا تو بات بڑھ جائے گی اب ہم واپس اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہوتی ہیں

() جہاد اصغر...... () جہاد اکبر...... () جہاد کبیر

ہم اپنی سابقہ گفتگو میں جہاد اصغر کے بارے میں بقدر ضرورت روشنی ڈال چکے ہیں اب ہم جہاد اکبر کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں

دوستو!......اگر ہم جہاد اکبر کا ایک جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جہاد اکبر بھی دو متصادم قوتوں کے خلاف ہوتا ہے جیسا کہ جہاد اصغر میں کفار و منافقین سے جہاد ہوتا ہے ان میں سے کفار خارجی دشمن ہوتے ہیں اور منافقین داخلی دشمن ہوتے ہیں اسی طرح یہاں بھی دو طرح کے دشمن ہوتے ہیں ایک دشمن خارجی ہوتا ہے جس کے مختلف نام ہیں مثلاً ابلیس، شیطان، سیٹن، شر، اہرمن، ڈیول

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے شیطان کی دو قسموں کا ذکر فرمایا ہے

() شیطان جناتی...... () شیطان انسانی......جیسا کہ ارشاد ہے

☆ یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ و الناس...... یعنی جو دلوں پر شر و باطل کا تصرف کرتے ہیں ان میں سے کچھ شیطان جنات سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ شیطان بظاہر اولاد آدم سے ہوتے ہیں مگر وہ شرکتِ شیطان کی وجہ سے شیطان ہوتے ہیں یہ خارجی دشمن ہے اسی طرح ایک داخلی دشمن بھی ہے جس کا نام ہے ''نفسِ امارہ''

سب سے بڑا موذی یہی ہے جو انسان کے اندر بیٹھ کر سارے کام ابلیسی پالیسیوں کے

مطابق چلاتا ہے۔ جناب ذوق کا شعر ہے...... ع

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

دوستو!......اگر ہم اس جہاد کو ٹھیک دو حصوں میں تقسیم کریں تو جہاد کے دو میدان ہمارے سامنے آجاتے ہیں

( ) پہلا ہے خارجی میدان ...... جو انسان کے جسم و ذات سے باہر والی منفی و شیطانی قوتوں سے لڑنے کا میدان ہے

( ) دوسرا ہے داخلی میدان ...... جو انسان کی ذات کے اندر کا میدان ہوتا ہے جس میں اندر کی منفی قوتوں کے ساتھ جنگ ہوتی ہے، اندر کے فرعون و یزید سے لڑنا ہوتا ہے، اندر کے معبودِ نفسی سے مقابلہ کیا جاتا ہے، اور اس میدان میں جو جہاد کیا جائے اسے ''جہادِ اکبر'' کہتے ہیں جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر کسی کے دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ

☆رَجَعنَا مِنَ الجِهَادِ الَاصغَرِ اِلَی الجِهَادِ الَاکبَرِ

یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آرہے ہیں

یہ جہاد انتہائی مشکل ہوتا ہے کیونکہ یہ خارجی دشمن سے نہیں ہوتا بلکہ اندر کے دشمن سے ہوتا ہے اس لئے اسے جہاد اکبر فرمایا گیا ہے

جہاد اکبر کی دو شاخیں

دوستو!...... یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ جو جہاد اکبر ہے اس کی دو شاخیں ہوتی ہیں

( ) ظاہری و شرعی ......( ) باطنی و روحانی ......

یہ جو اس کی اولین شاخ ہے یعنی ظاہری و شرعی ،اس کے دو حصے

(ا) ورع ...... ورع کہتے ہیں ترکِ محرمات کو یعنی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے رک جانے اور بچ جانے کا نام ہے ''ورع'' اور ورع کا تعلق نواہی سے ہوتا ہے

(ب) اجتہاد ...... اجتہاد کہتے ہیں ادائے واجبات کو یعنی اجتہاد ہر اس عمل کے کرنے کو کہا جاتا ہے جس کا خالق نے حکم فرمایا ہے یعنی اجتہاد کا تعلق اوامر سے ہے

اجتہاد کا لفظ ہی جہاد سے نکلا ہوا ہے یعنی ورع پرہیز ہے اور قوت کا سرچشمہ اجتہاد ہے اور یہی اعلیٰ نصرت ہے جو ''ورع'' [پرہیزگاری] کے بغیر ممکن نہیں ہے یعنی ورع کے بغیر اجتہاد فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ دین کو اگر ہم ایک پرندے کی مثال دیں تو یہ دین کے دو پر ہیں جیسا کہ کشاف اسرار و الحقائق امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆قَالَ اُوصِیكَ بَتَقویٰ اللّٰهِ وَ الوَرَعِ وَ الاِجتَهَادِ وَ اعلَم اَنَّهُ لَایَنفَعُ اِجتَهَاد بِلَا وَرَعِ ...... بحارالانوار 398/69

ہم تمہیں تقویٰ الٰہی اور ورع و اجتہاد یعنی ترک محرمات اور ادائے واجبات کی وصیت فرماتے ہیں اور یہ یاد رہے کہ ادائے واجبات [اجتہاد] ترک محرمات کے بغیر نفع بخش نہیں ہے اسی طرح شہنشاہ معظم ضامن الغربا علیہ الصلوات والسلام: نے فرمایا

☆لَادِینَ لِمَن لَاوَرَعَ لَهُ وَلَا اِیمَانَ لِمَن لَاتَقِیَّةَ لَهُ...... کفایۃ الاثر۔بحار 321/52

جس میں ورع نہیں ہے اس کا دین نہیں ہے اور جس میں تقیہ نہیں ہے اس کا ایمان نہیں ہے

☆لَا وَرَعَ كَالوُقُوفِ عِندَ الشُّبهَةِ...... بحار 260/2

فرمایا مشتبہات کے بارے میں توقف کرنے جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں ہے
عام طور پر اصالتاً اباحت (مباح ہونا) کا کلیہ استعمال ہوتا ہے اور تسامح (چشم پوشی) کو اپلائی(Apply) کیا جاتا ہے مگر ورع کے معاملے میں فرمادیا گیا ہے کہ ہر اس چیز سے بچنا ورع ہے جس کے بارے میں ذرا برابر بھی شبہ پیدا ہو جائے کہ یہ حرام ہے یا مشتبہ ہے اور اسی چیز کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مشن کی نصرت بھی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ معصومین علیہم الصلوات والسلام نے فرمایا ہے کہ

☆اَعِینُونِی بِوَرَعٍ وَ اِجتَھادٍ وُ عَفۡۃٍ وُ سَدُادٍ ...... بحار 473/33

تم ورع، اجتہاد، عفت [بے سوال اور پاک دامن ہونا] سے اور سداد یعنی راستی و درستی و اصلاح کے ذریعے ہماری نصرت و اعانت کرو

اس میں چار چیزوں کے ذریعے نصرت کرنے کا حکم فرمایا ہے

(i) سب سے پہلے ورع ہے یعنی جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان سے اجتناب کرو

(ii) جن چیزوں کو واجب قرار دیا گیا ہے انہیں ادا کر کے نصرت کرو

(iii) پاک دامن رہ کر اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کر کے نصرت کرو

(vi) اونسٹی(Honesty)، دیانت، تدین، صداقت، راستی اور شرافت کے ذریعے نصرت کرو

اقسام ورع

دوستو! - خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے حوالے سے صاحب بحار الانوار لکھتے ہیں کہ ورع [پرہیزگاری] یا ترک محرمات کے چار درجات ہیں ...... بحار الانوار 100/70

(1) ورعِ تائبین ...... ہر اس چیز سے اجتناب جو حرامِ صریح ہے

(2) ورعِ صالحین ...... ہراس چیز سے اجتناب کہ جس میں شبہ ہو کہ شاید یہ حرام ہو
(3) ورعِ المتقین ......خوفِ حساب و ہوس سے حلال سے بھی اجتناب کرنا
(4) ورعِ السالکین ......سوائے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ہر چیز سے منہ پھیر لینا اور اس کی وجہ یہ خوف ہو کہ میری عمر کا کوئی لمحہ کسی ایسی چیز پر صرف نہ ہو جو قربِ الٰہی میں مفید نہ ہو

دوستو! ...... میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نصرت کا اولین درجہ ورع و اجتہاد سے شروع ہوتا ہے اور اسی کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے جیسا کہ جعفر بن احمد سے روایت ہے کہ شہنشاہ معظم ابی عبد اللہ الصادق علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ ہم ایک دن روانہ ہوئے، آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے، اس وقت شہنشاہ معظم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار اور منبر کے درمیان بہت سے مومنین موجود تھے آپ نے انہیں سلام فرمایا

☆ ثُمَّ قَالَ اَمَّا وَاللّٰہِ اِنِّیِ لَاَحبُّ رِیحَکُم وَ اَروَاحُکم وَاِنِّیِ لَعَلَی دِینِ اللّٰہِ ...... فَاَعِینُونَا عَلَی ذَالِکَ بِوَرَعٍ وَ اِجتِہَادٍ.........الخ

پھر فرمایا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی قسم ہمیں تمہاری خوشبو بھی محبوب ہے اور تمہاری ارواح بھی محبوب ہیں یقیناً تمھی لوگ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے دین پر ہو، تا اینکہ فرمایا تم ورع [ترک محرمات] سے اور اجتہاد [ادائے واجبات] سے ہماری نصرت و اعانت کرو پھر فرمایا تم ہی حقیقی شیعہ ہو، تم ہی شرط اللہ ہو، تم ہی اعوان اللہ ہو، تمھی انصار اللہ ہو، تم ہی سابقین امت سے سبقت لے جانے والے ہو، آخرین امت سے بھی سبقت لے جانے والے ہو، اس دنیا میں اور آخرت میں جنت کی طرف بھی تمھی سبقت لے جانے والے ہو، ہم تمہیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک آل علیہم الصلوات والسلام کی طرف سے جنت کی ضمانت دیتے ہیں کیونکہ تمھی طیبون ہو

اور تمہاری مستورات طیبات ہیں ......فرمایا

☆کُلُّ مُـومِنَة" حَورَاء" وَ کُلُّ مُومِن" صِدِّیق" ......تمہاری ہر مومنہ مستور ایک حور ہے اور تم میں سے ہر مومن ایک صدیق ہے ......بحارالانوار 43/68

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ورع و اجتہاد سے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کی کیسے اور کیا نصرت ہوتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام جامۂ بشری میں اس مخلوق میں ظاہراً تشریف لائے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انسانیت میں نیکی اور عبدیت کا قیام ہو رضائے اِلٰہی کا قیام ہو جبکہ شر کی قوتیں یہ چاہتی ہیں کہ اس دنیا پر اللہ جل جلالہ کی نافرمانی ہی نافرمانی ہو یعنی دشمن چاہتا ہے برائی ہی برائی ہو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف چاہتے ہیں نیکی ہی نیکی ہو اطاعت و عبدیت قائم ہو جائے اس لئے اس محاذ یا سیکٹر (Sector) پر دشمن کو شکست اسی صورت میں دی جا سکتی ہے کہ ورع و اجتہاد کو قائم کیا جائے اس سے جہاں نافرمانیوں سے بچا جا سکے گا وہاں ادائے واجبات میں اطاعت امر کا بھی قیام ہو جائے گا یعنی مالک زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف یہ چاہتے ہیں کہ تم مومنین نے جس طرح دشمن کی اصل (یعنی ابلیس وجبت و طاغوت) پر لعنت کی ہے اسی طرح ان کی ساری شاخوں پر بھی لعنت کرو تا کہ تبرا کلی طور پر ہو جائے یعنی جڑ سے لے کر شاخوں تک پر لعنت کریں

دوستو! ...... ورع و اجتہاد کے قیام میں رضائے اِلٰہی کا قیام ہے اور رضائے اِلٰہی کا قیام خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کا مقصد ہے اس طرح جو شخص اپنی ذات پر رضائے اِلٰہی کو قائم کرتا ہے وہ ایک طرح اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی رضائے اِلٰہی کے

قیام میں نصرت کرتا ہے گویا وہ اپنا ووٹ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف کاسٹ کر دیتا ہے تو یہ نصرت ہو جاتی ہے اور یہ بھی جہادِ اکبر ہے اور یہ بھی عرض کر دوں کہ ان محرمات میں سے کچھ محرماتِ اکبر ہوتے ہیں اور کچھ محرماتِ اصغر ہوتے ہیں اور جو محرماتِ اکبر ہوتے ہیں انہیں مہلکات بھی کہا جاتا ہے اور اس کا تعلق منکرات سے ہوتا ہے یعنی نہی عن المنکر اسی کے بارے میں کی جاتی ہے

اجتہاد

دوستو!......ظاہری وشرعی جہاد کی دوسری شاخ وہ ہے جسے اجتہاد کہا جاتا ہے اس سے مراد وہ اجتہاد نہیں جو علم دین کی ایک ڈگری کو سمجھا جاتا ہے اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اجتہادی خطا کا بھی ایک اجر ہے یہ تو بنی امیہ کو جسٹی فائی (Justify) کرنے کیلئے وضع کیا گیا تھا جیسا کہ صفین کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس میں امیر شام بھی دین کا ایک مجتہد تھا اور نعوذ باللہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام بھی دین کے ایک مجتہد تھے اور یہ جنگ ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے ہوئی تھی اس لئے دونوں فریق باوجود اختلاف کے اور اتنی قتل و غارت کے حق پر تھے اور اللہ جل جلالہ انہیں اجتہاد کی جزا دے گا

دوستو!......اصل اجتہاد ہے ادائے واجبات یعنی جن چیزوں کو شرع شریف نے واجب قرار دیا ہے انہیں برمحل و بروقت ادا کرنا اجتہاد ہوتا ہے اس میں مالی اور عبادی دونوں طرح کے واجبات شامل ہوتے ہیں اس کا تعلق معروف سے ہوتا ہے اور ان میں جو اہم واجبات و کردنی اعمال ہوتے ہیں انہیں زبان اخلاقیات میں منجیات کہا جاتا ہے اس کے بعد نوافل وسنت کا مقام ہوتا ہے

ان دونوں کی آگے کئی قسمیں ہوتی ہیں مثلاً واجب، مستحب، مکروہ، حرام، مباح وغیرہ ان سب کی پابندی بھی جہادِ اکبر ہے کیونکہ ابلیسی مشن ہے ان کو مٹانا اور رحمانی مشن ہے ان چیزوں کا رائج کرنا اس لئے ان چیزوں پر صابر و ثابت قدم رہنا جہاد احمر یعنی جہاد بالسیف سے زیادہ مشکل ہوتا ہے

اس ثابت قدمی کی بھی دو صورتیں ہیں یعنی انفرادی ثابت قدمی اور اجتماعی ثابت قدمی اور واضح رہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے اجتماعی ثابت قدمی زیادہ اہمیت کی حامل ہے مثلاً انفرادی نماز سے باجماعت نماز کی فضیلت بہت زیادہ ہے اسی طرح عزاداری ہے یا دعا ہے یا ذکر پاک ہے تو ان تمام امور میں اجتماعیت کو انفرادیت پر فوقیت حاصل ہے اور اس کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے

باطنی و روحانی جہاد کی دو شاخیں

دوستو!......جس طرح شرعی و ظاہری جہاد کی دو شاخیں ہیں اسی طرح باطنی و روحانی جہاد کی بھی دو شاخیں ہوتی ہیں ان میں سے پہلی شاخ ہے تزکیات نفس

اس کے بارے میں اپنے روحانیات کے موضوع پر دیئے گئے خطبات میں بڑی تفصیل سے بات کر چکا ہوں اس لئے یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ تزکیہ کا مطلب ہے پاکیزگی اور پاکیزگی ہمیشہ نجاست سے ہوتی ہے آگے نجاسات کی قسمیں ہوتی ہیں یعنی نجاساتِ ظاہری، باطنی، روحانی، نفسانی و اخلاقی وغیرہ

بس انہی نجاسات سے نفس کو پاک کرنے کے عمل کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے

دوستو!......نجاساتِ نفسانی و روحانی دراصل بیماری کی طرح ہوتی ہیں انہیں دور کرنا ایک عمومی صحت یا نارمیلٹی (Normality) کہلاتا ہے لیکن بعض انسان یہ چاہتے ہیں کہ

وہ عام صحت مند آدمی سے زیادہ طاقت حاصل کرلیں تو پھر وہ کچھ ایکسر سائز ز (Exercises) کرتے ہیں جس سے وہ پہلوان بن جاتے ہیں یا باڈی بلڈر (Body builder) بن جاتے ہیں اسی طرح ایک نارمل (Normal) پاکیزگی تو انسان کو ان نجاسات کے دور کرنے سے مل جاتی ہے لیکن اگر کوئی روحانی قوتوں کا حصول بھی چاہتا ہے تو پھر انہیں ایکسٹرا ایکسر سائز ز (Extra Exercises) یا اضافی مشقیں کرنا پڑتی ہیں جنہیں ریاضاتِ نفس یا مجاہداتِ نفس کہتے ہیں

ان کی بھی دو صورتیں ہوتی ہیں یعنی اجتماعی اور انفرادی تزکیات و ریاضات

دوستو!......اس بات کو سمجھنے کیلئے ہمیں ایک مرتبہ پھر اس ڈایا گرام کا سہارا لینا پڑے گا کہ جسے جہاد کے ضمن میں بنایا گیا ہے

جہادِ انفرادی و اجتماعی ...... جہاد بالاموال ...... جہاد بالنفس

جہاد بالنفس کی دو شاخیں () جہاد اصغر وسائل () جہاد اکبر بالنفس

جہاد اصغر کی دو قسمیں () جہاد بالجسم () جہاد بالمعاملات

جہاد بالجسم کی قسمیں () جہاد باللسان وقلم و ید و اعضا و جسمانی مشقت

جہاد بالمعاملات کی قسمیں () ورع () اجتہاد

جہاد اکبر کی دو قسمیں () جہاد بالنفس داخلی () جہاد بالتصرف خارجی

جہاد اکبر کی ذیلی دو قسموں کی اقسام

جہاد داخلی کے دو شعبے () تزکیات () ریاضات

آگے ان کی شاخیں ہیں۔ مہلکات اور منجیات وغیرہ

اس ڈایا گرام کو دیکھتے ہوئے آپ جان چکے ہوں گے کہ جہاد اکبر کیا ہے اور یہ بھی

جان چکے ہیں کہ یہ جہاد کن دشمنوں سے کیا جاتا ہے

اب یہ بھی دیکھ لیں کہ یہ دونوں دشمن ہمارے کس کس محاذ پر حملہ آور ہوتے ہیں

() خارجی دشمن یعنی شیطان کا کام ہوتا ہے وسواس و بدعقیدگی پیدا کرنا

() داخلی دشمن یعنی ہوائے نفس کا کام ہوتا ہے بدکرداریاں، لذات و بے اعتدالیاں پیدا کرنا اس لئے ان دونوں کا خاتمہ کرنے کیلئے جو ہتھیار استعمال ہوتے ہیں وہ یہ ہیں

() انسان کے اندر کے دشمن یعنی نفس امارہ اور ہوائے نفس کے خلاف مجاہدات و ریاضات وتزکیات وتادیب نفس کا عمل جہاد شمار ہوتا ہے

() شیطانی وساوس و بدعقیدگی کے خلاف فکری وعلمی وعرفانی جہاد ہوتا ہے جس کیلئے تعقل، تدبر، تفکر، تفقہ، تیقن، تفہم وغیرھم جیسے اسلحہ کو استعمال کرنا جہاد شمار ہوتا ہے اور اس کی پہلی سیڑھی حصول علم ہے

اقسامِ نقصانات

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہادِ اکبر میں جن مخالف قوتوں سے انسان نبرد آزما ہوتا ہے وہ کس کس ممکنہ پہلو سے اس کا نقصان کرسکتی ہیں تاکہ وہ اپنے آپ کو چوکس رکھے

معلوم ہونا چاہئے کہ عمومی طور پر اس کے درج ذیل دو پہلو ہوتے ہیں

اعتقادی نقصان ...... عملی واعمالی نقصان

دوستو! ......اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عملی دشمن کیا ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے پاس دین کے حوالے سے دو سرمائے ہوتے ہیں

اعتقادات وعقائد ...... اعمال وریاضات

اعتقادات وعقائد

دوستو!...... یہ جو باطنی جنگ ہوتی ہے اس میں سب سے پہلا اور خطرناک حملہ جو ہوتا ہے وہ اعتقادات پر ہوتا ہے یعنی شیطانی قوتیں ☆یوسوس فی صدور الناس سے اپنا عمل شروع کرتی ہیں یعنی سب سے پہلے عقائد حقہ میں وائرس کاشت کرتی ہیں جس سے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، وسوسے پیدا ہوتے ہیں، حق کے کچھ پہلو مشکوک ہونے لگتے ہیں اور اس طرح یہ شکوک کے بیج پھوٹ کر بڑھنا شروع ہوجاتے ہیں اور پھر [اللہ نہ کرے] ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ بدعقیدگی کا ایک تناور درخت بن جاتے ہیں اور یہ کام باطنی شیطان اور اس کے ساتھی نفس امارہ کا ہوتا ہے اور یہ بھی باطنی جنگ کے بعد ہوتا ہے اس میں بھی شر کی قوت اپنے تصرفات کے ذریعے کام کرتی ہے

دوستو!......شیطانی قوتیں یہ بات اچھی طرح جانتی ہیں کہ اگر عقیدہ خراب ہوجائے تو خیر بھی شر بن جاتی ہے، عبادات خرافات بن جاتے ہیں، ریاضات ہفوات بن جاتے ہیں، نمازیں جہنم کی رکابیں بن جاتی ہیں، جیسا کہ شہنشاہ معظم امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ جب ابلیس کسی کے گناہوں سے ناامید ہوجاتا ہے وہ اسے بے معرفت نمازوں میں لگا دیتا ہے جیسا کہ ہم خوارج کو دیکھتے ہیں کہ نمازوں اور روزوں کے وہ بڑے سرمایہ دار تھے مگر اعتقاد کا نقص سارے اعمال کو لے ڈوبا

اعمال وریاضات

دوستو!......مومن کا دوسرا سرمایہ اس کے اعمال ہوتے ہیں کیونکہ جب کوئی صاحب

www.khrooj.com

ایمان ہو جاتا ہے تو اس کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا عبادت ہو جاتا ہے اس کی ایک ایک سانس عبادت بن جاتی ہے بشرطیکہ وہ شر سے پاک ہو

کیونکہ مومن کا دوسرا بڑا سرمایہ عملی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اس لئے شیطانی قوتوں کا دوسرا حملہ اس پر ہوتا ہے اور یہاں معمولاتِ زندگی میں انسان پر ''ہوائے نفس'' کو مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور پھر ہوائے نفس کی پیدا کردہ بے اعتدالیاں انسان کو روحانی طور پر ہلاک کر دیتی ہیں اور اسی سے بدکرداریاں پیدا ہوتی ہیں لذاتِ نفس جنم لیتے ہیں اور انسان کو ان کی ''لت'' پڑنا شروع ہو جاتی ہے اور اس طرح انسان مالک کی فرمانبرداری کی بجائے خواہشاتِ نفس کی فرمانبرداری شروع کر دیتا ہے مالک پاک علیہ الصلوات والسلام کی غلامی کی بجائے خواہشاتِ نفس کا غلام بن جاتا ہے اور انسان کے جسم پر مالک پاک علیہ الصلوات والسلام کی حکومت کی بجائے شیطان کی حکومت قائم ہو جاتی ہے

دوستو!...... یہ بات یاد رہے کہ انسان نارمل (Normal) حالت میں فطری طور پر مسلمان ہوتا ہے مگر جب کفر جارحیت کرتا ہے تو مملکت جسم پر ناجائز قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ سب سے پہلے ذہن پر تصرف کرتا ہے جیسا کہ انسان فطری طور پر صحت مند ہوتا ہے لیکن بیماری آ کر اس پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس کے جسمانی نظام کو بگاڑ دیتی ہے اور جسم پر تصرف کرنا چاہتی ہے اور کر بھی لیتی ہے

دوستو!......جس طرح بیماری اگر کلی طور پر جسم پر متصرف ہو جائے تو انجام کار انسان جسمانی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح اگر شر کی قوت بھی انسان پر کلی طور پر متصرف ہو جائے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان کو ابدی و روحانی ہلاکت ہی ملتی

ہے کیونکہ جب یہ مملکت جسم نفس امارہ کے کلی تصرف میں چلی جاتی ہے تو وہ اس پر کینسر کی طرح حکومت کرتا ہے جس کا انجام ابدی ہلاکت ہوتی ہے

دوستو!...... یہ بھی عجیب بات ہے کہ جملہ بیماریوں میں سے انسان کو 90% نوے فی صد بیماریاں غذا کے ذریعے لگتی ہیں اسی طرح 90% نوے فی صد روحانی بیماریاں بھی غذا ہی کی مرہونِ منت ہوتی ہیں اور ان کا آغاز حرام خوری سے ہوتا ہے

کیونکہ حرام خوری کی وجہ سے جسم میں حق سرایت پذیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے روزِ عاشور کے خطبہ میں کفارِ شام وکوفہ سے فرمایا تھا کہ تم پر ہمارے مواعظ واحقاق حق کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے شکموں میں حرام بھرا ہوا ہے یعنی جب شکموں میں حرام بھرا ہوا ہو تو معصوم کا کلام بھی اثر انداز نہیں ہوتا یا اسے قبول کرنے کی صلاحیت مرجاتی ہے، اسی لئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک واضح حلال ہوتا ہے اور ایک واضح حرام ہوتا ہے اور ان کے مابین شبہات ہوتے ہیں یعنی کسی حلال کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے کہ یہ حرام ہے یا کسی حرام کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے کہ یہ حلال ہے تو اس کے بارے میں فرمایا

☆ فَمَن تَرَكَ الشُّبهَاتَ نَجَا مِنَ المُحَرّمَاتِ وَمَن اَخَذَ الشُّبهَات هَلَكَ مِن حَيثُ لَايعلَم ...... بحارالانوار 221/2

یعنی جس نے شبہات کو ترک کیا اور مال مشتبہ سے بچ گیا وہ حرام سے نجات پا گیا اور جس نے شبہات اور مال مشتبہ کو حاصل کیا وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے ہلاک ہو گیا

اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہتا ہے تو

☆یَکُونُ خَارِجاً مِنَ الاِیمَانِ وَ الاِسلَا مِ اِلَی الکُفرِ ......بحارالانوار 35/5
ایسا شخص ایمان اور اسلام یعنی دین و مذہب سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جا تا ہے
اسی طرح فرمایا گیا تھا کہ جب انسان رزقِ حلال کھانے بیٹھتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے سر پہ کھڑا ہو جا تا ہے اور وہ جب تک کھانا کھا تا رہتا ہے وہ اس کیلئے استغفار کرتا رہتا ہے اور جو شخص ایک لقمہ حرام کا کھا تا ہے اور وہ جونہی اس کے پیٹ میں جا تا ہے سارے فرشتے اس پر لعنت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ جل جلالہ کی طرف سے اس پر نظر رحمت نہیں فرمائی جاتی اور پورے چالیس دن تک اس کی نمازیں اور دعائیں مستجاب نہیں ہوتیں اور حرام کا لقمہ کھانے والا اللہ جل جلالہ کے غضب کو دعوت دینے والا شمار ہوتا ہے اور اس لقمہ سے پیدا ہونے والا گوشت جہنمی ہوتا ہے
شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے ایک عارف کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جملہ برائیوں اور بدکرداریوں کی جڑ حرام خوری ہے کیونکہ تزکیہ نفس دراصل تزکیہ مال میں رکھا ہوا ہے یعنی جو آدمی مال پاک کرتا ہے اور اپنے رزق کو حلال کرتا ہے تو اس کا تزکیہ شروع ہو جا تا ہے اسی طرح ایک حدیث ہے کہ ایک لقمہ حرام سے بچنا 2000 دو ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے
دوستو !...... کیونکہ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے چالیس دن تک نمازیں اور دعائیں منظور و مقبول نہیں ہوتیں اس لئے اس لقمہ سے بچنے کو 2000 رکعت سے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ انسان اگر روزانہ کے نوافل اور فرائض ادا کرے تو وہ 53 رکعت روزانہ بنتی ہیں اور چالیس دن کی کل رکعتیں 2120 بنتی ہیں اور ایک لقمہ کھانے سے یہ ساری عبادات رائیگاں جاتی ہیں اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ ایک لقمہ حرام ترک کرنا دو ہزار

www.khrooj.com

رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے امت ملعونہ سے فرمایا تھا تم ہماری بات کو اس لئے تسلیم نہیں کر پا رہے کیونکہ تمہارے شکموں میں حرام بھرا ہوا ہے

دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ مومن کا پہلا سرمایہ عقیدہ ہوتا ہے جس کی بنیاد پر اسے نجات ملنا ہوتی ہے اور دوسرا سرمایہ اس کے اعمال ہوتے ہیں

اعمالِ باطن جو ہیں وہ اندر کے شیطان کے خلاف جنگ ہی کا نام ہے ہوائے نفس پورے جسم پر اپنا تصرف چاہتی ہے اور شیطان اس کا معاون ہوتا ہے اور اس طرح وہ اطاعت اِلٰہی سے نکال اطاعت ابلیس کی طرف لے جاتی ہے اور انسان کو لذاتِ نفسی کے حصول کا درس دیتی ہے اعتقادات فاسد ہوں تو بدعقیدگی پیدا ہوتی ہے اور باطنی اعمال فاسد ہوں تو بدکرداری پیدا ہوتی ہے کیونکہ اندر کا میدانِ جنگ زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ یہ باطنی جنگ ہمہ وقتی ہوتی ہے اس لئے اسی کو جہادِ اکبر کا نام دیا گیا ہے

دوستو!......جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ جہادِ اکبر کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں اور یہ کفر و نفاق ہی سے کیا جاتا ہے جیسا ارشاد قدرت ہے

☆یَـاَیُّهَـا الـنَّبِیُّ جَاهِدِالکُفَّارَ وَ المُنٰفِقِینَ وَ اغلُظ عَلَیهِم وَمَا وَهُم جَهَنَّم وَ بِئسَ المَصِیرُ ......(التوبہ آیہ 73)

73/9- اے نبی صلی اللہ علیک وآلک وسلم! آپ کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے، اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے

اس آیت مبارکہ میں ان قوتوں کا ذکر ہوا ہے جن سے جہاد کرنے کا حکم ہے یعنی

() کفار......() منافقین......

کیونکہ کفار کی کئی قسمیں ہیں یعنی اس میں کفر انسانی شکل میں بھی حق پر حملہ آ ور ہوتا ہے اور غیر انسانی شکل میں بھی اسی طرح نفاق و منافقت بھی کئی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے یعنی انسانی شکل میں بھی اور غیر انسانی شکل میں بھی

کفر کو ہم اس طرح ڈیفائن (Define) کر سکتے ہیں کہ ''ہر وہ چیز جو شر کی قوت کی حامی و معاون ہو یا رضائے اِلٰہی کے نفاذ میں رکاوٹ ہو وہ کفر ہے'' یہ تعریف اگر چہ عمومی شرعی تعریف کفر کے خلاف نظر آتی ہے مگر دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ عمومی طور پر اللہ جل جلالہ کی ذات کے انکار اور غیر اللہ کے اقرار کو کفر مانا جاتا ہے اس طرح اوپر دی گئی تعریف اسی کے منطقی انجام سے اخذ کی گئی ہے اور یہ دونوں ایک چیز ہیں یعنی اللہ جل جلالہ کا انکار عملی طور پر تو اس کی رضا و احکام کی نافرمانی کے ذریعے ہی ہوتا ہے اب اگر کوئی زبانی اقرار کرتا ہے مگر عملی طور پر اللہ جل جلالہ کے مقاصد و احکام کے خلاف کرتا ہے یا اس کی خلاف ورزی پر اکساتا ہے تو یہ بھی کفر ہی ہوتا ہے

اس طرح ہمارے سامنے کفر و کفار کی لاتعداد شکلیں سامنے آ جاتی ہیں اور ان کی بنیادی دو صورتیں ہیں

( ) کفر و کفارِ داخلی ...... ( ) کفر و کفارِ خارجی

کفر داخلی میں محرک یا مخالف قوت کا نام نفس امارہ ہے اور اس کا ساتھی ابلیس ہے، اس داخلی کفر سے جنگ کرنے کو جہادِ اکبر فرمایا گیا ہے جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جہاد پر سے واپسی کے وقت فرمایا تھا ☆ رجعنا من الجهاد الاصغر الی جهاد الاكبر ......یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آ رہے ہیں

www.khrooj.com

فرق مابین جہاد اصغر و اکبر

جہاد بالنفس ہی کو جہادِ اکبر کہا جاتا ہے اور خارجی دشمن سے جہاد بالسیف کو جہاد اصغر یا قتال کہا جاتا ہے

دوستو!...... یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں جہادوں میں فرق کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد ابیض اور جہاد احمر میں کئی طرح سے فرق ہوتا ہے مثلاً

( ) جہاد اصغر یعنی کفار سے جنگ کا دورانیہ محدود ہوتا ہے جبکہ نفس کے ساتھ جہاد کا جو سلسلہ ہوتا ہے وہ ساری زندگی جاری رہتا ہے

( ) ایک فرق یہ ہے کہ جہادِ احمر جز وقتی ہوتا ہے اس جہاد کا ایک مخصوص دورانیہ ہوتا ہے جبکہ جہادِ ابیض ہمہ وقتی یا کل وقتی ہوتا ہے

( ) جہادِ احمر کھلے دشمنوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر جہادِ ابیض اپنی ذات کے اندر کے دشمن سے لے کر سارے معاشرہ سے ہوتا ہے یعنی جہاد بالقلم ہوتا ہے، جہاد باللسان ہوتا ہے، جہاد بالعمل ہوتا ہے

( ) جہادِ احمر میں شیطانی افراد کا خاتمہ ہوتا ہے جبکہ جہادِ ابیض میں شیطانیت کا خاتمہ ہوتا ہے یہ جہاد بھی انفرادی اور اجتماعی انداز میں کیا جاتا ہے

( ) دونوں جہادوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ خارجی دشمن سے لڑنا آسان ہوتا ہے اپنی ذات کے اندر پوشیدہ کافر سے لڑنا انتہائی مشکل ہوتا ہے کیونکہ یہ تو اس جسم کے اندر ایک ان دیکھا خدا بن کر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور یہ خواہش نفس اتنا بڑا معبود ہے کہ جو سارے شیطانی معبودوں سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اسی لئے اللہ ﷻ نے بھی فرمایا ہے کہ ☆ أفرايت من التخذ الهه هوٰه ...... کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا

جنہوں نے خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے ظاہری طور پر لا الہ الا اللہ کہنا بڑا آسان ہے مگر عملی زندگی میں اس معبودِ باطل کی نفی کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے سومنات کے بت اور لات وہبل کو توڑنا آسان ہوتا ہے مگر اس داخلی بت کا گرانا انتہائی مشکل ہوتا ہے

( ) ان دونوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جب سامنے کوئی دشمن للکار رہا ہو تو قوتِ غضبیہ جو فطرت میں داخل ہے وہ بھی انسان کو جہاد میں کود جانے یا شجاعت دکھانے یا ننگ و عار سے بچنے یا بزدلی کے طعنوں سے بچنے کیلئے لڑنے مرنے پر اکسا سکتی ہے مگر باطنی شیطان سے لڑنے میں انسان کو قوت غضبیہ مشتعل نہیں کرتی اس لئے ٹھنڈے دل سے اس سے لڑنا اور وہ بھی پوری زندگی لڑنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے

جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے دو پہلوؤں کے اندر موجود ہے یعنی یہ نفس امارہ ہی سب سے بڑا دشمن ہے جو شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے اور اسے شیطان سے بڑا دشمن اس لئے بھی مانا جاتا ہے کہ جب انسان خلوص کی وادی میں قدم رکھتا ہے تو شیطان کی عملداری سے نکل جاتا ہے لیکن مخلص ہونے کے بعد جو انسان کو گمراہ کرتا ہے وہ یہی نفس امارہ ہوتا ہے

دوستو!......اس باطنی کافر و دشمن سے جہاد کے دو محاذ یا سیکٹر (Sector) ہوتے ہیں

( ) تزکیات ......( ) ریاضات ......

یعنی سب سے پہلے نفس کو نجاساتِ کفریہ و نفاقیہ سے پاک کرنا پڑتا ہے جس سے انسان ایک نارمل انسان بن جاتا ہے اس کے بعد روحانی ترقی کا مرحلہ آتا ہے تو اس میں خصوصی ریاضاتِ نفس کرنا ضروری ہوتے ہیں یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جن نجاسات سے نفس کو پاک کیا جاتا ہے انہیں روحانیاتی زبان میں مہلکات

کہا جاتا ہے اور جو ریاضاتِ نفس ہوتے ہیں انہیں منجیات کہا جاتا ہے۔آ گے منجیات کی شاخیں ہوتی ہیں اور اس سے آ گے روحانیات کا میدان ہے اس لئے ہم اسے ترک کرتے ہیں

دوستو!......جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ظاہری کفار ومنافقین وہ ہوتے ہیں جو سامنے نظر آنے والے ہوتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ جو جہاد ہوتا ہے وہ بھی ظاہری طور پرنظر آنے والا جہاد ہوتا ہے۔جن کے ساتھ جہاد بالسیف کیا جاتا ہے وہ تو معمولی دشمن ہوتے ہیں مگر جن سے یہ جہادِ اکبر کرنا ہوتا ہے وہ دشمن اور طرح کے دشمن ہوتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ کئی طرح کا جہاد کرنا پڑتا ہے مثلاً معاشرتی جہاد، معاشی جہاد، اقتصادی جہاد، فکری جہاد، ثقافتی جہاد، قانونی جہاد، عمرانی جہاد، نفسیاتی جہاد، نظری جہاد، اصولی جہاد، وغیرھم

اگر ہم اس کی تفصیل میں جائیں گے تو بات بہت بڑھ جائے گی اس لئے ہم اسی اجمال پر اکتفیٰ کرتے ہوئے آ گے بڑھتے ہیں

آئین وضابطۂ جہاد

دوستو!...... یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ جہاد کی جتنی قسمیں بھی ہیں ان میں معصوم علیہ الصلوات والسلام کی سرپرستی اور حکم ضروری ہے جو ان کے حکم سے نہ کیا جائے وہ جہاد باطل ہے چاہے وہ دشمن داخلی سے کیا جائے یا خارجی سے، دشمن باطنی سے کیا جائے یا ظاہری سے، جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہندو دھرم یا بدھ مت یا دیگر مذاہب عالم ہیں ان سب میں تزکیاتِ نفس و ریاضاتِ نفس اور نفس کشی کے اعمال موجود ہیں اور وہ ہم سے زیادہ محنت کرتے ہیں لیکن ان کی حیثیت غیر آئینی و غیر قانونی ہوتی

www.khrooj.com

ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ کسی معصوم علیہ الصلوات والسلام کے حکم یا ان کے کسی نائب و نمائندے کی سر پرستی میں نہیں ہوتا اس لئے اسے قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ حرام کہلاتا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ حلال وحرام میں فرق صرف حکم کا ہوتا ہے جو حکم کے ماتحت ہو وہ حلال ہوتا ہے اور جو حکم کے ماتحت نہ ہو وہ حرام ہوتا ہے

دوستو!...... آپ خود غور کریں کہ زنا اور مباشرت میں جسمانی یا فزیکلی (Physically) طور پر کوئی فرق نہیں ہے وہ ایک ہی فعل ہے لیکن ایک حلال ہے دوسرا حرام ہے حالانکہ دونوں کے اثرات بھی ایک جیسے ہوتے ہیں یعنی دونوں سے بچے پیدا کئے جا سکتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حلال وحرام میں فرق صرف حکم کا ہوتا ہے جو حکم کے ماتحت ہے وہ حلال ہوتا ہے اور جو حکم کے ماتحت نہیں وہ حرام ہے

دوستو!...... یہ بھی یاد رہے کہ حرام سے پیدا کیا ہوا بچہ حرام زادہ ہوتا ہے اور حکم کے ماتحت پیدا کیا ہوا بچہ حلال زادہ ہوتا ہے اسی طرح حکم کے ماتحت ریاضات و تزکیات سے جو قوتیں حاصل ہوتی ہیں وہ حلال و جائز کہلاتی ہیں اور جو حکم کے ماتحت نہیں ہوتیں وہ حرام کہلاتی ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ ☆ الـکـــاهــن کــالـکـافـر ......یعنی کاہن جادوگر اور ہر منفی روحانیات کا حامل کافر ہے اور ان کے کرامات کو استدراج کہا جاتا ہے اور استدراج مذموم ہے جبکہ حکم کے ماتحت صادر ہونے والے خوارق العادات کو معجزات وکرامات کہا جاتا ہے اور یہ مستحسن ہوتے ہیں

دوستو!......اس بحث سے ثابت ہوا کہ جو اعمال و ریاضات وتزکیات معصوم علیہ الصلوات والسلام کے حکم سے ہوں اور ان کے کسی نائب یا نمائندے کی زیر سرپرستی ہوں وہ جائز ہوتے ہیں ورنہ وہ حرام ہوتے ہیں اس لئے حصولِ روحانیات کیلئے حکم امام علیہ الصلوات

والسلام کا حصول سب سے اہم اور واجب چیز ہے اگر حکم نہیں لیا گیا اور معصوم علیہ الصلوات والسلام کے کسی نائب و نمائندے کی سرپرستی میں نہیں ہے تو ہر روحانی ریاضت فساد فی الارض کہلاتی ہے کیونکہ یہی مسلمہ ہے کہ

ہر وہ جہاد قانونی وشرعی حیثیت کا حامل ہوتا ہے جو کسی معصوم علیہ الصلوات والسلام کے حکم اور سرپرستی میں ہو یعنی یا تو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سرپرستی میں ہو یا ان کے حکم سے کسی کی سرپرستی میں ہو

عبادات ہوں یا روحانی مجاہداتِ نفس ان سب میں معصوم علیہ الصلوات والسلام کی سرپرستی ضروری ہے اس بات کو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے اس انداز میں واضح فرمایا تھا کہ ابلیس جن لوگوں کے گناہ سے مایوس ہو جاتا ہے کہ یہ کسی بھی طرح گناہ کی طرف مائل نہیں ہوں گے تو وہ انہیں بے معرفت نمازوں [عبادات] میں لگا دیتا ہے یعنی عبادات کیلئے بھی معصوم علیہ الصلوات والسلام کی سرپرستی واجب ہے ورنہ وہ نمازیں خوارج کی عبادات کی طرح باطل قرار پاتی ہیں ۔ اس تصویر کا دوسرا رخ بھی ہے کہ ابلیس جن لوگوں کے عقیدہ سے مایوس ہو جاتا ہے ان کے اعمال میں تقصیر پیدا کرتا ہے اس لئے ہمیں عمل اور عقیدہ دونوں کو حکم معصوم علیہ الصلوات والسلام کے ماتحت رکھنا واجب ہے

دوستو! ......امامِ غائب و امامت غائبہ کے دور میں کیونکہ امام غائب ہوتے ہیں یا امامت غائب ہوتی ہے اس صورت میں جہاد بھی باطنی ہوتے ہیں اور جب امام ظاہر ہو تو جہاد کے ظاہری پہلو جہاد کی تعریف میں سب سے اول ہوتے ہیں

دوستو! ...... جب امام اور امامت دونوں ظاہر ہوں تو پھر جہاد کی اولین شکل عسکری ہوتی ہے تزکیات اسی عسکری جہاد کے ذریعے ہوتے ہیں کیونکہ تزکیات کا کمال

ذات اور ذاتیات و ذاتی متعلقات کی نفی ہوتی ہے جو مجاہد کیلئے میدانِ جہاد میں جاتے ہوئے ہو جاتی ہے کیونکہ جب وہ موت کی طرف چلتا ہے تو ساری چیزوں کو پس پشت ڈال کر چلتا ہے ورنہ جا ہی نہیں سکتا

دوستو!...... ہم کربلا معلیٰ میں دیکھتے ہیں کہ وہاں تزکیات نفس یا مجاہدات وغیرہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی بلکہ جہاد بالسیف ہی سب سے اعلیٰ و افضل فریضہ تھا اور تزکیات وریاضاتِ نفس سے جو کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے وہ عزمِ جہاد ہی سے حاصل ہو جاتا ہے یعنی جونہی جہاد کا عزم کامل ہوتا ہے مجاہد ولیِ کامل ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے انصار علیہم السلام کے بارے میں جانتے ہیں کہ شب عاشور جب سب کو جانے کا حکم فرمایا گیا تو جانے والوں کے جانے کے بعد جو خوش نصیب باقی بچ گئے تھے انہوں نے مستحکم عزم کیا کہ ہم شہید ہو جائیں گے مگر نصرت سے دست کش نہیں ہوں گے تو ان کے عزم کی تکمیل ہوتے ہی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے انہیں اس طرح سلام فرمایا

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیکُم یَا اَولِیَاءَ اللّٰہِ ......یعنی مجاہد عزمِ شہادت کے ساتھ ہی ولیِ کامل ہو جاتا ہے اور کمالِ ترک کی منزل تک پہنچ جاتا ہے اور جب کمالِ ترک کی منزل تک کوئی ولی پہنچ جاتا ہے تو اس کی کلی طور پر تجرید ذات ہو جاتی ہے اور پھر اسے نہ ہی کسی آنے والے خطرے کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کسی جانے والی چیز کا غم ہوتا ہے اور اس مقام کو اللہ جل جلالہ ان لفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ

☆ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ...... جو اللہ جل جلالہ کے ولی ہوتے ہیں انہیں نہ ہی آنے والے خطرات وصدمات ونقصانات کا خوف ہوتا ہے

www.khrooj.com

اور نہ گزر جانے والے صدمات ونقصانات کا غم وحزن ہوتا ہے

دوستو! ...... جب زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں جہاد جیسا فریضہ موجود تھا تو پھر اس کے علاوہ کوئی دوسرا فریضہ تھا ہی نہیں اگر تھا تو وہ نصرت کا شعبہ تھا جو صرف مسقوط الجہاد افراد کیلئے تھا نہ کہ ساری انسانیت کیلئے، کیونکہ جب ظاہری و خارجی دشمن سامنے ہو اور ظہورِ امامت بھی ہو جائے تو تلوار اٹھانا واجب ہو جاتا ہے اس وقت کسی کا گھر بیٹھنا جائز رہتا ہی نہیں ہے

طلبِ نصرت

دوستو! ...... یہاں یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ طلب نصرت جب ہو جائے اس میں شرط نہیں ہوتی یعنی جب بھی ہو جائے چاہے ظہورِ امامت ہو یا نہ ہو جہاد وجوب کا درجہ لے لیتا ہے یعنی اگر کسی معصوم علیہ الصلوات والسلام پر کوئی دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو گویا طلب نصرت ہوگئی اور طلب نصرت ہو جائے تو وہاں جہاد واجب ہو جاتا ہے

یہ بھی عرض کر دوں کہ طلب نصرت دو طرح کی ہوتی ہے

() زبان قال سے ...... جیسا کہ کربلا میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا

☆ **هَل مِن نَاصِرٍ يَنصُرُنَا**

() زبان حال سے ...... جیسا کہ شب عاشور آپ نے اپنی زبان مبارک سے تو سب کو چلے جانے کا حکم فرمایا تھا مگر موقعہ کی سچویشن (Situation) نصرت طلب کر رہی تھی اس لئے وہی لوگ فوزِ عظیم کو حاصل کر سکے جنہوں نے زبانِ حال کی طلبِ نصرت کو سمجھا اور عملی طور پر لبیک کہا اور جو چلے گئے وہ مرتد ہو گئے اسی طرح قافلہ تسلیم رضا جب راہ شام میں مصروف سفر تھا تو اس پورے سفر میں طلب نصرت کا ایک مسلسل عمل

جاری تھا اور جن جن مقدسین نے لبیک کہا اور نصرت کی اور اپنی جان کی بازی لگائی ان کا درجہ بھی شہدائے کربلا کے برابر کا ہے جیسا کہ اس پورے سفر میں بہت سے مسلمانوں نے نصرت کی، بہت سے عیسائیوں نے جانوں کے نذرانے پیش کیئے، بہت سے یہودیوں نے نصرت میں جان کی قربانیاں پیش کیں۔ یہ بات میں بار بار دہراتا ہوں کہ

نصرتِ حق بذاتِ خود ایک دین ہے اور اس دین میں کوئی مذہب نہیں ہوتا

کیونکہ جو دوستی ہے وہ کوئی مذہب نہیں ہے جو دوست ہے وہ دوست ہے چاہے جس دین سے تعلق رکھتا ہو اور دشمنی بھی کوئی مذہب نہیں ہے جو دشمن ہے وہ دشمن ہے دشمنی چاہے مسلمان کرے وہ کافر ہے اور نصرت چاہے کوئی یہودی کرے وہ مسلمان ہے یہ نظریہ بھی ہمیں واقعہ کربلا سے ملتا ہے کیونکہ وہاں ہم مسلمانوں اور نام نہاد شیعوں کو دشمنی کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور بظاہر عیسائیوں اور یہودیوں کو نصرت کر کے فوزِ عظیم پر فائز ہوتا دیکھ رہے ہیں

دوستو!...... یہ بات بھی یاد رکھنا لازم ہے کہ طلب نصرت تین حیثیتوں سے ہوتی ہے

(1) اصالتاً......(2) نیابتاً......(3) نسبتاً......

(1) اصالتاً و بلا واسطہ......یعنی خود زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام نصرت طلب فرمائیں جیسا کہ کربلا معلیٰ میں شہنشاہِ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے نصرت طلب فرمائی تھی

(2) نیابتاً، تعلقاً یا بالواسطہ یعنی نمائندگان و مومنین کے ذریعے نصرت طلب کرنا اس کی مثال کوفہ میں جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی ہے کہ اہل کوفہ سے ان کے ذریعے نصرت طلب کی گئی اور پھر ان کے ناصرین کی نصرت بھی بالواسطہ شہنشاہ معظم

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت ہی تھی اسی طرح شہزادگان امیر مسلم علیہم الصلوات والسلام کی نصرت میں حارث بن عروہ تمیمی ملعون کی بیوی یا اس کی ساس اور اس کے بیٹے اور غلام فلیح علیہم السلام نے جو جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے وہ سب جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں آتا ہے اور وہ جہاد بھی شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہی کی نصرت شمار ہوتا ہے

(3) نسبتاً ...... یہ منسوبات و شعائر کی نصرت ہوتی ہے جیسا کہ آج ہم ذوالجناح پاک اور روضہ ہائے اطہر یا کسی بھی شبیہ یا مشہد کے امور میں نصرت کرتے ہیں اس میں جانی مالی نصرت ہوتی ہے کبھی قربانیاں بھی دی جاتی ہیں اور کبھی اس پر بھرپور خرچ کیا جاتا ہے

دشمن

دوستو! ......جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ جہادِ اصغر میں بنیادی طور پر دو قسموں کے دشمن ہوتے ہیں یعنی () کفار...... () منافقین ......آگے ان کی دو دو قسمیں ہوتی ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ دشمن کی پہلی قسم دشمن خارجی [کفار] کی ہے جس کیلئے جہاد بھی خارجی ہوتا ہے۔اس کے آگے دشمن خارجی کی دو قسمیں ہوتی ہیں

() ظاہری دشمن ...... () باطنی دشمن

اس میں جملہ منفی قوتیں آجاتی ہیں جن میں سے لاتعداد ظاہری طور پر سامنے آکر ٹکراتی ہیں اور لاتعداد باطنی طور پر آکر انسان سے ٹکراتی ہیں ظاہری طور پر ٹکرانے والے دشمن کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلاً

() دشمن برنگ دشمن ...... () دشمن برنگ دوست

آگے ان کی دو دو قسمیں ہوتی ہیں یعنی () مادی دشمن () غیر مادی دشمن

مادی دشمن تو وہی سامنے تلوار بندوق لے کر آنے والے دشمن ہوتے ہیں اور غیر مادی دشمن وہ توہمات ہوتے ہیں جو انسان کو آنے والے خطرات کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہوتے ہیں مستقبل کی بھیانک تصویریں دکھا دکھا کر ڈرانے والے دشمن یعنی کبھی جائداد مال و دولت کا نقصان نصرت کے آڑے آجاتا ہے کبھی اولاد اور جان کا خوف اور دیگر نقصانات اور خطرات دشمن سے بھی زیادہ دہشت ناک بن کر انسان کی دشمنی کرتے ہیں اسی طرح دشمن برنگ دوست وہ رشتے اور تعلقات ہوتے ہیں جو نصرت میں مانع ہوجاتے ہیں کبھی معصوم بچی کا مستقبل، کبھی بیوی کی بیوگی، کبھی بچوں کی یتیمی، کبھی رشتہ داروں کی بیچارگی، کبھی جھوٹی عزت وشہرت کرسی اور اقتدار کا خوف یہ سب بظاہر انسان کے دوست ہوتے ہیں مگر یہ دوست نما دشمن ہوتے ہیں کیونکہ یہ نصرت کے راستے کی وہ دیواریں ہیں جو اکثر حائل ہوکر انسان کو ابدی سعادت سے محروم کر دیتی ہیں

اسی طرح غیر مادی چیزیں بھی انسان کو نصرت سے محروم کر دیتی ہیں جیسا کہ بزدلی، خوف، احساس اذیت، درد، جدائی کا احساس، حب دنیا، حب جاہ، حب زر، حب نساء، حب شہرت، حب ریاست وغیرھا یہ سب چیزیں بھی انسان کی دوست ہوتی ہیں اور جب آخرت کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں تو سمجھیں یہی سب سے بڑی دشمن ہوتی ہیں۔ کربلا معلیٰ کے واقعات کا تجزیہ کریں تو پتہ چلے گا کہ دشمن برنگ دشمن کی وجہ سے اتنے لوگ نصرت سے محروم نہیں ہوئے ہوں گے جتنے لوگ اس دوست نما دشمنوں کی وجہ سے محروم رہے ہیں۔ آپ کوفیوں کے حالات و واقعات پڑھ لیں تو یہی بات ثابت ہوگی لیکن دوسری طرف ہمیں کربلا معلیٰ نے جہاد و نصرت کے نادر

مظاہرے بھی دکھائے ہیں اور ہمیں اپنے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کے بارے میں راہِ حیات یا ٹریک آف لائف (Track of Life) دیا ہے

صاحبانِ تاریخ نے لکھا ہے کہ جب لشکر توابین تیار ہو رہا تھا تو ایک شخص کو جناب مختار ثقفیؒ نے بلا بھیجا۔ جب وہ لشکر کی نصرت کیلئے تیار ہو کر نکل رہا تھا تو اس کی بیوی اپنے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو اٹھائے ہوئے اس کے سامنے آئی اور کہا کہ تم اس گھر کے واحد کفیل ہو اگر تم شہید ہو گئے تو ان بچوں کو کون پالے گا؟ اس نے ان بچوں کو اٹھا کر دور پھینک دیا اور کہا جب میں کربلا میں نصرت امام علیہ الصلوات والسلام کیلئے جانے لگا تھا تو اس وقت بھی تو نے یہی ڈرامہ کیا تھا اور مجھے سعادتِ اعظمیٰ سے محروم کر دیا تھا اور اب پھر وہی ڈرامہ کر رہی ہو مگر اب میں ان بچوں کیلئے جہنم کو گلے نہیں لگا سکتا

دوستو!......اب خود اندازہ کرلیں کہ یہ چیزیں کس طرح انسان کی آخرت کی دشمن ہوتی ہیں اس لئے فرمایا گیا تھا کہ اگر تمہیں اولاد اور بیویاں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم مومن نہیں ہو بلکہ عذاب اِلٰہی کا انتظار کرو

آیئے ہم اس آئینے میں اپنا سراپا دیکھیں کہ کہیں ہماری راہِ نصرت میں یہی چیزیں تو رکاوٹ نہیں بنی ہوئیں؟ کہیں ہم بھی کوفیوں کی طرح انہی رکاوٹوں میں الجھ کر اپنے زمانہ کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت وحمایت سے محرومی کا شکار تو نہیں ہو رہے؟

اگر یہ چیزیں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں تو ہمیں جناب حر علیہ السلام کی طرح ان سب چیزوں سے دست کش ہو کر نصرت کیلئے نکلنا پڑے گا اور ہر وہ چیز جو راہِ حبیب علیہ الصلوات والسلام میں رکاوٹ بنے اسے اپنا دشمن سمجھنا ہوگا

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نصرت کی راہ میں ہر چیز سے دست بردار ہو کر ہی انسان

حصولِ سعادت میں کامیاب و کامران ہوسکتا ہے ورنہ ابدی ہلاکت اور ذلالت کے علاوہ زندگی میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور وقت گزر جانے کے بعد پچھتاوے اور شرمندگی کے ساتھ کف افسوس ملنے کے علاوہ انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان صرف تمنا کرنے سے کچھ حاصل نہیں کرسکتا بلکہ کسی بھی چیز کے حصول کیلئے کچھ نہ کچھ تگ و دو کرنا ہی پڑتی ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ کل جب شہنشاہ معظم امام زمانہ اور منتقم آلِ محمدؐ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور ہو تو ہم ان کے ناصرین میں شامل ہو کر ان کا ساتھ دیں تو اس کیلئے ہمیں عملی طور پر بھی کچھ کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو اپنے عمل سے ان کا ناصر ثابت کرنا لازم ہے

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ مولائے کریم عجل اللہ فرجہ الشریف ہمیں اپنے انصار میں شامل فرمائیں، ہمیں وہ دن دیکھنا جلدی نصیب ہو جب شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کا انتقام لیا جارہا ہو اور ہم سب مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کی معیت میں ان کے دشمنوں سے ہر ظلم کا انتقام لینے میں مصروف ہوں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک وجعلنا من انصارک
ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب دہم

جہاد کبیر

اے حاملین جذبۂ نصرت!

ہم جہاد کے موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں اور یہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے جہاد کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں اور ان میں سے تیسری مگر سب سے اہم قسم ہے

''جہاد کبیر'' اسی جہاد کے متعلق اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے

☆فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِينَ وَ جَاهِدهُم بِهٖ جِهَاداً كَبِيراً ...... (الفرقان آیہ 52)

پس تم کافروں کی اطاعت نہ کرو، اور اُن سے اس کے ذریعہ بہت بڑا جہاد کئے جاؤ

جیسا کہ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں

(i) جہادِ اصغر......(ii) جہادِ اکبر......(iii) جہادِ کبیر......

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر جہاد میں دشمن کی ڈیفی نیشن (Definition) بدل جاتی ہے اسی طرح سے یہ جو جہادِ کبیر ہے یہ بھی کفار و منافقین سے ہوتا ہے مگر یہاں دشمن کفارِ کبیر و منافقین کبیر کہلاتے ہیں اور یہی اس میں دشمن تصور ہوتے ہیں اور ان دشمنوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں اس پر ہم قدرے تفصیل سے بات کرتے ہیں

کفار و منافقین باطنی و روحانی

دوستو! ...... میں نے سابقہ گفتگو میں عرض کیا تھا کہ حق کے خارجی دشمن کی دو قسمیں ہوتی ہیں ( ) ظاہری دشمن ...... ( ) ...... باطنی دشمن

اس میں جملہ منفی قوتیں آ جاتی ہیں جن میں سے لاتعداد تصادماتی قوتیں ظاہری طور پر سامنے آ کر ٹکراتی ہیں اور لاتعداد قوتیں باطنی طور پر آ کر انسان سے ٹکراتی ہیں، ظاہری طور پر ٹکرانے والے دشمن کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلاً

( ) دشمن برنگ دشمن ...... ( ) دشمن برنگ دوست ......

آگے ان کی دو دو قسمیں ہوتی ہیں یعنی ( ) مادی دشمن ( ) غیر مادی دشمن - اگر ہم اس جہادِ کبیر کے حوالے سے بات کریں تو کفار و منافقین باطنی و روحانی ہی ہوتے ہیں

دوستو! ...... اب ہم اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں اور یہاں میں عرض کروں گا کہ باطنی و پوشیدہ دشمن وہ ہوتا ہے جو نظر نہیں آتا اور جو ظاہری دشمن ہوتے ہیں وہ اس کی شطرنج کے مہرے ہوتے ہیں وہ اصل دشمن ہوتے ہی نہیں ہیں بلکہ اصل جنگ اس ظاہری میدانِ جنگ سے باہر لڑی جاتی ہے اس لئے اس ظاہری جنگ کا فیصلہ حتمی یا حقیقی نہیں ہوتا جیسا کہ کربلا میں لڑی جانے والی جنگ آپ نے دیکھی ہے اس میں ظاہری طور پر آپ دیکھیں گے تو یہ جنگ حق کی ایک عظیم شکست نظر آتی ہے لیکن مقصدیت کے لحاظ سے اسے دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ اس میں کامیابی صرف حق کو حاصل ہوئی ہے

کیونکہ اصل بات مقصد میں کامیابی ہوتی ہے چاہے وہ جنگ جیت کر حاصل کی جائے یا ظاہری طور پر جنگ ہار کر

دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ اصل جنگ میدانوں سے باہر لڑی جاتی ہے میدان میں تو صرف چند مہرے ہوتے ہیں۔ میدانوں سے باہر لڑی جانے والی جنگ کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ وہ جنگ ذہنوں میں لڑی جاتی ہے تو بھی بجا ہے اور اگر آپ کہیں وہ جنگ روحانی محاذِ جنگ یا سپر چوائل بیٹل فیلڈ (Spiritual Battle Field) میں لڑی جاتی ہے تو بھی بجا ہوگا

کیونکہ اصل جنگ تو خیر وشر کے مابین ہے حق و باطل کے مابین ہے اور حق و باطل مادی وجود نہیں رکھتے بلکہ ان کے معنوی وجود ہیں جن کے مظاہر میدانوں میں آ کر لڑتے ہیں اصل جنگ کرنے والے تو ان مظاہرہ کرنے والوں پر تصرف کر کے انہیں میدان میں لاتے ہیں یعنی باطل کی قوت مخفیہ اپنے ساتھ مناسبت رکھنے والے لوگوں کے ذہن کیپچر (Capture) کر کے میدان میں لا کھڑا کرتی ہے اور حق بھی اپنے دفاع کیلئے میدان میں صف آرا ہو جاتا ہے

آپ دیکھیں جب کوئی انسان کسی پر حملہ آور ہوتا ہے یا اس کے قتل کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے ذہن میں ماسٹر پلان (Master Plan) بناتا ہے اور اگر کوئی انسان اس کے ذہن میں بننے والے منصوبہ کو ذہن ہی میں بگاڑ دے تو وہ انسان قتل نہیں کرسکتا اس سے یہ ثابت ہوا کہ قتل کا عمل سب سے پہلے ذہن میں ہوتا ہے اور اس کا ظہور و اظہار قتل کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح حق و باطل کی اصل جنگ ذہنوں میں ہوتی ہے

دوستو!...... شر کی قوت جب تک انسان کے دماغ پر قابض نہ ہو جائے اور اس پر پوری طرح تصرف حاصل نہ کرلے انسان گناہ کر ہی نہیں سکتا یعنی گناہ اور معصیت

اس وقت صادر ہوتی ہے جب ذہن پر شر کی قوت پوری طرح قابض ہو جاتی اور کلی طور پر تصرف کر لیتی ہے

دوستو!...... جب کوئی انسان کسی بدکاری کا ذہن میں پروگرام بناتا ہے تو اس وقت اس کے ذہن میں جنگ جاری ہو جاتی ہے، شر کی قوت حق کی قوت کے تصرف کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے، ایک زبردست قتل و غارت ذہن میں ہوتی ہے، سب سے پہلے حکم اِلٰہی شمشیر بکف سامنے آتا ہے، منفی طاقت اس کے مقابلے میں لذتِ نفس کی تلوار لے کر سامنے آتی ہے اور حکم اِلٰہی کا ذہن میں قتل ہوتا ہے، اس کے بعد اخلاقی فوج برائی کی راہ میں جم جاتی ہے لیکن شر کی قوت ہوس کی فوج لڑا کر انہیں قتل کرتی ہے، اس کے بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومین علیہم الصلوات والسلام کے فرامین سامنے آتے ہیں، شر کی قوت ہوائے نفس کے ذریعے انہیں شہید کرواتی ہے، اس کے بعد آخرت کا خوف اور جہنم کا ڈر اپنی جملہ ہیبت ناکیوں سمیت بدکاری کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے، اس وقت شر کی قوت اللہ جل جلالہ کی رحمت اور کرم کا جال اس پر ڈال کر اسے بھی مٹا دیتی ہے، اس کے بعد ضمیر اپنی ملامت کا نیزہ لے کر میدان میں آتا ہے مگر شر کی قوت کسی بڑی شخصیت کے عیبوں کی تصویروں کی ڈھال بنا لیتی ہے، اس قتل و غارت کے معاشرتی و عمرانی و ملکی و اخلاقی قوانین آڑے آتے ہیں، باطنی حاسے دیوار بنتے ہیں۔ جب خیر کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں رہتی اور ذہن پر شر کی طاقت پوری طرح قابض ہو جاتی ہے تو اس کے بعد اس بدکاری کا ظاہراً عملی ارتکاب ہوتا ہے جو ذہن میں بہت پہلے ہو چکی ہوتی ہے۔ اس عمل کی جدید دور کی مثالوں میں سے ہم کمپیوٹر کے پراسس (Process) کی مثال دے سکتے ہیں جیسا کہ

ہم ’’کی بورڈ‘‘ کا ایک بٹن دباتے ہیں تو وہ کمپیوٹر کے اندر ہی اندر بہت لمبے پراسس (Process) سے گزرتا ہے اور ایک طویل سفر کر کے سکرین پر A لکھا ہوا ظاہر ہوتا ہے اسی طرح شر کا عمل بھی ذہن کے اندر ایک لمبے پراسس (Process) کے بعد ڈسپلے (Display) ہوتا ہے اور یہ اندر ہی اندر سارے پراسس (Process) کے آخر میں ڈسپلے (Display) ہوتا ہے

دوستو!......آپ جناب ہابیل علیہ السلام کے قتل کا واقعہ دیکھیں اس میں وجہ جو بھی تھی لیکن قابیل کے ذہن میں بھائی کے قتل کا منصوبہ بنا، سامنے بھائی کے خون کا رشتہ آڑے آیا تو شر کی قوت نے پہلے اسے قتل کیا، اس کے بعد بھائی کا تقدس اور احترام سامنے آیا شر کی قوت نے اسے بھی قتل کر دیا، اس کے بعد ماں باپ کی ضعیفی سامنے آئی تو شر کی قوت نے ذہن میں اسے بھی قتل کر دیا، اس کے بعد اللہ جل جلالہ کی نافرمانی کا خیال آیا تو شر کی قوت نے اسے بھی قتل کر دیا، اس کے بعد آخرت کا خوف سامنے آیا شر کی قوت نے اسے بھی قتل کر دیا، اس کے بعد جا کر جسمانی طور پر جناب ہابیل کا قتل واقع ہوا۔ یہ اس وقت واقع ہوا جب ذہن میں ایک عظیم قتل و غارت ہو چکی تھی، اس کے بعد قابیل کا ذہن کلی طور شر کی قوت کے کنٹرول میں آ گیا اور اس کی حیثیت ایک ایسے روبوٹ (Robot) کی طرح ہوگئی جس کا کنٹرول دوسرے کے ہاتھ میں ہو، جب ذہن شر کی قوت کے تصرف میں آ جائے تو اس کے بعد اس کی مرضی وہ جو بھی کروائے لیکن اس نے وہاں قتل کروا دیا۔ اس کے بعد اس تصرف کا مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب شر کی قوت جناب نوح علیہ السلام کی امت کے ذہن کو اپنے تصرف میں لیتی ہے اور پوری قوم کو سینکڑوں سال تک اپنے تصرف میں پتلی کا ناچ نچاتی ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک قانون الٰہی ہے کہ جب کوئی قوم بحیثیت قوم کے کلی طور پر طویل عرصہ کیلئے شر کی قوت کے تصرف میں آ جائے تو اس کے بعد اس قوم کا خاتمہ ہی ضروری ہو جاتا ہے اور اس خاتمہ کا نام عذاب الٰہی ہوتا ہے اور اس کے بعد ایک انسانیت کا جنم ضروری ہو جاتا ہے اس لئے کچھ لوگوں کو عذاب سے نجات دینا ضروری ہوتا ہے لیکن اس جنگ میں مہرے مارے جاتے ہیں اصل کھیلنے والے ہاتھ تو موجود ہی رہتے ہیں جیسا کہ شطرنج میں بادشاہ اور پیادے، گھوڑے اور ہاتھی مارے جاتے ہیں لیکن کھیلنے والے تو موجود ہی رہتے ہیں اور جب بازی کلی طور پر ہار جیت کی شکل میں سامنے آتی ہے تو وہاں حق کی قوت [خیر کی قوت] ایمرجنسی (Emergency) لگا کر اس ساری بساط کو الٹ دیتی ہے اور ایک نئی بازی کا آغاز ہو جاتا ہے یہی کھیل جناب آدم علیہ السلام سے لے کر جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جاری رہا اور بازیاں پلٹتی رہیں بساطیں بدلتی اور الٹتی رہیں اور یہ جنگ جاری رہی مگر اس کا اصل میدانِ جنگ انسانوں کے ذہن ہی رہے

دوستو!...... ان باطنی دشمنوں سے جو جہاد کیا جاتا ہے اسے جہادِ کبیر کہا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاد کا سب سے بڑا شعبہ یہی ہے کیونکہ اس میں کفار ہوں یا منافقین وہ ظاہر ہوتے ہی نہیں بلکہ وہ کوئی مادی حربہ استعمال ہی نہیں کرتے، یہ دراصل دماغوں کی تسخیر کی جنگ ہوتی ہے، ذہنوں کی لڑائی ہوتی ہے اور وہ بھی روحانی انداز میں۔

اس لئے اسے جہادِ کبیر کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

☆فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَاداً كَبِيراً ......(الفرقان آیہ 52)

پس تم کافروں کی اطاعت نہ کرو، اور اُن سے ''اس'' کے ذریعہ جہادِ کبیر کیئے جاؤ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جہادِ اصغر [قتال] ظاہری دشمن سے تلوار یا رائج الوقت اسلحہ سے کیا جاتا ہے اس سے دشمن کو قتل کرنا ہوتا ہے یا شکست دینا ہوتا ہے مگر وہ جنگ محدود وقت کیلئے ہوتی ہے اور جہادِ اکبر [جہاد بالنفس] تاحیات ہوتا ہے لیکن جہاد کبیر اس ظاہری زندگی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ظاہری زندگی کے اختتام کے بعد بھی روحانی جہاد جاری رہتا ہے جیسا کہ اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم بعد از وفات بھی کفار کو شکست دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور رضائے اِلٰہی کے قیام کیلئے مصروفِ عمل نظر آتے ہیں ۔ ہم ایک عمومی وضاحت کر چکے ہیں کہ روحانیاتی جنگ روزِ اول سے تاحال جاری ہے لیکن اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ اس دور میں وہ جنگ کیا صورت اختیار کر چکی ہے؟ کیونکہ اگر ہم اس دور کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے ہوں گے تو پھر ہم اس جہاد اور طرز جہاد کو نہیں سمجھ سکیں گے اور نہ ہی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں کوئی کام کر سکیں گے

جہادِ جدید

دوستو! ......اس دور میں جہاد کے زاویے بدل چکے ہیں اور جہادِ اصغر ہو یا جہادِ اکبر دونوں کا انداز بدل چکا ہے اور ان میں روحانیاتی جنگ کا عنصر غالب آ چکا ہے اور یہ دور جہادِ کبیر کا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ماضی کی طرح کے ہتھیار آج ناکام ہو چکے ہیں جس طرح ماضی میں تلوار اور تیر جدید ترین ہتھیار تھے مگر آج کے دور میں ایٹم بم ہائیڈ وجن بم اور اس طرح کے لاتعداد مہلکات تیار ہو چکے ہیں اسی طرح ماضی کے روحانی ہتھیاروں کی بجائے اس دور میں جدید ترین ہتھیار متعارف ہو چکے ہیں اور

آج کا دشمن سائیکوٹرونک ویپنز (Psychotronic Weapons) [روحانی ہتھیار] حاصل کر چکا ہے جس سے وہ ذہنوں کے اندر وائرس کاشت کرتا ہے اور عام انسانوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتا ہے

دوستو!......آپ خود دیکھیں کہ ایک آدمی جب کسی جگہ کوئی واردات کرنے جاتا ہے یا کہیں بم بلاسٹ (Bomb Blast) کرنے جاتا ہے تو اس کا عمل پہلے اس کے ذہن ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ پھٹنے والا بلاسٹک (Blastic) مواد لے کر وہاں سے موقعہ واردات پر منتقل کرتا ہے اور اس دوران اس کا ذہن اپنے منصوبے کے مطابق چلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر اس دوران کسی بھی مقام پر اس کے ذہن کی سوچ کو بدل دیا جائے یا ڈسٹرب (Disturb) کر دیا جائے تو وہ یہ کام کبھی بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جو کچھ کر رہا ہوتا ہے اپنے ذہن کے تصرف میں کر رہا ہوتا ہے اور اگر ذہن شر کی قوت سے کہیں بھی آزاد ہو جائے تو یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا

اسی طرح آج کا دشمن ذہن پر تصرف حاصل کر کے پھر اسے اپنے کام کی تکمیل تک قائم رکھ کر سارے الٹے کام کروا رہا ہے۔اس لئے اس دور میں جو لوگ خیر کی طرف سے مدافعت کرنے والے یا ڈیفنڈر (Defender) ہیں حدود انسانیت کی حفاظت کرتے ہیں انہیں بھی ان جیسا عمل کرنا پڑے گا اور ہر تخریب کار کے ذہن پر سے شر کا تصرف اور قبضہ توڑنا پڑے گا ورنہ شر اور برائی واقع ہو جائے گی اور جب ہم ذہنوں پر تصرف کرنا اور تصرف توڑنا نہیں جانتے ہوں گے تو پھر اپنا اور اپنے دین اور اہل ایمان کا تحفظ کیسے کر سکیں گے؟

میرے ایک مہربان فرما رہے تھے کہ یہودی عیسائی اب ذہنوں کو کیپچر (Capture)

کرنے کا عمل کر رہے ہیں اور ہم بھی اسی طرح کے اعمال کرنے شروع کر دیں گے تو پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا؟ میں نے ان سے گذارش کی کہ اسلام دشمن قوتیں تو نیوکلیئر ٹیکنالوجی (Nuclear Technology) میں ہم سے بہت ایڈوانس جا رہی ہیں اور ہم اگر یہ کہہ کر اس ٹیکنالوجی (Technology) کو چھوڑ دیں کہ یہ تو عیسائیوں اور یہودیوں کی ٹیکنالوجی (Technology) ہے تو کیا ہم اسلام اور اہل اسلام کا دفاع کر سکیں گے؟ جس طرح ظاہری ہتھیار حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے روحانی ہتھیار حاصل کرنے کا اللہ جل جلالہ نے ہمیں خصوصی طور پر حکم فرمایا ہے جیسا ارشاد قدرت ہے ☆ خذوا حذرکم

یعنی دشمن کے مقابلہ میں محافظت کی ہر چیز حاصل کرو۔ عربی میں مادی ہتھیار کو سلاح کہتے ہیں لیکن اللہ جل جلالہ نے سلاح کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ ظاہری و باطنی دونوں قسم کے ہتھیاروں پر استعمال ہونے والا لفظ استعمال فرما کر ہمیں دونوں طرح کے ہتھیاروں کی فراہمی کا حکم فرمایا ہے جس طرح ہم مادی سائنس میں پیچھے رہنے کی وجہ سے مار کھا رہے ہیں اگر اسی طرح ہم روحانیاتی سائنس میں بھی پیچھے رہ گئے تو اس میں بھی بری طرح کی مار کھانا پڑے گی

دوستو!...... آپ کے معلومات کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ اس روحانیاتی سائنس پر یورپ امریکہ، روس، جرمنی تا اینکہ ہندوستان تک میں بھرپور کام ہو رہا ہے اور مسلمانوں میں دہشت گردی جاری ہے اس دہشت گردی کے پیچھے جہاں دیگر بہت سے عوامل کارفرما ہیں اس میں ایک یہ ذہنوں پر تصرف بھی شامل ہے اور ان مسلمانوں کے آپس کے قتل و غارت میں وہ لوگ ملوث ہیں جن کے ذہن اسلام

دشمن قوتوں نے پوری طرح کیپچر (Capture) کر رکھے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کو قتل کر کے احساس جرم اور ضمیر کی لعنت تک کو محسوس نہیں کرتا کیونکہ اس کا ذہن پوری طرح اسلام دشمن قوتوں کے تصرف اور اختیار میں ہوتا ہے اور وہ شخص ایک مسلمان ہوتے ہوئے دشمن کے مقاصد کی تکمیل کر رہا ہوتا ہے

دوستو!......آج کے دور میں پنٹاگان، سی آئی اے، کے جی بی، را، موساد جیسی ایجنسیاں اربوں ڈالر خرچ کر کے روحانی ہتھیاروں کو حاصل کر رہی ہیں اور مسلمانوں کی تباہی کی فکر میں جٹی ہوئی ہیں۔ آج کا جرمن یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جرمنی نے امریکہ سے جو جنگ ہاری تھی وہ سب سے پہلے روحانی ہتھیاروں کی وجہ سے ہاری تھی اور ہٹلر کی ڈائری میں صاف لکھا ہے کہ میری شکست کی وجہ سائیکاٹرونک ویپنز (Psychotron Weapons) ہی تھے کیونکہ ہمارے پاس اتنے پاورفل سپرچوائل افراد(Powerful Spiritual Person) نہیں تھے جتنے اتحادیوں کے پاس تھے

یعنی آج کی جنگ روحانی ہتھیاروں سے جاری ہے اسلام دشمنوں نے اتنے مسلمان افغانستان میں نہیں مارے جتنے انہوں نے آپس میں لڑا کر مارے ہیں روحانی طور پر جو مسلمان ہلاک کیئے گئے ہیں ان کی تعداد ان سے ہزاروں گنا زیادہ ہے

دوستو!......آج کا جہادِ اصغر و اکبر بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت ہے اور جہاد کبیر بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت ہے لیکن آج کا جہاد (Waves&Rays) ویوز اور ریز کی جنگ کا جہاد ہے یعنی اسلام دشمن قوتیں ذہنوں کو شکار کر رہی ہیں آن ائیر نیگیٹیو سگنل(On air Negative Signals) چھوڑے جا رہے ہیں اور ان کے

ذریعے اسلامی ثقافت، شرافت، عصمت کو تہس نہس کیا جارہا ہے اسلامی اخلاقیات کو جنسیات یا سیکس(Sex) کے گندے سگنلز(Signals) سے تباہ کیا جارہا ہے۔ اس دور میں شریف گھروں پر سیکسی (Sexy) سوچ کی بمباری ہورہی ہے شریف زادیوں میں جنسی بھوک شدت سے بھری جارہی ہے اور بڑے بڑے بزرگ اور شریف لوگ، علمائے کرام، خاندانی شرفا آج اپنی ساری خاندانی روایات بھول کر لڑکیوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں اور گھروں میں بی پی(Blue Print) چلتے ہوئے دیکھ کر چپ سادھے ہوئے ہیں تو اس کے پیچھے کیا ہے؟ یہی شیطانی قوت کا تصرف ہے جو انہیں پوری طرح شیطانیت کے سمندر میں غرق کرنا چاہتا ہے

اس دور کا جہادِ کبیر یہ ہے کہ دشمن کے روحانی غیر مرئی حملے روکے جائیں اور مسلمانوں کو ان کا شکار ہونے سے بچایا جائے کیونکہ وہ(Telepathic Signals) ٹیلی پیتھک سگنلز کے ذریعے ہماری سوچ میں سیکس(Sex) بھر رہے ہیں، ہمارے ذہنوں میں اسلام کی نفرت بھر رہے ہیں، اسلامی حلال وحرام کا تصور مٹا رہے ہیں، بدکاری اور برائی کی اہمیت کم کر کے خوفِ خدا مٹا رہے ہیں، ہماری عورتوں کا پردہ، حیا، شرم، عصمت، عفت، تقدس برباد کر رہے ہیں اور ہم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ آج کی ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ چلنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم ان سب چیزوں کو مٹا دیں جو ہماری غیرت کا سرمایہ ہیں، جو ہماری مقدس روایات کا پرکشش پہلو ہیں، جو ہمارے دین و مذہب کا امتیاز ہیں

آج کا روحانی اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ عیسائی ہمارے ذہنوں میں اپنے لئے سافٹ کارنر(Soft corner) یا نرم گوشہ پیدا کر چکا ہے اور آج کا یہودی ہمارے

ذہنوں میں نقب لگا کر ہمیں سیکس (Sex) کا رسیا بنا چکا ہے اور وہ آئے دن ہیومن بوسٹر (Human Booster) یعنی سیکس (Sex) کے ذہنی سگنل (Signal) چھوڑنے والے افراد کو اسلامی ممالک میں دھڑا دھڑ داخل کر رہا ہے جن کی وجہ سے بڑے بڑے علمائے کرام کے سیکس سیکنڈل (Sex Scandal) ہمارے سامنے آ رہے ہیں مساجد میں الٹے سیدھے کاموں کی خبریں آئے دن اخبارات میں دیکھی جا سکتی ہیں اور بڑے بڑے علمائے کرام اٹالین سیکسی پروڈکٹ (Italian Sexy Product) ڈھونڈتے پھرتے ہیں یہ سب کام ان ہیومن بوسٹرز (Human Boosters) کا ہے جو سیکس (Sex) کے ذہنی سگنل (Signal) نشر کر کے مسلمانوں کے ذہنوں میں جنسیات کو جنم دے رہے ہیں

یہ 1958ء کی بات ہے کہ امریکہ کے سینٹ تک میں یہ بحث ہوئی تھی کہ ٹیلی پیتھک سگنلز (Telepathic Signals) ایک سائنسی حقیقت ہیں مگر ان کا ایک منفی پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو اس علم کا ماہر ہوگا وہ ایسا بھی کر سکتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کو قتل کروانے کیلئے کسی دوسرے شخص کا ذہن کیپچر (Capture) کر کے اس سے اپنے دشمن کو قتل کروا دے اور پھر اسی شخص سے عدالت میں اقبال جرم بھی کروا دے اور وہ مبینہ قاتل سزائے موت پا جائے جبکہ وہ اصل قاتل نہیں ہوگا

آج کے دور میں اس شعبہ میں بہت زیادہ کام ہو رہا ہے اور ایک اندازے کے مطابق سن 2002 میں پاکستان میں سیکس (Sex) میں 700% اضافہ ہوا ہے اور یہ بہت بڑا اضافہ ہے

دوستو! ......کوئی بھی ملک فحاشی کے خلاف کتنے ہی سخت قوانین بنا لے لیکن اسے روکا

نہیں جا سکتا جیسا کہ سعودی عرب یا اس جیسے دوسرے ممالک میں سخت قوانین ہیں مگر وہ قوانین صرف سڑکوں پر گشت کر سکتے ہیں گھروں کے اندر تو نہیں جا سکتے اس لئے ان کی کوئی افادیت نہیں ہوتی اس لئے اس دور میں سوچوں پر تصرف کر کے ایک شریف اور متدین سوچ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو ظاہر، باطن، جلوت وخلوت دونوں میں انسان کو پابند شریعت وشرافت بنا سکتی ہے ورنہ گن پوائنٹ(Gun point) پر لے کر کسی کو شریف نہیں بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی دین اور عقیدہ درست کیا جا سکتا ہے اس لئے اس دور میں جہاد بالتصرف سے بہتر کوئی طریقہ ہے ہی نہیں

دوستو!...... اس دور میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اسلامی حدود وروایات وتقدس کی سرحدوں کی حفاظت کی جائے شریف زادیوں کی عصمتوں کی حفاظت کی جائے اور شیطانی قوتوں کے یہ سیکسی [جنسی] سگنلز (Sexy Signals) جام کئے جائیں اور جن ذہنوں پر ان کا قبضہ جما ہوا ہے ان سے ان کا قبضہ توڑا جائے اور از سر نو دین ودیانت وحق وصداقت کا قبضہ بحال کروایا جائے تا کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام کے راہیں ہموار ہو سکیں

دوستو!...... یہ بھی یاد رہے کہ جہاد بالتصرف کے دو شعبے ہیں جہاد بالغیر یعنی خارجی دشمن کی روحانی ریشہ دوانیوں کے خلاف جنگ کرنا اور انہیں توڑنا اور دوسری طرف جہاد کبیر ہے یعنی اپنی روحانی قوتوں کو ترقی دینا لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس دور میں جہادِ کبیر کیلئے جہادِ اکبر شرط ہے یعنی جب تک ہم اپنی روحانی قوتوں کو ترقی نہیں دیں گے اس وقت تک ہم دشمن کا روحانی طور پر مقابلہ نہیں کر سکیں گے اس لئے آج جہادِ اکبر کو بہت اہمیت حاصل ہے اور یہ بھی ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس دور میں ہمیں

قرآن کریم کی طرف سے باطنی و خارجی دشمن کے مقابلے میں جہاد بالتصرف کا حکم ہے کیونکہ جہاد کسی بھی دور میں ساقط نہیں ہوتا ہاں کبھی کبھی وہ نصرت کا روپ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بھی جہاد ہی ہوتا ہے اور اس دور میں جہادِ اکبر ہو یا جہادِ اصغر یا جہادِ کبیر ہو یہ سارے جہاد ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت شمار ہوتے ہیں اور ہم پر نصرت واجب ہے اس لئے ہمیں ان جہادوں کی طرف آنا واجب ہے اور ہمیں جہادِ کبیر کو سب جہادوں پر ترجیح دینا ضروری ہے

دوستو!......اگر ہم جہادِ کبیر کی طرف مائل نہیں ہوں گے تو پھر ہم اسلامی حدود کا تحفظ نہیں کر سکیں گے اس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم بھی سائیکوٹرونک ویپنز (Psychotronic Weapons) حاصل کریں، روحانی قوتوں کو حاصل کریں، فیتھ ہیلنگ (Faith Healing) سیکھیں، رائیکی(Ricky) و آسٹرل پروجیکشن (Astral Projection) سیکھیں، پریمینشن (Premonition) کے فارمولے حاصل کریں تا کہ اپنے دشمنوں کے خلاف ہمارے پاس بھرپور طاقت ہونا چاہیے جو قومیں اپنے مستقبل کا شعور نہیں رکھتیں وہ فنا ہو جاتی ہیں اور ہمیں اپنے مستقبل کا شعور حاصل کرنا چاہیے

جہادِ کبیر کے طریقے

دوستو!-شر کے تصرف سے شرفا اور مومنین کو نجات دلانے کے دو طریقے ہوتے ہیں

() طریقۂ ظاہری و تبلیغی ......() طریقۂ باطنی و تصرفی

شر کی قوت سے مخلوقِ خدا کو نجات دلانے کا کام سب سے پہلے انبیا و رسل علیہم السلام سے لیا جاتا ہے اور وہ ان دونوں طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو شر کے تصرف

سے نجات دیتے ہیں یعنی ان کا ایک شعبہ تبلیغ کا ہوتا ہے اور دوسرا شعبہ تصرف کا ہوتا ہے

جہاد بالتصرف کے کئی پہلو ہوتے ہیں مثلاً

( ) وہ مومنین جن پر شر کی قوت یا منفی روحانیاتی قوت تصرف کر کے برائی کروا رہی ہے ان کے ذہنوں پر سے منفی قوت کا تصرف اور قبضہ توڑنا ہوتا ہے

( ) مومنین پر تصرف کر کے نظامِ انتصار کو مضبوط کرنا ہوتا ہے

( ) وہ غیر مومنین جن پر شیطانی قوت اپنا تصرف کر کے مومنین کو نقصان پہنچانے کے درپئے ہوتی ہے ان لوگوں کے ذہنوں سے شر کی قوت کا تصرف ختم کر کے مومنین کو نقصان سے بچانا

( ) غیر مومنین پر تصرف کر کے عارضی طور پر مومنین کی بزم آرائی کرنا تاکہ ایک مومن تنہائی کی وحشت کا شکار نہ ہو اور اس کے مراسم عبادات بلا رکاوٹ جاری رکھے جا سکیں

( ) برے لوگوں پر تصرف کر کے ان سے دین میں تائید و تقویت حاصل کرنا جیسا کہ ارشاد ہے☆ان اللہ یؤیّد ھذاالدین بالرجل الفاجر

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس دین میں کسی بدکار انسان سے بھی تائید و تقویت حاصل کرواتا ہے

اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ شخص دین میں روحانی یا غیر روحانی تقویت کا باعث بنے ہاں وہ دین حق کے مشن میں معاون بنایا جا سکتا ہے کیونکہ جہاد کا مقصد مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہوتا ہے نہ کہ مالِ غنیمت یا کشور کشائی یا ذاتی فتح و شکست کا اس میں کوئی عنصر شامل ہو۔ اس دور میں ہم پر جہاد بالتصرف لازم ہے اور یہی وہ سب سے اعلیٰ نصرت ہے جو ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی کر سکتے ہیں

www.khrooj.com

ناصر کے راستے

دوستو!......میدان جہاد و نصرت میں اترنے کے بعد مجاہدین فی سبیل اللہ کیلئے صرف تین راستے ہوتے ہیں (1) فتح......(2) شہادت......(3) بے دست و پائی

جہاد کی جتنی قسمیں ہیں ان میں مجاہدین کیلئے یہی تین راستے ہوتے ہیں ان میں سے سب سے پہلا راستہ فتح کا ہے یعنی دشمن کی موت یا فرار یا شکست تسلیم کرنا یا گرفتار ہوجانا۔ان تینوں صورتوں میں مجاہد فی سبیل اللہ کو فتح کی منزل ملتی ہے

دوسرا راستہ ہے شہادت کا یعنی جب تک جان میں جان رہے جہاد کرتا رہے چاہے وہ جہادِ اصغر ہو یا جہادِ اکبر یا بالنفس ہو یا جہاد بالتصرف ہو اس میں پوری پامردی سے جما رہے تا اینکہ داعی اجل کا بلاوا آجائے تو یہ مجاہد چاہے میدان جنگ میں داعی اجل کو لبیک کہے یا گھر میں بستر پر اس کی موت شہادت ہوتی ہے اور یہ زندۂ جاوید ہوتا ہے اسی لئے تو مفضل ابن عمرو سے کشافِ اسرار والحقائق امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا

☆ یَقُولُ مَن مَاتَ مُنتَظِراً لِهَذَا الامرِ کَانَ کَمَن کَانَ مَعَ القَائِم عجل الله فرجه الشريف فِی فُسطَاطِهِ لَابَل کَانَ کَالضَّارِبُ بَینَ یَدَی رَسُول اللّٰهِ صلی الله علیه و آلهٖ وسلم بِالسَّیفِ

کہ جو ہمارے شہنشاہ بیٹے کے خروج کا منتظر ہے وہ حالت انتظار میں ایسے ہے جیسے وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ اقدس میں ان کا منتظر بیٹھا ہو بلکہ وہ اس طرح ہے جیسے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تلوار لے کر مصروفِ جہاد ہو کیونکہ انتظار کے بارے میں ہے کہ ☆ اَلاِنتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ المَوتِ ......انتظار موت سے زیادہ شدید ہو

اذیت ناک چیز ہے اور شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی انتظار تو ایک مجاہدۂ مسلسل ہے، نفس کے ساتھ جہادِ مسلسل ہے، اپنے آپ کو تیار کر کے بیٹھنا نفس کو آلودگیوں سے پاک کر کے انتظار کرنا ہے یعنی اگر جہاد جاری رہے تو مجاہد کیلیئے دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی جہاد کرتا چلا جائے تا اینکہ یا طبعی موت آ جائے یا شہادت کی اور ان دونوں میں اس کیلیئے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں شہادت ہی قرار پاتی ہیں اسی لئے تو فرمایا گیا ہے کہ☆ مَن مَاتَ عَلیٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيداً ......یعنی وہ محبت میں رہتے ہوئے اطاعت وتزکیات و ریاضات میں مصروف رہنے والا ہوگا کیونکہ محبت تو انسان سے بہت کچھ کرواتی ہے زبانی دعویٰ کرنے والا بے عمل انسان محبّ تو نہیں کہلا سکتا ہاں جس کی زندگی مجاہدانہ ہے اس کی موت بستر پر بھی ہو جائے تو شہادت ہے

( )اس کا تیسرا راستہ ہے بے دست و پائی ......بعض مجاہدین میدانِ جنگ میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے بے دست و پا کر دیئے جاتے ہیں اور گرفتار ہو جاتے ہیں جیسا کہ کربلا معلیٰ میں بھی اٹھارہ افراد گرفتار ہوئے تھے جن میں جناب صدیف و جناب طرماح بن عدی علیہما السلام اور پاک خاندان کے جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوات والسلام اور دیگر بہت سے بچے گرفتار ہوئے تھے۔ یہ بے دست و پائی بھی ایک جہاد ہوتا ہے

ان تین راستوں کے علاوہ دو راستے اور بھی ہوتے ہیں ان میں سے ایک راستہ سالار لشکر سے تعلق رکھتا ہے اور ایک عام فوجی و مجاہد سے

سالار لشکر مصلحت سے کام لیتے ہوئے صلح بھی کر سکتا ہے جیسا کہ صلح حدیبیہ ہوئی یا امیر شام سے شہنشاہ معظم امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام نے صلح فرمائی جن کی شرائط بعد میں امیر شام نے توڑ دیں جس کی وجہ سے معاہدہ باقی نہ رہا کیونکہ شرائط باقی نہ رہیں تو

معاہدہ باقی رہتا ہی نہیں

دوسرا راستہ عام جنگ کرنے والے فوجیوں کیلئے ہوتا ہے اور وہ ہے فرار کا راستہ اور یہ فرار کا راستہ اختیار کرنا کفر کی طرف لوٹ جانے کے مترادف مانا جاتا ہے قرآن پاک نے دوران جہاد پیچھے ہٹنے کے بھی شرائط طے کر دیئے ہیں کہ اگر پہلے سے بہتر مورچہ نظر میں نہ ہو تو ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا کفر ہے چہ جائیکہ پہاڑوں پر بکروں کی طرح پھدکنا

دوستو!...... ہم یہ عرض کر رہے تھے کہ اس دور کا جہاد جہادِ کبیر ہے جو جہاد بالتصرف کہلاتا ہے، اس میں بھی شہادت کبیرہ کا درجہ عطا فرمایا جاتا ہے، اس میں انسان مجاہد و مجروح بھی قرار پاتا ہے، اس میں ناصر بھی ہوتا ہے، فائز بھی ہوتا ہے، اس میں مفرور بھی ہوتا ہے اور یہ فرار جسمانی نہیں ہوتا بلکہ روحانی ہوتا ہے، اس میں انسان مہاجر بھی ہوتا ہے اس دور میں منفی روحانیت کی حامل قوتیں اپنی پوری طاقت استعمال کر رہی ہیں اور آج بھرپور طریقے سے مصروف جنگ وقتال ہیں انہوں نے ''سومکھی'' جنگ چھیڑ رکھی ہے یعنی ایک طرف اقتصادی جنگ جاری ہے، دوسری طرف میڈیا وار (Media War) جاری ہے، تیسری طرف سیٹلائیٹ وار (Satellite War) جاری ہے، چوتھی طرف پروپیگنڈا کی جنگ جاری ہے، پانچویں طرف سے ثقافتی جنگ جاری ہے، یعنی بزنس سے لے کر نفسیاتی میدان تک جنگوں کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے

دوستو!...... ''بہ مصلحت عدو سازی'' تو یہود و نصاریٰ کی فطرت ثانیہ ہے آپ نے شاید ایک نام کبھی پڑھا ہو جو کیرے سِسں کا ہے اور یورپ اسے (Fire Brigade)

فائر بریگیڈ کا موجد بیان کرتا ہے۔ یہ قبل از مسیح کا شخص تھا اور اس نے آگ بجھانے کے ماہر غلاموں کی ایک فوج بنائی تھی اور وہ انتہائی لالچی آدمی تھا۔ روم میں جہاں بھی کسی کے مکان کو آگ لگ جاتی تھی تو وہ وہاں فوراً پہنچ جاتا تھا اور مالک مکان سے کہتا تھا کہ تم اپنا مکان اور اس کا کل سامان میرے پاس بیچ دو تو اس کے بعد میں آگ بجھانے کی کوشش کروں گا اور وہ مالک مکان سے اصل قیمت سے نوے گنا کم قیمت پر وہ مکان لے لیتا تھا اور پھر اس کے غلام آگ بجھاتے تھے اور جو مکان نہیں بیچتا تھا اس کا مکان جلتے دیکھ کر وہ قہقہے لگاتا تھا اس طرح وہ روم کا ایک امیر آدمی بن گیا تھا اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے حکومت وقت کو پریشان کرنے کیلئے سپاٹی کس نامی ایک شخص کو بغاوت پر اکسایا تھا اور اسے بہ مصلحت عدو بنایا تھا اور اسے ایک چھوٹی سی فوج بھی دے دی اور حکومت کے خلاف اس سے کاروائیاں کرواتا تھا تا اینکہ اس نے روم کے حاکم سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر وہ اس بغاوت کو کچل دے تو وہ اس کی حکومت میں شامل کیا جائے

اس معاہدے کے بعد اس نے سپاٹی کس کی مختصر فوج پر چڑھائی کی اور اسے قتل کروایا اور حکومت میں جگہ حاصل کر لی اسی طرح ہٹلر نے بھی اپنے اقتدار کیلئے یہی کھیل کھیلا تھا نازیوں کے ذریعے دہشت گردی کرواتا چلا گیا اور پھر انہیں کچلنے کیلئے پورے اختیارات طلب کئے اور آج امریکہ بھی یہی کھیل کھیل رہا ہے اور بہ مصلحت عدو سازی کر کے پہلے اپنے دشمن پیدا کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد انہیں کچل کر ملکوں کو غلام بنایا جاتا ہے اور ان دشمنوں کی وجہ سے وہ دوسرے ملک میں دوسری قوموں سے مداخلت کرنے کا اختیار حاصل کرتا ہے اور آج یہی کھیل سائیکوٹرونک ویپنز

(Psychotronic Weapons) کے ذریعے ہو رہا ہے اس لئے ہمارا اس جہاد کیلئے کلی طور پر تیار رہونا بڑا ضروری ہے اور مصلحت وقت کا تقاضہ بھی ہے

اسلحہ

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جہادِ کبیر کیلئے اسلحہ کیا ہوتا ہے؟

اس کا جواب بھی ہمیں خلاقِ ازل جَلَّ جَلَالُہٗ نے عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆اِنفِرُوا خِفَافاً وَّ ثِقَالاً وَّ جَاهِدُوا بِاَموَالِكُم وَ اَنفُسِكُم فِی سَبِیلِ اللّٰهِ ذٰلِكُم خَیر لَّكُم اِن كُنتُم تَعلَمُونَ...... (التوبہ آیہ 41)

41/9-تم لوگ ہلکے ہتھیاروں اور بھاری ہتھیاروں کے ساتھ نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی راہ میں جہاد کرو، اگر تمہیں معلوم ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس آیت میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے دو طرح کے ہتھیاروں کا ذکر کیا ہے

() خفافا......یعنی ہلکے کم وزن کے ہتھیار کے ساتھ جنگ کرو۔ اس سے مراد رائج الوقت حربی اسلحہ ہے جیسا کہ تلوار سے لے کر ایٹم بم تک اسی دائرے میں آ جاتے ہیں

() ثقالاً......یعنی بھاری اسلحہ...... یہاں ہلکے اور بھاری کا تصور اوزانی نہیں ہے بلکہ ثقل کے معنی آپ حدیث ثقلین سے اخذ کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں دو چیزوں کو بھاری [ثقلین] کہا گیا ہے یعنی قرآن اور عترت طیبہ علیہم الصلوات والسلام کو۔ اگر آپ کسی ترازو میں تولیں گے تو قرآن کریم زیادہ سے زیادہ دو چار کلو تک کا ہوگا مگر یہاں اس کے وزن کا ذکر معنوی وزن کے حوالے سے ہے نہ کہ مادی وزن کے حوالے سے

کیونکہ قرآن کریم بھی تصرفات کا حامل ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ قرآن کے ذریعے مردے زندہ کئے جا سکتے ہیں پہاڑوں کو چلایا جا سکتا یعنی تصرفات کئے جا سکتے ہیں

www.khrooj.com

اور پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام نے تصرفات کا ظاہری مظاہرہ فرمایا ہے یعنی تصرفات ہی کا وزن ہے اس لئے جہادِ کبیر میں جو ہتھیار استعمال ہو سکتے ہیں وہ روحانی ومعنوی ہتھیار ہیں جو انتہائی بھاری ہتھیار ہوتے ہیں اور ان ہتھیاروں سے جو جہاد کیا جاتا ہے اسے ''جہاد بالتصرف'' کہا جاتا ہے اور یہی وہ جہاد ہے جو اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم بعد از حیات بھی جاری رکھے ہوئے ہیں اور معصومین علیہم الصلوات والسلام بھی ظاہری حیات طیبہ کے بعد بھی جاری رکھے ہوئے ہیں تبھی تو آج تک دین حق باقی بھی ہے اور اس میں افرادی طور پر اضافہ بھی ہوتا چلا جا رہا ہے، اسی لئے تو ہم زیارت میں کہتے ہیں کہ آپ نے ایسا جہاد فرمایا جیسا جہاد کرنے کا حق ہے یعنی ان کا جہاد ابھی تک جاری ہے

دوستو!...... آپ نے دیکھا ہے کہ جہاد بالمال بھی ہوتا ہے جہاد بالنفس بھی ہوتا ہے یعنی جانی جہاد جس میں خاندان والوں سمیت مشن ومقصد حق کیلئے کام کرنا ہوتا ہے اسی طرح اگر انسان اپنی جسمانی خدمات مشن کیلئے پیش کرے تو یہ جہاد بالجسم ہوتا ہے اسی طرح اگر انسان اپنی جان کا نذرانہ مشن کیلئے پیش کرنے کیلئے تیار ہو جائے تو یہ جانی جہاد ہے لیکن سب سے اعلیٰ جہاد یہی جہادِ کبیر ہوتا ہے

مقامِ مجاہد

دوستو!...... یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جب انسان مشن ومقصد حق کیلئے جانی قربانی کا عزم صمیم کر لیتا ہے تو فوراً مقامِ ولایت پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ ہم کربلا معلیٰ کی شب عاشور میں دیکھتے ہیں کہ جب شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے اصحاب عظام علیہم السلام نے نصرتِ حق میں قربان ہونے کا عزم کر لیا تو اس وقت زمانے کے امام عالی

www.khrooj.com

مقام علیہ الصلوات والسلام نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا ☆ السلام علیکم یا اولیا اللہ ......یعنی وہ سارے مقامِ ولایت پر فائز ہو چکے تھے اسی طرح جو شخص جہاد کبیر کا عزم صمیم کر لیتا ہے تو وہ ولی کبیر قرار پاتا ہے

دوستو!......انسان اگر مشن کیلئے عزت و ناموس تک کی قربانی دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے یا یہ قربانی مشن کیلئے دیتا ہے تو یہ بہت بڑا جہاد ہے اور اس کی مثالیں ہمارے سامنے درسِ کربلا میں موجود ہیں اور جملہ انقلابوں میں اس کی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں جیسا کہ انقلابِ فرانس ہے، انقلابِ روس ہے، جہادِ فلسطین ہے، جہادِ کشمیر ہے، چیچنیا، ہرزگوینیا، بوسنیا یا ایران کا انقلاب ہے ان سب میں جانی، مالی و ناموسی قربانیوں کی لاتعداد مثالیں ہیں یعنی ان چیزوں میں سے جس کے ذریعے بھی اپنے مشن اور مقصد کو تکمیل کی راہ پر آگے بڑھایا اور چلایا جا سکے وہ جہاد ہے اس میں ہر چیز آ جاتی ہے اور کوئی استثنا نہیں ہوتا

حصولِ مقصد

دوستو!......ہمیں کربلائیوں نے یہ درس بھی دیا ہے کہ اگر مشن تلوار اٹھانے سے کامیاب ہو رہا ہو تو تلوار اٹھانا جہاد ہے اور اگر مشن کی کامیابی تلوار نہ اٹھانے میں مضمر ہو تو پھر صبر ہی جہاد قرار پاتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا کلیہ ہے اور انتہائی اہم بات ہے

ہم کتابِ کربلا میں کردگارِ وفا علیہ الصلوات والسلام کے کردار کو دیکھتے ہیں کہ انتہائی صاحب جلال ہوتے ہوئے تلوار نہیں اٹھاتے، جناب سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام جو جلال الٰہی کے مظہر تھے وہ صبر سجاّدیہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تلوار نہیں اٹھاتے کیونکہ ہر جگہ جہاد بالسیف واجب نہیں ہوتا اور جو لوگ اسلامی آئیڈیالوجی (Islamic ideology)

کو جانتے ہیں وہ اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کہ اسلام میں جہاد بالسیف فقط دفاع کیلئے واجب ہے، جارحیت کی اسلام ویسے بھی اجازت نہیں دیتا اسی طرح اگر بعض معتبرین خواہ مخواہ کی جارحیت کر کے دوسرے ملکوں پر نہ چڑھ دوڑتے تو اسلام آج پوری دنیا پر واحد مذہب ہوتا ہاں جب دفاع کی ضرورت ہوتو پھر جہاد بالسیف سے روگرادانی کرنا نا قابل معافی گناہ ہے

☆قُل اِن کَانَ اٰبَآؤُکُم وَ اَبنَآؤُ کُم وَاِخوٰنُکُم وَ ازوَاجُکُم وَ عَشِیرَتُکُم وَ اَموَالُ اِقتَرَ فتُمُوھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخشَونَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرضَونَھَآ اَحَبَّ اِلَیکُم مِنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَجِھَادِ فِی سَبِیلِہٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰہُ بِاَمرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھدِی القَومَ الفٰسِقِینَ ......(التوبہ آیہ 24)

اے میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے (پوتے) اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے جمع کر رکھے ہیں اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو، اور وہ مکانات جو تمہیں پسند آ گئے ہیں (یہ سب چیزیں) اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ پیاری ہیں تو پھر تم انتظار کرو تا اینکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ تم پر اپنے امر اللہ کو لائے [یاد رہے کہ] اللہ تعالیٰ جل جلالہ فاسقین کی ہدایت نہیں فرماتا

اس میں امر اللہ سے مراد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج ہے جس میں فاسقین سے حساب لیا جانا ہے یعنی حکم یہ فرمایا جا رہا ہے کہ تم اس دن کے عذاب کا انتظار کرو

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہادِ کبیر کیلئے بھی یہی حکم ہے اور یہ تینوں اقسام کے جہاد پر

اپلائی (Apply) ہونے والا حکم ہے کیونکہ تینوں قسم کے جہادوں کے یہی موانع ہوتے ہیں اور جو ان میں سے کسی میں اٹک جاتا ہے وہ مستحق عذاب قرار پاتا ہے

حدِ جہاد

دوستو!......آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاد کا عمل اپنی تینوں تعریفوں یا ڈیفی نیشنز (Definitions) کے حوالے سے ہمیشہ جاری رہنے والا عمل ہے کیونکہ فتنہ یا شر جب تک رہے گا اس وقت تک اس کے خلاف جہاد کو جاری رکھنا واجب ہوگا اسی بات کو اللہ جل جلالہ نے اس انداز میں تاکیداً فرمایا ہے

☆وقاتلوهم حتىٰ لاتكون فتنة ويكون الدين كلهٗ لله ......۳۹ انفال

ان [اہل شر] سے اس وقت تک جہاد کرتے چلے جائیں جب تک اس فتنہ کا مکمل قلع قمع نہ ہوجائے اور دین پورے کا پورا اللہ جل جلالہ کیلئے رہ جائے یعنی فتنہ کے خاتمہ تک جہاد ہے اور اس کے خاتمہ کی پہچان یہ ہے کہ اس وقت پورے کا پورا دین اللہ جل جلالہ کیلئے رہ جائے گا اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ وقت شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام حکومت کا وقت ہے جب شیطان ملعون تک کو فی النار کردیا جانا ہے اور اس کے بعد شر کی جملہ قوتوں کا قلع قمع ہوجانا ہے اور اس کے بعد ہی حق اور اہل حق سکھ کا سانس لے سکیں گے

اب یہ بات تو آپ سمجھ چکے ہیں کہ جہاد کا عمل تا خروج جاری رکھنا مومنین ومجاہدین پر واجب ہے جب تک شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف غائب ہیں تو جہادِ اکبر وکبیر واجب ہے اور جس وقت اعلانِ خروج فرمائیں گے تو اس کے بعد جہادِ اصغر یعنی جہاد بالسیف بھی واجب ہوجائے گا

www.khrooj.com

دوستو......ارشادقدرت ہے

☆قَاتِلُوهُم يُعَذِّبهُمُ اللَّهُ بِاَيدِيكُم وَيُحزِهِم وَ يَنصُركُم عَلَيهِم وَيَشفِ صُدُورَ قَومٍ مُّومِنِينَ ......(التوبہ آیہ14)

خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ مومنین ومجاہدین سے فرماتا ہے کہ تم ان باطل قوتوں کے خلاف جہاد کرتے چلے جاؤ کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دینا چاہتا ہے اورانہیں تمہارے ذریعے ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ان کے خلاف تمہاری نصرت کرے گا اوراس سے قومِ مومنین کے زخمی سینوں کوشفا دینا چاہتا ہے

یعنی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سب کچھ مومنین ومجاہدین ہی سے کروانا چاہتا ہے وہ دورِغیبت میں جہادِ اکبرو جہادِکبیر کے ذریعے شرکی قوتوں کومعذب کرنا چاہتا ہے اورانہیں ذلیل ورسوا کرنا چاہتا ہے یعنی ان دشمنوں کا اپنے مشن میں ناکام و نامراد ہونا ان کیلئے باعث عذاب بھی ہے اور باعث رسوائی بھی ہے لیکن یہ کام مومنین ومجاہدین کے ہاتھوں تکمیل پذیر دیکھنا چاہتا ہے کیونکہ دشمن کواپنے ہاتھوں سے مارنے میں جولذت ہے وہ کسی اور کے ہاتھوں مارے جانے میں نہیں ہے اس لئے وہ یہ کام خودمومنین ہی سے کروانا چاہتا ہے

قبل ازخروج بھی یہ کام مومنین نے کرنا ہے اورنصرتِ حق کرنا ہے اور بعدازخروج بھی ظالمین سے انتقام مومنین وناصرین کے ہاتھوں سے ہوگا تو مومنین کے صدیوں کے زخمی دلوں کوشفا ملے گی ورنہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے دشمن کوجہنم میں ڈال بھی دیا جائے توان دلوں کے زخم پوری طرح مندمل نہیں ہوسکیں گے جوصدیوں سے ان کے غم میں زخمی ہیں

مسقوط الجہاد افراد

دوستو!...... عام طور پر مستورات پر جہاد ساقط مانا جاتا ہے مگر صرف جہاد بالسیف ہی ساقط ہوتا ہے باقی جہاد ان پر کبھی ساقط نہیں ہوتے کیونکہ جہاد بھی نماز کی طرح کا حکم ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ عورت کیلئے نماز باجماعت مردوں کے ساتھ کھڑے ہو کر ادا کرنے کی عمومی اجازت نہ ہو مگر نماز اس پر بھی واجب ہے ہاں جب مقصد و مشن کی بقا کا معاملہ ہو تو پھر عورت پر بھی جہاد بالسیف واجب ہو جاتا ہے۔ اس جہاد کی اولین مثال ہمیں جنگ احد میں ملتی ہے جب سارے بڑے بڑے جوان آتش حرب گرم دیکھ کر پہاڑوں کی طرف بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں تو عین اس وقت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا دیکھ جناب نسیبہ خاتون سلام اللہ علیہا ان کی حفاظت میں تلوار لے کر جہاد فرماتی ہیں

جب ہنگامۂ جنگ جاری تھا تو اس وقت سارے جوان فرار میں زندگی دیکھ رہے تھے اس وقت نسیبہ خاتون سلام اللہ علیہا کا ایک بیٹا بھی شریک تھا اور وہ بھاگنے لگا تو وہ مستور اس کے سامنے آ گئی اور فرمایا تو اپنے شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہے کیا تجھے شرم نہیں آتی فوراً واپس جاؤ اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان نچھاور کرو اس کا بیٹا شہید ہو گیا تو یہ نصرت کیلئے خود دوڑی راستہ میں کسی زخمی کی تلوار پڑی دیکھی تو وہ اٹھالی اور مصروفِ جہاد ہو گئی اور آتے ہوئے تیروں اور تلواروں کے سامنے سینہ سپر ہو گئی جب یہ مصروف جہاد تھی تو اس وقت ایک انصاری جوان میدان سے بھاگ رہا تھا اسے بھاگتے دیکھ کر سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا او بدبخت تو تو بھاگ رہا ہے مگر اپنی ڈھال تو پھینک کر جا، اس انصاری بدبخت نے وہ

ڈھال پھینک دی، سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسیبہ خاتون سلام اللہ علیہا سے فرمایا اب آپ یہ ڈھال اٹھالیں تیروں کے سامنے اپنے جسم کو پیش نہ کریں مگر اس دوران انہیں چھتیس 36 زخم چھاتی پر آ چکے تھے جو تیر انہوں سے اللہ جل جلالہ کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آتے ہوئے اپنے سینہ پر قبول کئے تھے تاکہ میرا مالک محفوظ رہے

جب یہ مستور سلام اللہ علیہا مصروف جہاد تھی تو اس وقت ان کا سعادت مند بیٹا دم توڑ رہا تھا اور اس نے ان سے پانی مانگا مگر یہ اللہ جل جلالہ کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر اسے پانی دینے تک نہ گئی اور وہ پیاسہ ہی حوض کوثر تک پہنچا

جب یہ مستور سلام اللہ علیہا شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں مصروف تھی تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے روکنے کی بجائے دادِ تحسین فرما رہے تھے

یہ وہ مثال ہے جو مستورات کیلئے درسِ جاوید ہے کہ جب مشن ومقصد کے بانی کی حفاظت کا معاملہ ہو تو پھر مستور پر جہاد بالسیف واجب ہو جاتا ہے۔کربلا معلیٰ میں مستورات ناصرات سلام اللہ علیہن کا ذکر کرنے کے بعد علامہ حسین بخش جاڑا صاحب اصحاب الیمین میں فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کسی خاص تشریع کے ماتحت تھا

کربلا کے میدان میں جناب عبد اللہ ابن عمرو ابن جنادہ کی والدہ میدان میں باضابطہ جہاد فرماتی ہیں، جناب وہب ابن عبد اللہ کلبی کی والدہ اور ان کی نو بیاہتا دلہن بھی میدانِ جہاد میں نصرتِ امام کا فریضہ بھرپور طریقے سے ادا فرمانے کے بعد جام شہادت تک نوش فرمالیتی ہیں اور یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے کہ واقعہ کربلا میں تقریباً چھ مستورات اصحاب امام مظلوم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں شہید ہوئیں اور جو راہِ شام میں پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کی نصرت میں شہید

ہوتی ہیں ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے جیسا کہ شہزادی حلب جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی فوج میں شامل ہونے والی سینکڑوں جوان لڑکیاں باضابطہ جنگ کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہونے کے بعد آج کی مستورات کو یہ درسِ جاوید اور اصولِ نصرت تعلیم فرماتی ہیں کہ اس پاک گھر کے افراد کی نصرت میں جہاد کرنا پڑے تو مستورات کو بھی تامّل اور جھجک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس وقت مستورات پر بھی جہادِ اصغر یعنی جہاد بالسیف واجب ہو جاتا ہے

دوستو!...... اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کربلا معلٰی کے میدان میں چھ مستورات اصحاب سلام اللہ علیہن نصرت فرماتے ہوئے شہید ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے فریضہ نصرت کو سمجھ لیتی ہیں مگر دوسری طرف مخدرات عصمت وطہارت صلوات اللہ علیہن میں سے کسی نے تلوار نہیں اٹھائی اور خیام سے قدم تک باہر نہیں رکھا تو کیا ان پر نصرت واجب نہیں تھی؟ یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ کیا ان پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوات اللہ علیہن کو ان مستورات اصحاب جتنی بھی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام سے محبت نہیں تھی؟

اس سوال کا جواب میں متعدد علوم کے حوالے سے کئی انداز سے دے سکتا ہوں مگر یہاں میں انقلابیات کے علم کے حوالے ہی سے اس کا جواب دینا پسند کروں گا کیونکہ اس گفتگو کو ہم انقلابیات اور حربیات کے حوالے سے ہی جاری رکھے ہوئے ہیں

میں اس کے جواب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نصرت مشن کی ہوتی اور مدد افراد کی ہوتی ہے اور افراد کی مدد کے ذریعے ہی مشن کی نصرت کی جا سکتی ہے اور یہ انقلابیات کا ایک مسلمہ ہے کہ جب افراد کی مدد میں مشن ومقصدیت کیلئے خطرہ ہو تو

پھر افراد کی نصرت ساقط ہو جاتی ہے۔ وہاں مشن کی نصرت اہم ہوتی ہے افراد اہم نہیں ہوتے

مستورات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا کہ اگر ہم یہاں افراد کی نصرت میں قربان ہو گئیں تو مشن کو آگے بڑھانے والا کوئی نہیں ہے اس لئے مشن کی حفاظت کرنے کیلئے ان کا موجود رہنا اور شہید نہ ہونا ضروری تھا۔ یہ بات آپ خود سوچیں کہ اگر ساری مستورات تطہیر صلوات اللہ علیہن بھی شہادت کو پسند فرما لیتیں تو اس مقصد عظیم کو آگے کون پہنچاتا، باطل قوتوں کو شکست کون دیتا؟ یزیدیت کی بیخ کنی کون کرتا؟

یہ بھی یاد رہے کہ کربلا میں جن مردوں اور مستورات نے جہاد بالسیف کیا ہے اور شہید ہوئے ہیں ان کا جہاد جہادِ اصغر تھا اور پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن نے جو جہاد فرمایا ہے وہ جہادِ اکبر تھا۔ اب یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ جہادِ اصغر سے جہاد اکبر بہر صورت افضل ہوتا ہے ورنہ اسے جہادِ اکبر کہا ہی نہ جاتا

دوستو!...... کربلا نے ہمیں یہ درس بھی دیا ہے کہ جب مرد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنے فرائض نصرت سے سبکدوش ہو جائیں اور مشن کو مزید کمک کی ضرورت ہو تو پھر مستورات کو بھی مشن کی باگ ڈور سنبھال لینا چاہیے جیسا کہ کربلا معلیٰ میں سارے مردوں نے جب اپنی قربانیاں دے دیں تو اس وقت اس کاروانِ نصرت کو معظّمہ کونین ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کی پاک شہزادیوں صلوات اللہ علیہن نے سرفراز فرماتے ہوئے ہمیں نصرت کا ایک منفرد باب کھول کر دکھایا اور ہمیں یہ سبق دیا کہ جب مشن کیلئے مردنا کافی پڑ رہے ہوں تو مستورات کو مشن کا علم اٹھا لینا چاہیے بلکہ مستورات کو

مقصد کا بیڑا اٹھالینا واجب ہو جاتا ہے

یہ بات بھی عرض کرنا بڑا ضروری ہے کہ واقعہ کربلا شاہد ہے کہ مشن اِلٰہی کے کام کا آغاز تو مردوں نے کیا مگر اس کی تکمیل مستورات علیہم الصلوات والسلام نے فرمائی اور ہمیں یہ درس دیا ہے کہ مشن کا جو کام مرد ادھورا چھوڑ جائیں اس کی تکمیل مستورات پر واجب ہوتی ہے

میں نے اپنی ایک مجلس میں عرض کیا تھا کہ وداع مقتل کے وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے شہزادی کونین صلوات اللہ علیہا سے فرمایا تھا کہ آپ ہمیں نمازِ شب میں فراموش نہ فرمایئے گا اور ہمارے لئے دعا کیجئے گا۔ اب یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ ایک مقام ایسا بھی آیا تھا کہ جب شہزادی عالمین صلوات اللہ علیہا نے پاک بھائی سے فرمایا تھا کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرمایئے گا۔ وہ کون سا مقام تھا؟ یہ دونوں مقام ایک دوسرے سے وداع ہی کے تھے

گیارہ محرم کا دن ہے، قافلہ تسلیم و رضا کربلا معلیٰ سے کوفہ کیلئے روانہ ہو رہا ہے، شہزادی کونین صلوات اللہ علیہا مقتل میں وارد ہوتی ہیں تو سامنے پاک بھائی کی بے کفن لاش دیکھ کر پہلے سوال کرتی ہیں ☆ أانت اخی ؟ کیا آپ میرے ہی بھائی ہیں۔ اس کے بعد آسمان کی طرف نگاہ فرماتی ہیں اور فرماتی ہیں

☆اَللّٰھُمَّ تَقَبَّل ھَذَا قَلِیل" مِنَ القُربَانِ

اے میرے مالک تو ہماری قربانیوں میں سے یہ ایک چھوٹی سی قربانی بھی قبول فرما

اس کے بعد بزبانِ دل پاک بھائی کو مخاطب ہو کر فرماتی ہیں بھائی آپ تو جانتے ہیں کہ ہم شام کے ملک میں جا رہی ہیں۔ یہ وہ ملک ہے جسے فتح کرنے کیلئے بابا جان علیہ

الصلوات والسلام نوے ہزار جنگجو ساتھ لے کر گئے مگر باطل کا یہ قلعہ سر نہ ہوا، شام وہ ملک ہے جسے ہمارے بھائی امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام ہزاروں جنگی جوانوں کو ساتھ لے کر فتح کرنے کیلئے گئے، باطل کا یہ قلعہ پھر بھی قائم رہا ہے اب ہم اسی شہر کو فتح کرنے جا رہی ہیں، نہ ہمارے پاس کوئی جنگجو جوان ہیں، نہ ظاہری کوئی اسلحہ ہے۔ ہمارے ساتھ ایک جوان ہے مگر اسے شامِ غریباں نے ضعیف کر دیا ہے اور وہ بھی ایسا بیمار ہے جسے خود ہمیں سنبھالنا پڑ رہا ہے

بھائی جان! آپ ہماری باقی فوج دیکھ لیں کچھ بیوہ مستورات ہیں، کچھ ضعیف ہیں، کچھ یتیم بچیاں ہیں، کچھ یتیم بچے ہیں، اس فوج کے ساتھ ہم ملک شام کو فتح کرنے جا رہی ہیں آپ بھی ہمارے حق میں دعا ضرور کیجئے گا

بھائی جان! آپ دیکھ رہے ہیں ہمارے ساتھ نہ کوئی لشکر ہے نہ سامانِ جنگ ہے آپ نے تلواروں، تیروں اور نیزوں سے ملک فتح ہوتے دیکھے ہوں گے مگر

ہمارے پاس تیروں کی بجائے مسلسل بہتے ہوئے اشکوں کا طوفان ہے

ہمارے پاس نیزوں کی بجائے جگر خراش بین ہیں

ہمارے پاس دشمن کے دندان شکن خطبات ہیں

ہمارے پاس باطل کے قلعوں کو برباد کر دینے والی بے پناہ مظلومیت ہے

ہمارے پاس علم نہیں ہے مگر عرش سے بلند ہماری چادریں باطل کے علم سرنگوں کرنے کیلئے کافی ہیں۔ بھائی اس کمزور سی فوج کے ساتھ ہم ملک شام فتح کرنے جا رہی ہیں آپ بھی ہمارے حق میں دعا فرمائیں

آئیں ہم سب ان بہتے ہوئے اشکوں کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ

ان مستورات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کی ابدی خوشیوں کا زمانہ جلدی آئے، ان کے منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور و خروج جلدی ہو، جس مشن کی تکمیل کی خاطر ان پاک ذوات نے شام جانا پسند فرمایا تھا اس مقدس مشن کی تکمیل کا اب اظہار ہو کہ تمام کائنات میں اس پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہو اور ملکۂ شام پاک بھائی کے مقصد و مشن کی وارث صلوات اللہ علیہا اب ابدی خوشیوں کے ساتھ وطن واپس تشریف لائیں اور ان کے قلب مضطر کی ہر حسرت ان کے منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف پوری فرمائیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك
ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب یازدہم

انتظار الفرج

اے حاملین جذبۂ نصرت!

255 ہجری 15 ماہ شعبان کی صبح کو آفتابِ حجت دوران عجل اللہ فرجہ الشریف طلوع ہوا ہر شب نیمۂ شعبان کو ان کی سالگرہ منائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ذات اقدس تو ازل سے ابد تک موجود ہے اور ان کا نورِ اقدس جملہ کیفیات وتغیرات سے ارفع واعلیٰ موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا مگر ان کا اظہار ہدایت خلق کے لحاظ سے 255 ہجری میں ہوا اور ان کا دورِ امامت بابا پاک علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کے بعد 260 ہجری سے ہے اور اظہار ہستی 255 ہجری سے ہے اور پھر ایک عرصہ غیبت صغریٰ کا رہا، اس کے بعد غیبت کبریٰ، پھر زمانہ ظہور ہے اس دور غیبت میں دعائے فرج کا حکم بھی دیا گیا ہے اس لئے میں آج ان تین الفاظ کی تشریح کرنا چاہتا ہوں

(1) فرج (2) غیبت (3) ظہور

پہلا لفظ ہے،،فرج،، جس کے لغوی معنی ہیں کشائش کے جو کرب وصعوبات کی ضد ہے دکھ، مصائب، تکالیف، پریشانیاں وغیرہ کے ختم ہونے کا نام ہے ''فرج''

احادیث آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام سے ثابت ہے کہ فرج کی دو اقسام ہیں

(i) فرج صغریٰ...... جزئی کشائش ونجات ازمصائب وصعوبات

(ii) فرج کبریٰ......کلی کشائش ونجات ازمصائب وصعوبات

یہاں یہ بات عرض کردوں کہ غیبت کبریٰ وصغریٰ کو احادیث میں غیبت طویلہ وقصیرہ فرمایا گیا ہے اور بعض روایات میں غیبت التامہ فرمایا گیا ہے مگر اصطلاحاً انہیں غیبت صغریٰ وکبریٰ ہی کہا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے فرج اصغر کو فرج صغریٰ کہا جاتا ہے اور فرج اکبر کو فرج کبریٰ کہا جاتا ہے اور ظہور اصغر کو ظہور صغریٰ کہا جاتا ہے اور ظہور اکبر کو ظہور کبریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ مناسبتیں شاید عارف ربانی جناب آغا جان زنجانی اعلی اللہ مقامہ نے ایجاد فرمائی ہیں۔ اس وضاحت کے بعد یہ بھی عرض کروں گا کہ وہ احادیث وروایات جو ''علائم'' کے بارے میں ہیں ان میں فرجین کا ذکر تھا لیکن بعض صاحبانِ کتب کو لفظ ''فرج'' سے اشتباہ ہوا ہے کیونکہ ان میں سے کچھ احادیث حوادث ہیں کچھ علائمِ فرج ہیں اور علائم فرج میں کچھ علائم فرج صغریٰ ہیں اور کچھ علائم فرج کبریٰ کے ہیں۔ جن احادیث میں پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام نے 14 سوسال کے درمیان ہونے والے حوادث کی پیشگوئیاں فرمائی ہیں انہیں بھی علماء نے علائم خروج میں داخل کردیا ہے حالانکہ وہ حوادث وفتن ہیں نہ کہ علائم مثلاً فرمایا کہ کعبہ منہدم ہوگا، حجر اسود اکھاڑا جائے گا، بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگا، بنی عباس میں اختلاف ہوگا، پھر ان کی تباہی ہوگی وغیرھم یہ حوادث ہیں جو ماضی میں رونما ہوچکے ہیں مگر یہ علائم میں شامل نہیں ہیں

اس کے بعد ہیں علائم فرج صغریٰ مثلاً امام صادق علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ میں مومنین عرض کرتے ہیں کہ آقا آپ کے چاہنے والوں کی زندگی اجیرن ہے، ظلم وجبر کی تلوار

گردنوں پر لٹک رہی ہے، شیعہ کہلانا جرم ہے، فقر و فاقہ دامن گیر ہے، مذہبی آزادی نہیں ہے، ہم کب تک اس ظلم میں گرفتار رہیں گے؟ فرمایا جب تمہارے صاحب العصر عجل اللہ فرجہ الشریف غیبت اختیار فرمائیں گے تو بس فرج کی توقع رکھنا، یعنی غیبت کے فوراً بعد فرج صغریٰ حاصل ہوگی

حالانکہ غیبت کے بارے میں تو ارشاد ہے کہ غیبت طولانی ہوگی مگر یہ کس توقع رکھنے کا یا فرجِ اصغر و صغریٰ کا حکم ہے۔ تاریخ میں دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ فرمان درست ثابت بھی ہوا کہ جونہی غیبتِ کبریٰ کا دور شروع ہوا تو شیعوں کی گردن سے تلوار اٹھا لی گئی، آزادی حاصل ہوگئی، دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرح انہیں بھی جملہ حقوق حاصل ہوتے گئے اور آج بھی باقی لوگوں کی طرح شیعہ آزاد ہیں۔ تو اس طرح یہ سلسلہ فرج صغریٰ کا ہے اور حقیقی و کلی کشائش اور نجات خروج کے بعد حاصل ہوگی

یہ سلسلہ اس طرح ہے کہ پہلے دشمن کو مکمل حکومت دی گئی۔ اس کے بعد دوست اور دشمن کی ملی جلی حکومت قائم ہوئی اس کے بعد صرف دوستوں کی حکومت ہونا ہے جس میں غیر کا نام بھی نہیں ہوگا اور یہی اپنوں کی حکومت فرجِ کبریٰ ہے

دوستو!...... دوسرا لفظ ہے ''غیبت''

غیبت کی بھی دو اقسام ہیں غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ

ان ادوار کا تھوڑا سا فلسفہ بیان کر دوں

دیکھئے ایک بچہ پہلی جماعت میں داخل ہوتا ہے، استاد اسے پڑھاتا ہے تو پہلے خود کہتا ہے الف پھر وہ کہتا ہے الف، پہلے خود حروف لکھ دیتا ہے پھر اس سے لکھواتا ہے یعنی ابتدائی کلاسوں میں استاد سبق سناتا ہے بچہ یاد کرتا ہے جیسے جیسے علم اور شعور بڑھتا

جاتا ہے استاد بچے کو خود انحصاری سکھاتا ہے تا اینکہ بچے سے نیا سبق سنتا ہے اور خود اس کے اغلاط کی درستی کرتا جاتا ہے اور اگلے سبق کا کہہ دیتا ہے کہ گھر سے یہ سبق یاد کر کے آنا اور دوسرے دن سنانا پھر جہاں غلطی ہوتی ہے وہ درست کرتا جاتا ہے املا لکھواتا ہے حروف درست کرتا ہے صرف غلطیاں دیکھتا ہے اور بچہ آہستہ آہستہ خود انحصاری سیکھتا جاتا ہے تا اینکہ مکمل طور پر استاد سے آزاد ہو جاتا ہے تا اینکہ پی ایچ ڈی کا مقالہ وہ بغیر کسی استاد کے ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پر لکھتا ہے

اسی طرح شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں انسانیت ایک بچے کی طرح پہلی کلاس میں داخل ہوئی، انہوں نے ہر کام خود کر کے دکھایا تو لوگوں نے سیکھا، نقل کی، نماز، روزہ، حج، زکواۃ وغیرہ سب خود کر کے دکھائے۔ آہستہ آہستہ انسانیت خود انحصاری سیکھتی گئی پھر دورِ آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام میں ابتدائی معلومات حاصل کر چکنے کے بعد صرف اہم اہم اور مشکل مسائل دریافت کرنے حاضر ہوتے رہے مومنین خود انحصاری حاصل کرتے گئے، تا اینکہ دور غیبت آ گیا غیبت صغریٰ میں مکمل خود انحصاری کیلئے ذہن تیار کیا گیا نوابِ اربعہ کی موجودگی کے باوجود رابطہ کم ہوتا گیا اور مومنین اپنے مسائل اور تکالیف شرعی پر خود استنباط کرنا سیکھتے گئے، اپنے فرائض کو پہچاننا اور سمجھنے میں غلطی کرنا وغیرہ کے عمل میں آزاد ہوتے گئے جب 70-72 سال یہ تربیت دی گئی تو پھر پوری انسانیت کو کمرۂ امتحان میں پہنچا دیا گیا اور غیبتِ کبریٰ کا دور شروع ہو گیا اور یہی امتحان کا طریقہ ہے کہ طالب علم کو اپنی ذہنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقعہ دیا جائے اور جو اس امتحان میں کم سے کم غلطیاں کرتا ہے اپنے فرائض اور احکام کو ٹھیک پہچان کر عمل کرتا ہے تو اس کا حق ہے کہ اسے افضل اہل

www.khrooj.com

کل زمان قرار دیا جائے اسی لیے فرمایا کہ دورغیبت کے مومنین افضل اہل کل زمان ہوں گے

اب ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص پی ایچ ڈی کا مکالہ لکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا بچہ کمرہ امتحان میں جملہ سوالات کوحل کرنے کی مکمل صلاحیت بھی رکھتا ہے اوران کے درست جوابات اسے معلوم بھی ہیں مگر وہ پیپر خالی چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے کہ یہ سوال تو بہت آسان ہیں ۔کیا دنیا کا کوئی بورڈ اسے اس کلاس میں پاس ہونے کی سند دے سکتا ہے؟ ہرگزنہیں ۔اسی طرح دورِغیبت میں اپنے حقوق وفرائض اورتکالیف شرعیہ کو پہچان لیناہی کافی نہیں اگر پاس ہونا ہےتوعمل کرنا ضروری ہے

ہمیں گائیڈ لائن تو پہلے ہی دی جا چکی ہے اب ان پرعمل کر کے ہی ہم پاس ہو سکتے ہیں

ظہور

دوستو!......آپ نے غیبت کے بارے میں تو اجمالاً سن لیا ہے اب ہم تیسرے لفظ یعنی''ظہور'' کی طرف آتے ہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ظہور کی بھی دو اقسام ہیں

(i)ظہورِصغریٰ[اصغر]......(ii)ظہورِکبریٰ[اکبر]

اب غیبت کبریٰ وصغریٰ اورظہور کبریٰ وصغریٰ کوایک مثال سے دیکھیں کہ جب سورج غروب ہوتا ہےتو پردۂ شب میں غائب ہوجاتا ہے،اس کے غروب ہونے کے بعد کافی دیر روشنی رہتی ہے اورتاریکی آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے یہی مثال ہےغیبت صغریٰ کی کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جس شمس ضحیٰ کی قسم اٹھائی ہے جب وہ غیب ہوئے تو70-72 سال تک روشنی باقی رہی ہدایت کے ظاہری اسباب موجود رہے۔دوست دشمن نظر آتے رہے

پھر غیبت کبریٰ کی رات چھا گئی، ہر چیز پر تاریکی چھا گئی، چہروں کی پہچان جاتی رہی، موذی جانوروں نے حکومت سنبھال لی، درندے دشمنی کی غاروں سے باہر نکل کر مومنین کے افکار کے چیتھڑے اڑانے لگے، سونے اور پتھر میں شناخت باقی نہ رہی، مگر پھر ظہور صغریٰ کا دور آیا جیسے طلوعِ آفتاب سے پہلے صبحِ کاذب ہوتی ہے پھر صبح صادق ہوتی ہے پھر طلوع آفتاب جہاں تاب ہوتا ہے۔ سورج ایک دم طلوع نہیں ہوجاتا اسی طرح صبح کاذب و صبح صادق ہی ظہور صغریٰ ہے۔ ہمارے بزرگ دوست جناب سید عطا حسین حیدری صاحب فرماتے تھے کہ مرغ جب آذانیں دینا شروع کردیں تو سمجھ لو کہ سحر قریب ہے اسی لیے عام کتبوں پر لکھا ہے

یا عصمت الامم أليس الصبح بقريب

اے تمام امتوں کو عصمت عطا فرمانے والے شہنشاہ! کیا صبح قریب نہیں ہے

شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ایک اسم گرامی صبح المسفر بھی ہے یعنی شفاف اور کھلی ہوئی صبح اور اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے

☆وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ اِنَّهَا لَاِ حْدَى الْكُبَرِ نَذِيْراً لِّلْبَشَرِ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ

قسم ہے شب غیبت کی جب وہ اختتام کو پہنچے (پشت پھیرے) اور صبح کی جب وہ روشن ہوئی یقیناً یہ بڑی باتوں میں سے ایک بڑی بات ہے اور انسانیت کو ڈرانے والی ہے مگر ان لوگوں کیلئے جو تم میں سے قدم بڑھائے یا پیچھے رہ جائے

میری ایک کتاب ہے ''گستاخیاں'' میں نے اس میں ایک نظم میں عرض کیا تھا

www.khrooj.com

ع......

اب صبح موعود ہے صبح صادق
نمازیں ذرا سی کسل میں قضا ہیں

یہ صبح صادق کا دور دراصل دورِ ظہورِ اصغر ہے۔روشنی پھیل چکی ہے آہستہ آہستہ حقائق سامنے آرہے ہیں۔علامہ حسن ابطحی نے اپنی کتاب پروازِ روح میں ایک بہت پتے کی بات لکھی ہے۔وہ اپنے استاد مکرم جناب شیخ محمود عتیق آقا جان زنجانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ امام زمانہ روحی لہ الفداہ کے خواص میں سے تھے اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ ظہور صغریٰ 1340 ہجری یعنی 1921 عیسوی کو ہو چکا ہے۔سوال ہوا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے کہ ظہور صغریٰ ہو چکا ہے کس کتاب میں ہے؟ تو انہوں نے اپنے اصل سورس(Source) کی طرف تو اشارہ نہیں فرمایا جو یقیناً شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ہوں گے مگر انہوں نے فرمایا کہ زمانے کے حالات دیکھو 1921 عیسوی سے پہلے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کا نام بھی غیب ہو گیا تھا،کوئی نام تک جانتا نہ تھا، ذکر تک کوئی نہیں کرتا تھا، اب دوست دشمن، مسلم غیر مسلم، سب ہی مصلح اعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کا نام لے رہے ہیں ذکر کر رہے ہیں۔ان سے پوچھا گیا کہ ظہور صغریٰ کا مقصد کیا ہے؟ -تو فرمایا یہ خروج کیلئے مومنین کو تیار کرنے کا وقت دیا گیا ہے تا کہ پوری دنیا کے ذہن ظہورِ اقدس کیلئے تیار ہو جائیں

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ہے کہ یہ بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے جسے صرف لوگوں کو ڈرانے اور متعارف کروانے کیلئے مخصوص کیا گیا ہے اب تو پوری انسانیت بے چین ہے ہر کوئی ذہنی طور پر کسی مصلح عظیم کی آمد کو لبیک کہنے

کو تیار ہے اور پوری انسانیت کسی امن وسکون کے علمبردار لیڈر کو ڈھونڈ رہی ہے جیسے دولڑنے والے تھک جاتے ہیں تو پھر کسی چھڑوانے والے کی طرف دیکھتے ہیں اور یہ سلسلہ 1921 عیسوی سے شروع ہوا ہے اور آہستہ آہستہ روشنی بڑھ رہی ہے آج ہم انسانیت کو دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک دہشت زدگی نظر آتی ہے یعنی ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہے، ایک مذہب وملت کے افراد ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو تیار ہیں، مسلمان مسلمان کو قتل کر رہے ہیں، سنی سنی کا دشمن ہے، عیسائی عیسائیوں کو مار رہے ہیں، ہندو ہندو کا معاشی قتل کر رہا ہے، اس سے بھی گہرائی میں جا کر دیکھتے ہیں تو ایک بھائی دوسرے بھائی کے درپئے آزار ہے، باپ بیٹے میں ٹھنی ہوئی ہے، رشتہ دار رشتہ داروں کے تعاقب میں ہیں یعنی ہر طرف ایک نفسانفسی کا عالم ہے، انسان بھیڑ میں بھی تنہا ہے، ہر آدمی معاشی، اخلاقی، مذہبی، اقتصادی مسائل کا شکار ہے، فرد سے لے کر ملکوں تک دیکھیں آپس میں ایک کلیش (Clash) نظر آتا ہے، کوئی کسی کا ہمدرد نہیں، کوئی کسی کا دوست نہیں، اگر دوستی ہے تو مفادات کی حد تک ہے، مذہبی مراسم پروفیشن (Profession) بن چکے ہیں، ان حالات سے ہر شخص تنگ آچکا ہے اور چاروں طرف دیکھ رہا ہے کہ کوئی مسیحا آئے اور انسانیت کے دکھی دلوں کا علاج کرے مگر کوئی نظر آ ہی نہیں رہا ہے اس دور میں تو کٹر ہندو انتہا پسند بال ٹھاکرے جی بھی یہی آواز اٹھاتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہندوستان کو کسی خمینی کی اشد ضرورت ہے جو امن کا قیام کرے گویا چشم حالات سے ہر چیز کسی کی منتظر ہے

انتظار کا عباداتی پہلو

دوستو!...... دورِ غیبت میں نصرتِ امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے جتنے شعبے ہیں ان میں سے

سب اعلیٰ و افضل چیز انتظار فرج کو قرار دیا گیا ہے اور اسے واجب قرار دیا گیا ہے
اور اللہ جل جلالہ نے بھی قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ☆ انی معکم من المنتظرین......
یعنی میں بھی آپ کے ساتھ محو انتظار ہوں

قرآن کریم میں اللہ جل جلالہ نے جن چند کاموں میں مخلوق کے ساتھ خود کو شریک فرمایا ہے جیسا کہ صلوات وغیرھم ہے اسی طرح انتظار میں بھی اس کی ذات نے مومنین کی معیت کا اعلان فرمایا ہے اور احادیث کثیر میں فرمایا گیا ہے کہ دور غیبت میں انتظار واجب ہے

یہاں میں انتظار کے موضوع پر سیر حاصل بحث تو نہیں کر سکوں گا کیونکہ اس موضوع پر تو ایک ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے موضوع پر بیسیوں آیات ہیں سیکڑوں احادیث ہیں پھر انتظار کو مختلف علوم کے آئینہ میں دیکھا جائے تو اس کی لاتعداد ڈائمنشن (Dimension) سامنے آ جاتی ہیں کیونکہ ہر صاحب علم انتظارِ فرج کو اپنے حوالے سے پیش کرتا ہے میں یہاں فضیلت انتظار کے موضوع پر چند ایک احادیث پیش کرنے کی سعادت ضرور حاصل کروں گا

(☆)...... اَفضَلُ الاَعمَالِ اِنتَظَارُ الفَرَجِ...... بحار وغیرہ

پوری انسانیت کے حوالے سے فرمایا کہ انتظار فرج سارے اعمال سے افضل عمل ہے

(☆)...... اَفضَلُ اَعمَالُ اُمَّتِي اِنتظَارُ الفَرَجِ ...... بحار وغیرہ

یہاں انسانیت کی بجائے امت مسلمہ کے حوالے سے فرمایا کہ ہماری امت کے جملہ اعمال میں سے افضل عمل انتظار فرج ہے

(☆)...... اَفضَلُ اَعمَالُ العِبَادِ اِنتَظَارُ الفَرَجِ ...... بحار وغیرہ

www.khrooj.com

یہاں امت کے اندر عبادت گزاروں کے حوالے سے فرمایا کہ عباد کے جملہ اعمال میں سے افضل ترین عمل انتظار فرج ہے

(☆)......اَفضَلُ اَعمَالُ المَرءِ اِنتَظَارُ الفَرَجِ ......بحار 99/10

یہاں جماعت کی بجائے فرد کی بات کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی بھی انسان کے جملہ اعمال میں سے افضل عمل انتظارِ فرج ہے

(☆)...... اَفضَلُ اَعمَالُ المُومِنِ اِنتظَارُ الفَرَجَ ...... بحار وغیرہ

اس حدیث میں مسلمان فرد کی بجائے ایک مومن کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اعمال میں سے افضل ترین عمل انتظارِ فرج ہے

(☆)...... اَفضَلُ اَعمَالُ شِیعَتِنَا اِنتظَارُ الفَرَجِ ...... بحار وغیرہ

اس حدیث میں خصوصی طور پر شیعوں کا ذکر فرمایا کہ ہمارے شیعوں کے جملہ اعمال میں سے افضل ترین عمل انتظار فرج ہے

یہاں بات اعمال کی تھی مگر بات اس سے بھی آگے بڑھائی گئی اور فرمایا گیا

(☆)...... اَفضَلُ العِبَادَةِ اَلصَّبرُ وَالصَّمتُ وَ اِنتَظَارُ الفَرَجِ ...... بحار وغیرہ

یہاں فرمایا گیا ہے عبادات میں سے افضل ترین عبادات صبر، خاموشی اور انتظار فرج ہے

(☆)......اَفضَلُ العِبَادَةِ بَعدَ المَعرفَةِ اِنتظَارُ الفَرَجِ......بحار 208/78

معرفت کے بعد عبادات میں سے افضل ترین عبادت انتظار فرج ہے یعنی اس میں انتظار کو عمل کے ساتھ عبادت میں شامل فرمایا گیا ہے

(☆)...... اَفضَلُ عِبَادَةُ المُومِنِ اِنتظَارُ الفَرَجِ ...... بحار وغیرہ

www.khrooj.com

یہاں فرمایا گیا ہے کہ مومن کے عبادات میں سے افضل ترین عبادت انتظار فرج ہے
(☆)......اَفضَلُ جِهَادُ اُمَّتِي اِنتَظَارُ الفَرَجِ......بحار 139/77
اس میں فرمایا گیا ہے کہ جتنے قسم کے جہاد ہیں ان میں سے افضل ترین جہاد انتظار فرج ہے

بحار الانوار 52 صفحه 122 باب 22 فضل انتظار الفرج و مدح الشيعه فى زمان الغيبة ماينبغى فى ذالك الزمان

انتظار اور اخلاقیات

دوستو! ...... انتظارِ فرج کے بارے میں ایک یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ "مکتبۂ فکر انتظار" تن پروری، عیش پرستی اور بیکاری کے سوا کچھ نہیں ہے غیروں کا یہی اعتراض ہے کہ انتظار ایک مشغلہ بیکاراں ہے بس ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا، خوب کھانا پینا، عیش کرنا، تعمیر وترقی سے دست کش ہو جانا ہی انتظار ہے
جن لوگوں نے یہ اعتراضات کیے ہیں انہوں نے انتظار کے مقاصد کو نہیں سمجھا اور انہوں نے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے عطا کردہ فلسفۂ انتظار کو نہیں سمجھا ...... انہیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ جب انتظارِ فرج جملہ اعمال سے افضل ہے تو یہ بھی ایک عمل ہے نہ کہ بے عملی ہے اور یہ اتنا بڑا اور مشکل عمل ہے کہ اس کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے اسے تمام اعمال سے افضل فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ ایک بھرپور عمل ہے نہ کہ بے عملی ہے۔ آپ دیکھیں انتظار کے بارے میں مشہور ہے کہ
☆اَلاِنتظَارُ اَشَدّ" مِنَ المَوتِ ......یعنی انتظار موت سے بھی زیادہ شدید چیز ہے
جو چیز موت سے بھی زیادہ شدید ہے کیا وہ کارِ بیکاراں ہوسکتا ہے؟
حقیقت یہ ہے کہ مکتب انتظار تو ایک وسیع تربیتی واصلاحی مکتبۂ فکر ہے مشرقی اور مغربی

www.khrooj.com

اخلاقیین (ماہرین اخلاقیات) نے جو انسانی زندگی کے مقصد کی خصوصیات بتائی ہیں وہ انتظار کے علاوہ کسی چیز میں موجود نہیں ہیں

مثلاً بنیتھم کا قول ہے کہ ''لذت کے سوا کوئی چیز قابل خواہش نہیں ہے لہٰذا مقصد حیات زیادہ سے زیادہ لذت ہے''

یہاں اس نے لذت بمعنی خوشی لیا ہے لذت جو الم کی ضد ہے تو مراد خوشی ہے پھر وہ خوشی کی خصوصیات بیان کرتا ہے کہ خوشی کو کیسے ہونا چاہیے

(1) شدت ......یعنی خوشی درجاتی لحاظ سے سب سے اونچے درجے کی ہو

(2) مدتِ بقا......یعنی خوشی کو طویل ترین عرصے کیلئے ہونا چاہیے

(3) دائرۂ اثر......یعنی خوشی کو زیادہ سے زیادہ افراد پر محیط ہونا چاہیے

تو اس طرح مقصد حیات کیا بنے گا۔تو ڈاکٹر مل نے مقصد حیات یہ بتایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں زیادہ سے زیادہ عرصے کی زیادہ سے زیادہ مقدار میں خوشی ہی مقصد حیات ہوسکتا ہے

اس پر ڈاکٹر گرین (جو اخلاقیات کا بڑا استاد مانا جاتا ہے) نے ایک احمقانہ اعتراض بھی کیا ہے وہ کہتا ہے کہ بڑی سے بڑی مقدار میں بڑی سے بڑی تعداد ناممکن ہے مثلاً دس روپے اگر دو آدمیوں کو ملیں تو انہیں خوشی زیادہ ہوگی اگر یہی دس روپے دوسو آدمیوں کو ملیں گے تو ان میں خوشی کی مقدار کم ہوگی یعنی تعداد کے بڑھنے سے مسرت کی مقدار کم ہوگی

مادی نقطہ نگاہ سے یہ بات درست ہے مگر مسرت یا خوشی مادی چیز نہیں کہ تقسیم کے عمل سے کم ہوگی جیسے میری تقریر کی افادیت مجمع کی تعداد زیادہ ہونے سے کم نہیں ہوگی

کیونکہ یہاں ہر شخص اپنے ظرف کو حسب خواہش پر کر رہا ہے اسی طرح اچھی آواز، اچھا منظر، اچھی چیز سے حاصل ہونے والی خوشی ہر شخص کے ظرف کو پر کر کے بھی اپنی مقدار میں کمی نہیں ہونے دیتی اسی طرح بڑی تعداد میں بڑی مسرت ہی مقصد حیات ہے اور آپ دیکھیں کہ مقصد حیات کی جو تین صفات ہیں وہ اسی انتظار کے علاوہ کہیں نہیں ہیں مثلاً

() پہلی صفت ہے ''شدتِ مسرت''

امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام کے خروج کی جو مسرت ہے اس کی شدت ناپی نہیں جاسکتی

() دوسری صفت ہے ''مدتِ بقا''

حکومت اِلٰہیہ کی مدت کے بارے میں امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کتنا عرصہ رہے گی کتب مجوس وہنود میں ہے کہ آخری راہنما کی حکومت ابد الآباد تک رہے گی بعض علما نے شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی دس سال حکومت لکھ کر دھوکہ کھایا ہے کیونکہ یہ روایات ہماری نہیں ہیں بلکہ ابوسعید خدری اور ابوہریرہ جیسے افراد سے مروی ہیں اور انہی کی روایات کو دیکھتے ہوئے ہماری کتب میں واضعین نے کچھ مواد ڈالا ہے اور ہمارا اس مواد سے کوئی تعلق نہیں ہے اس پر میں نے پہلے ہی ایک خطاب میں تفصیل سے بات کی ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کروں گا بلکہ یہی عرض کروں گا کہ مقصد حیات کی جو صفات بیان ہوئی ہیں ان کی رو سے انتظار کیا ہے؟

() تیسری صفت ہے زیادہ سے زیادہ ''تعداد''

اب دیکھیں اس خوشی سے متاثر ہونے والوں میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ

جمادات، نباتات، حیوان، انسان، جنات، ارواح، ملکوت، جواہر مفارقہ، نفوس مجردہ، کروبیاں تا اینکہ الہ العالمین جل جلالہ تک سبھی اس سے خوش ہوں گے اور یہ خوشی ایک ذرے سے خالق کائنات تک سب پر محیط ہے جب مقصد حیات کی جملہ صفات اس میں موجود ہیں تو مکتبۂ انتظار کو مشغلۂ بیکاراں کہنا کہاں تک جائز ہے؟

انتظارِ فرج کے لاتعداد پہلو ہیں بلکہ انسانیت کے جتنے بھی پہلو ہیں یہ ان سب پر بہت خوبصورتی سے اپلائی (Apply) ہوسکتی ہے آپ انتظار کو جملہ پہلوؤں پر لاگو کر کے دیکھیں زلف حیات سنورتی چلی جائے گی اخلاقی، نفسیاتی، معاشرتی، عمرانی، حیاتیاتی، روحانیاتی، غرض کسی بھی پہلو پر اس کو پھیلائیں گے تو یہ فلسفہ انتظار انسان کو ایک آئیڈیل(ideal) خوش اخلاق، آئیڈیل(ideal) متدین، اور پاک دامن انسان بنا کر انسانیت کی جملہ اچھائیوں سے اس کا دامن اعمال آراستہ کر دے گا اور برائیوں سے پاک کرتا چلا جائے گا

انتظار کا روحانیاتی پہلو

دوستو!......انتظار فرج کا روحانیاتی پہلو دیکھنے کیلئے ہم یہ حدیث دیکھتے ہیں فرمایا گیا

☆مَن مَاتَ مِنکُم عَلیٰ ھَذَا لاَمرِ مُنتَظِراً لَهُ کَانَ کَمَن کَانَ فِی قُسطَاطِ القَائِم عجل اللہ فرجہ الشریف

جوشخص عالمِ انتظار میں فوت ہوجاتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ میں رہا ہو یعنی وہ اس طرح ہے جس طرح اس کی زندگی بھی ان کے خیمہ اطہر میں گزری ہو۔اس سے چند استنباط پیش کرتا ہوں

پہلی بات تو یہ ہے کہ منتظر جو مصروفِ انتظار ہے گویا وہ امام علیہ الصلوات والسلام کے خیمہ میں

زندگی گزار رہا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو آدمی اپنے آپ کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ میں ہمہ وقت موجود محسوس نہیں کرتا گویا وہ منتظر ہے ہی نہیں

صرف اسی حدیث سے ہمیں اپنی زندگی کا مکمل دستور العمل حاصل ہو جاتا ہے آپ غور کریں اور سوچیں آپ کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنے خیمہ میں بلایا ہے اور فرمایا ہے تم یہاں بیٹھ کر انتظار کرو ہم ابھی تشریف لاتے ہیں، اب جتنا وقت آپ ان کے خیمہ اطہر میں رہیں گے کس طرح رہیں گے جس طرح وہاں رہ سکتے ہیں اس طرح اگر زندگی گزر رہی ہے تو ہم منتظر ہیں ورنہ نہیں آپ خیمہ اطہر میں رہیں گے تو باوضو رہیں گے، بہت محتاط رہیں گے، کوئی بھی غلط کام صادر نہیں ہوگا یہ ضمیر کا فیصلہ ہے کہ وہ کیا کیا کرنے کی وہاں اجازت دے سکتا ہے حرم کعبہ میں، مشاہد مقدسہ پر، شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے روضہ اطہر میں کسی مومن و زائر کے حرکات وسکنات کیا ہونے چاہیں؟ جو آئیڈیل (ideal) زائر اور ایک باشعور مومن وہاں کر سکتا ہے یہی کچھ ہم بھی کر سکتے ہیں جو کچھ وہاں کرنا جائز نہیں یہاں عالمِ انتظار میں بھی ناجائز ہے اپنے جملہ اعمال کو اس کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے

ایک اور مثال پیش کرتا چلوں فرض کرو ایک افسر آپ کو ملنے کیلئے ویٹنگ روم (Waiting Room) میں بلاتا ہے آپ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ابھی آ جائے گا کیا آپ وہاں غافل ہو سکتے ہیں؟ کوئی اس کی ناپسندیدہ حرکت کر سکتے ہیں؟ بس منتظرین کو بھی لازم ہے کہ زندگی کے اعمال کو اس طرح مرتب کریں کہ ہم اپنے آقا عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ اطہر میں ان کے منتظر بیٹھے ہیں اب وہاں کیا کیا جائز ہے اور کیا کیا ناجائز ہے ضمیر سے پوچھتے جائیں اور عمل کرتے جائیں یہی زندگی افضل اہل کل

زمان بنادے گی

یہ بھی واقعاتی حقیقت ہے جسے صاحب دارالسلام جناب شیخ محمود عراقی لکھتے ہیں کہ ایک پنساری کی شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے خواص سے ملاقات ہوئی اور وہاں اس نے زیارت کے بارے میں اصرار کیا تو وہ اسے ساتھ لے کر گئے، سامنے ایک دریا آیا، وہ اس پر چلے اور اسے بھی پانی پر چلنے کا حکم فرمایا تو یہ بھی پانی پر چلنے لگا مگر راستے میں ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی اور وہ سوچنے لگا کہ میں نے جو صابن تیار کر کے چھت پر رکھا تھا وہ تو ''گیا'' یہ سوچ آتے ہی وہ پانی میں ڈوبنے لگا وہ شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ اطہر سے ابھی کچھ دور تھا کہ آواز آئی ☆ ردوہ انہ رجل صابونی

اسے واپس لوٹا دو کیونکہ یہ تو صابن کا بندہ ہے [انتہائی مختصر لکھا ہے] یعنی جو آدمی گھر کے خیالات رکھے یا ذاتی نفع نقصان کی سوچوں کو ساتھ لے کر زیارت کیلئے چلے تو حکم ہوتا ہے کہ یہ صابن کا بندہ ہے اسے خیمے میں داخل ہی نہیں ہونے دیا جاتا

دوستو!......غیبت کبریٰ میں یہی امتحان ہے کہ اپنے کمرے میں بلا کر آزاد چھوڑ رکھا ہے تاکہ معلوم کیا جائے کہ کون واقعی شریف ہے کیونکہ مالک کی موجودگی میں تو بدمعاش بھی شریف بن جاتا ہے اور کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں کرتا اور مالک کی عدم موجودگی میں شرافت کا مظاہرہ صرف شریف انسان ہی کرسکتا ہے

انتظار اور بدیہات

دوستو!......انتظارِ فرج کو مختلف انداز میں پیش کرنے کا مقصد اس کی اہمیت کو واضح کرنا ہے اور اس کے ان تاریک پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے جن کی طرف انسان کا

شعور کم ہی جاتا ہے۔ یہ تو پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ انتظار مشغلۂ بیکاراں نہیں ہے بلکہ یہ عمل ہے اور اتنا بھرپور عمل ہے کہ جملہ اعمالِ خیر اس کے سامنے بے وقار نظر آتے ہیں انتظار کی حقیقی صورت یہ ہے کہ انتظار ایک مقدمہ ہے یعنی جس کا انتظار ہے اس منتظَر کے آنے سے پہلے اس کی مناسبت سے عمل کرنا انتظار ہے مثلاً آپ نے کہیں سفر پر جانا ہے اور آپ کے چند دوست بھی آپ کے ساتھ جانے والے ہیں، ان دوستوں نے آنا ہے اور آپ ان کا انتظار کر رہے ہیں کہ دوست آئیں اور ہم سب سفر پر روانہ ہوں یہ جو درمیانہ وقت ہے یہ انتظار کا وقت ہے اس درمیانہ وقت میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر تو کوئی احمق ہی بیٹھ سکتا ہے ورنہ عقل مند سفر کی مناسبت سے انتظام کرنے میں لگ جائے گا

اگر سفر مختصر ہے تو بریف کیس تیار کروائے گا، لباس بدلے گا، غسل کرے گا، جو سامان ساتھ لے جانا ہے اسے پیک کرے گا، جب تک یہ تسلی نہ ہو جائے کہ سفر کی مناسبت سے ہر چیز مکمل ہو چکی ہے وہ آرام سے نہیں بیٹھ سکتا، اگر سفر طویل ہے دوستوں کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے تو مسائل اور بڑھ جائیں گے، سامان کی فہرست لمبی ہو جائے گی، وقت کی قلت اور سفر کی مناسبت سے سامان کی تیاری ایک اضطرابی کیفیت پیدا کر دے گی

آپ زائرین کے قافلوں کی تیاریاں دیکھیں، اگر ان میں مستورات بھی ہوں تو پھر ان کی بیقراریاں اور اضطرابی کیفیتوں کا مطالعہ کریں پھر بتائیں کہ وہ درمیانہ وقت جو انتظار کا ہے وہ خواب خرگوش کے مزے لینے کا ہے یا بھاگ دوڑ کا ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انتظام بھی قافلے میں شامل افراد کی مناسبت

سے کرنا ضروری ہوتا ہے اگر قافلے میں سب امیر لوگ ہیں اور وہ بائی ائیر(By Air) یعنی ہوائی جہاز پر سفر کرنا چاہتے ہیں تو ایک غریب جوان کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اخراجات کیلئے زیادہ رقم جمع کرنے کی کوشش کرے گا، لباس اور خوراک میں قافلے والوں کے سٹیٹس(Status) کا خیال رکھے گا تاکہ قافلے کے کسی فرد سے وہ کم نظر نہ آئے حتی المقدور اچھا لباس وغیرہ بنائے گا۔ ہم بھی ایک کاروانِ حق کی ہمسفری کے منتظر ہیں اس شہنشاہ کائنات عجل اللہ فرجہ الشریف کی جماعت میں شامل ہو کر چلنے کے منتظر ہیں کہ جن کے قافلہ کا ہر فرد اعلیٰ ترین متقی اور پرہیزگار ہوگا وہ پورا قافلہ پاک اور صاف ہوگا اب جسے بھی اس قافلہ میں شرکت کی خواہش ہوگی اسے پاک اور صاف ہونا پڑے گا متقی، متوکل، زاہد اور متدین بننا پڑے گا

دوستو! ...... یہ بھی ہے کہ ان کی آمد سے مظلومین کا انتقام لیا جانا ہے گویا بڑے بڑے معرکے ہوں گے، دنیا پر حق کا انقلاب آئے گا، اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم اس قافلے کی مناسبت سے تیاری کر چکے ہیں؟ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مغربی دنیا نے اس شہنشاہ علیہ الصلوات والسلام کو کنگ آف ٹیرر(King of Terror) کا نام دیا ہے یعنی دہشت کا شہنشاہ اعظم علیہ الصلوات والسلام ...... احادیث میں بھی ہے کہ ان کا لشکر ابھی ایک ماہ کی مسافت کے فاصلے پر ہوگا مگر دشمن پر اس کی دہشت طاری ہو جائے گی یعنی جدید پیمانے کے حساب سے 880 میل ابھی ان کا لشکر دور ہوگا تو دشمن کانپ اٹھے گا، اب ان کے لشکر میں شمولیت کی خواہش ہو اور ہمارے حالات یہ ہوں کہ اپنے من کے اندر بیٹھا ہوا دشمن نفس امارہ تگنی کا ناچ نچا رہا ہو ہماری خواہشاتِ نفس ہم پر بغیر لگام کے سواری کر رہی ہوں تو کیا ہم میں دشمن کو مرعوب کرنے کی صلاحیت بھی ہو سکتی

ہے؟ کیا ہم میں شہنشاہِ اعظم علیہ الصلوات والسلام کی فوج میں شرکت کی قابلیت موجود ہے جسے اس لشکر میں شریک ہونا ہے اسے چاہیے کہ جہادِ اصغر سے پہلے جہادِ اکبر کر چکا ہو اندر والے دشمن کو قتل کر چکا ہو۔ جناب ذوق نے خوب کہا ہے کہ......ع

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

دوستو!......انتظار میں پہلے تو ایک جفا جو جنگی سپاہی اور صعوبت پسند مجاہد کا سا ذہن بنانا ہوگا اپنے اندر جہاد کی مکمل شرائط پوری کرنا ہوں گی خروج کو طلب کرنے کی نیت یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم مزے کریں گے بلکہ یہ نیت ہونا چاہیے کہ ہم اپنے آقا کی نعلین پر قربان ہوں گے ایک مرتبہ ابوبصیر نے عالم علم حقائق جناب امام صادق علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہِ قدس میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش آپ کی ظاہراً حکومت کا قیام ہوتا اور ہم بھی مزے کرتے تو ان کے چہرے پر جلال کی سرخی دوڑ گئی اور فرمایا تم بھی اتنی گھٹیا سوچ رکھتے ہو حیف ہے تم پر کہ اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل کیلئے اتنی بڑی چیز طلب کر رہے ہو یعنی ذاتی خواہشات اور عیاشی کیلئے حکومتِ آلِ محمد علیہم الصلوات والسلام کو طلب کرنا بھی گناہ ہے

عالم علم حقائق جناب امام صادق علیہ الصلوات والسلام کے دور میں کچھ لوگ حوادث زمانہ اور دشمنوں کے مظالم سے تنگ آ کر دعائے تعجیلِ فرج کرتے تھے اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ حکومت آلِ محمد علیہم الصلوات والسلام جلدی آئے تا کہ ہم بھی اقتدار کے مزے لیں، لذات دنیا و آخرت ہمیں بھی میسر آئیں، یہ بات بارگاہِ قدس میں پہنچ گئی امام علیہ الصلوات والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم ہمارے لختِ جگر عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کو جلدی دیکھنا

چاہتے ہو اور بڑی جلدی ہے تمہیں ان کی حکومت کی، حالانکہ ان کا لباس سادہ ہوگا، غذا سادہ ہوگی، یعنی اپنے جد اطہر امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی طرح نانِ جویں پسند کریں گے، ہر بات تلوار کے حوالے سے کریں گے، جن کے دلوں میں ذرا بھر لذات دنیا کی رغبت ہوگی ان کیلئے ان کا دینِ جدید مشکل ترین ہوگا، پھر فرمایا جہاد ہوگا، جانیں قربان کرنا پڑیں گی، وہ عیش پرستی کا دور نہیں ایک حدیث میں فرمایا کہ ان کی نصرت میں شہید ہونے والے کو دو شہدائے بدر کا اجر ملے گا، یہ نیت ہی فاسد ہے کہ یہاں تو لذات کو ترک کر دیا جائے تا کہ خروج کے دن پوری ''کسریں'' نکالیں گے پہلے تو کسی نے لذات دنیا کو چھوڑا ہی نہیں ہے اگر کسی نے اس نیت سے چھوڑا بھی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا تھا......ع

اگرچہ پاک ہے طینت میں ''زاہدی'' تیری
ترس رہی ہے مگر لذتِ گناہ کیلئے

علامہ نے راہبی لکھا تھا میں نے زاہدی صرف اس لیے لکھا ہے کہ یہاں معاملہ راہبان سے نہیں زہاد سے ہے

دوستو!......انتظار کا مفہوم یہ نہیں کہ جیسے ہر انسان موت کا منتظر ہے اسی طرح خروج کا انتظار کیا جائے کیونکہ ہر انسان موت سے گھبراتا ہے، اس سے دور بھاگتا ہے، دلی طور پر اس سے نفرت کرتا ہے مگر اس نے آنا ہے اور ہر آدمی نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کیونکہ موت نے لازماً آنا ہے اس لیے انسان خود کو موت کا منتظر بتائے یہ غلط ہے اسی طرح موت کا منتظر وہ ہے جو اس کی مناسبت سے کام کر رہا ہے یعنی اعمال خیر بجا لا رہا ہے نہ کہ دنیاوی لذات میں مستغرق رہ رہا ہے علمائے اعلام نے موت کے

انتظار کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں ☆مُدَاوَمَةُ الذِّكرِ عَدَمُ الغَفلَةِ عَنهُ ......یعنی آنے والی چیز کا ہمیشہ ذکر کرنا یعنی اسے یاد رکھنا اور اس سے غافل نہ ہونا کیونکہ موت یاد ہوگی تو جملہ برائیاں اور نافرمانیاں چھوٹ جائیں گی ذکر کرنے سے مراد موت موت کی رٹ لگانا نہیں ہے بلکہ ہر عمل کرتے ہوئے یہ دیکھنا کہ موت بھی آنا ہے اس لئے یہ عمل اس کی مناسبت سے ہے یا نہیں ہے اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج کا انتظار ہے یعنی خروج کا منتظر بھی وہی ہے جو اس کی مناسبت سے کام کر رہا ہے جو کوئی عمل خروج کی مناسبت سے نہیں کر رہا وہ تو منتظر ہے ہی نہیں دوستو!......مناسبتیں تلاش کرنے کا آسان سا طریقہ ہے یعنی آپ دیکھیں خروج و ظہور کیا ہے؟

(1) وہ زمانہ حق کا ہے اس میں باطل نہیں رہنا

(2) وہ زمانہ عدل کا ہے اس میں ظلم باقی نہیں رہنا

(3) وہ زمانہ حسنِ اخلاق کا ہے اس میں بدکرداری اور بداخلاقی نے باقی نہیں رہنا

(4) وہ زمانہ صداقت کا ہے اس میں جھوٹ فراڈ نے باقی نہیں رہنا

(5) وہ زمانہ احترام کا ہے کوئی مومنین کے متعلقات کی بے حرمتی کرنے والا نہیں رہ جائے گا

(6) وہ زمانہ عفت کا ہے کوئی زانی و شرابی نہیں رہے گا

(7) وہ زمانہ اکل حلال کا ہے کوئی حرام خور باقی نہیں رہے گا

(8) وہ زمانہ دیانت و امانت کا ہے کوئی بددیانتی اور خیانت باقی نہ رہے گی

(9) وہ زمانہ مساوات و اخوت کا ہے طبقاتی نشیب و فراز ختم ہو جائیں گے

(10) وہ زمانہ اتباع واطاعت کا ہے کوئی نافرمان اس میں نہیں رہ سکے گا

اب جو بھی اس زمانۂ حق کو طلب کرتا ہے اسے چاہیے کہ اس زمانہ کی مناسبت سے اعمال کو اور کردار کو موزوں کرے آپ دیکھیں وہ زمانہ حق کا ہے اور پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کے جملہ احکام عین حق ہیں اور جملہ نافرمانیاں عین باطل ہیں جو اس زمانے میں رہنے کی خواہش کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ جملہ احکام پر عمل کرے اور جملہ نافرمانیوں سے اجتناب کرے جیسا کہ کہتے ہیں۔ ڈوان دا روم ایز دا رومنز ڈو

(Do in the Rome as the Roman,s do)

روم میں رہنا ہے تو رومیوں کے قانون پر چلو یعنی وہ کرو جو رومی کرتے ہیں

اگر حکومت اِلٰہیہ میں رہنا چاہتے ہو تو پھر ان کے قوانین کو سمجھنا ہوگا اور ان پر عمل کرنا بھی لازم ہوگا

انتظار اور جدلیات

دوستو!......انتظار کو اگر جدلیاتی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ ایک انقلابی مکتبۂ فکر ہے اور اس میں تن پروری اور آرام طلبی کی بجائے ایک فوجی زندگی بلکہ کمانڈو لائف (Commando Life) کا تصور پایا جاتا ہے کیونکہ کثیر تعداد میں ایسی احادیث موجود ہیں جن میں انتظار کرنے والے (منتظر) کی زندگی کو میدانِ جنگ میں مصروفِ جہاد ایک فوجی کی زندگی سے مثال دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆مَنْ مَّاتَ مُنْتَظِراً لِهٰذَالْاَمْرِ كَانَ كَمَنْ كَانَ مع القائم عجل الله فرجه الشريف فی فِسطَاطِهٖ لَا بَل كَانَ كَالضَّارِبِ بَيْنَ يَدَىْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وآلهٖ وسلم بِالسَّيف

یعنی جو شخص عالم انتظار میں فوت ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ میں دم توڑ رہا ہو بلکہ ایسے ہے جیسے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مصروف جہاد بالسیف ہو

اسی طرح انتظار کرنے والے (منتظر) کی مختلف حالتوں کو جہاد کی مختلف حالتوں سے تشبیہ دی گئی ہے

(1) مثلاً یہ فرمان ہے کہ عالم انتظار میں منتظر اس طرح ہے جیسا کہ مصروف جہاد ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں ان کے سامنے تلوار سے جہاد کر رہا ہو

(2) جو منتظر مصروفِ دعا ہے وہ اس طرح ہے جیسے کوئی مجاہد جہاد فی سبیل اللہ میں زخمی حالت میں لڑ رہا ہو

(3) جو منتظر مصروفِ جہادِ انتظار ہے اس کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شہید راہ خدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو خون میں لت پت پڑا ہے

(4) منتظر کی کیفیت اس طرح ہے جیسے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے سامنے جہاد کرتے کرتے نزع کے آخری چند سانس شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ اطہر میں گن رہا ہو اور دم توڑ رہا ہو

(5) منتظر کی کیفیت یہ ہے جیسے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ اقدس میں خون میں لت پت شہید ہو چکا ہو

صرف ان پانچ فرمودات کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ انتظار جفاکشی کی بجائے تن پروری کا مکتبۂ فکر ہے یہاں تو جہاد ہی جہاد ہے۔ انتظار تو ایک فوجی تربیت گاہ کا مقام رکھتی ہے۔ ایک مجاہد راہ خدا اور ایک فوجی اور اس کی جتنی کیفیات ہو سکتی ہیں ان

سب کو انتظار میں جمع کر کے بیان فرمایا دیا گیا ہے۔اب یہ انسان کا اپنا فعل ہے کہ میدانِ جہاد میں بھی تن پروری میں مصروف رہے اس میں انتظار کا تو قصور نہیں ہے کیونکہ انتظار ایک مجاہدانہ طرز حیات ہے۔آیئے ہم تھوڑی سی تطبیق بھی کرتے چلیں

(1) مجاہد کے پاس اسلحہ ہوتا ہے منتظر کے پاس دعا ہے

کیونکہ دعا کے بارے میں ارشاد ہے کہ☆الدعا سلاح المومن

(2) مجاہد کے سامنے میدان جنگ ہوتا ہے منتظر کے پاس محرابِ عبادت ہے

محراب کے معنی ہی جائے حرب کے ہیں یعنی میدانِ جنگ

(3) مجاہد کے سامنے لشکر کفار ہوتا ہے منتظر کے سامنے لشکر ابلیس ہے اور اس کا ساتھی نفسِ امارہ ہے اور دیگر طاغوتی فوجیں ہیں

(4) مجاہد علم بلند کر کے جاتا ہے منتظر کے پاس دستِ دعا ہیں

جیسے مجاہد کیلئے علم کو بلند رکھنا فرض ہے ایسے ہی منتظر کے دست دعا کو سرنگوں نہیں ہونا چاہیے

(5) مجاہد میدان حرب میں رجز پڑھتا ہے منتظر محراب میں استغاثہ کرتا ہے

استغاثہ کرنا ایسے ہے جیسے لشکر ابلیس کے سامنے رجز پڑھنا

(6) مجاہد کفار پر حملہ آور ہوتا ہے منتظر خلوص دل سے ندبہ کرتا ہے، دعائے تعجیل فرج کے ایک ایک لفظ سے لشکر ابلیس کا قلب لشکر مجروح ہوتا ہے

(7) مجاہد میدان جنگ میں نعرۂ تکبیر کہتا ہے منتظر سرد آہ کھینچتا ہے کہ وہ سرد آہ جس میں نصرت کی حسرت ہوتی ہے جو نعرۂ تکبیر و تسبیح کے برابر ہے

(8) مجاہد زخمی ہوتا ہے تو اس کے بدن سے خون بہتا ہے منتظر کا دل زخمی ہوتا ہے

www.khrooj.com

آنسو بہتے ہیں اور آنسو خون ہی کا خلاصہ ہوتے ہیں
(9) مجاہد پر کفار کی طرف سے تیر و نیزہ و تلوار کے وار ہوتے ہیں
منتظر پہ طعنہ زنی ہوتی ہے [عربی میں نیزے کو بھی طعن کہتے ہیں]
اپنوں بیگانوں کی گستاخانہ اور دل آزار باتیں ہوتی ہیں زبان بھی تلوار کی طرح ہوتی ہیں لیکن تلوار کا زخم مندمل ہو جاتا ہے زبان کے زخم مندمل ہی نہیں ہوتے
☆اللسان سیف الشیطان کفار کی زبان شیطان کی تلوار ہوتی ہے
اور مومن کی زبان کے بارے میں ہے کہ اللسان سیف الرحمان مومن کی زبان اللہ جل جلالہٗ کی تلوار ہوتی ہے
دوستو!......حقیقت یہ ہے کہ منتظر کی دو حالتیں ہیں یا وہ تنہا ہے یا جماعت کے ساتھ ہے اگر تنہا ہے تو تب بھی اس پر جہاد واجب ہے اور جماعت کے ساتھ ہے تب بھی اس پر جہادِ انتظار واجب ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ جہاد کی تین بڑی قسمیں ہیں
☆مُجَاهَدَةُ الْعُدُوّ اِلظّاهِرِ وَمُجَاهَدَةُ الشَّيطان ومُجَاهَدَةُ النَّفسِ
دشمن خدا سے جہاد کرنا، شیطانی قوتوں سے ٹکرانا اور نفس امارہ سے لڑنا
کفار سے جہاد بھی کئی طرح سے ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے
☆جَاهِدُوْا الْكُفّارَ بِاَيْد يِكم والسِنَتِكُمْ وبِاَموَالِكم وَاَنْفُسِكُمْ
یعنی کفار سے جہاد ہاتھوں سے، زبانوں سے، مال سے اور خاندان کے ذریعے کرنا لازم ہے
تو اس طرح جو منتظر ہے وہ بھی انتظار اور نصرتِ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف انہی چیزوں سے کرتا ہے خود نصرت کرتا ہے زبان سے حقوق و فرائض و فضائل بیان کر کے مخالفین

کے سوالوں کے حملے رد کرتا ہے یعنی جہاد باللسان کرتا ہے

☆ نصرت کے معاملات میں مالی طور پر جہاد کرتا ہے، مالی قربانیاں پیش کر کے جہاد کرتا ہے پھر اپنے خاندان والوں کو بھائی برادری کو اس پر آمادہ کرتا ہے انفسکم کے معنی رشتہ دار قریبی ہیں جیسا کہ آیۃ مباہلہ سے ثابت ہے

☆ انتظار میں شیطان جنی وانسی سے لڑنا ہے پھر سب سے بڑے دشمن نفس امارہ سے جہاد واجب ہے اور یہی جہادِ اکبر ہے، حدیث میں ہے کہ نفس سے لڑنا جہادِ اکبر ہے

☆ اسی طرح خواہش نفس سے لڑنے کا حکم بھی ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆ جَاهِدُوْا اَهْوآءَكُم كَمَا تُجَاهِدُوْن اَعْدآءَكُم

یعنی اپنی خواہشاتِ نفس سے اس طرح لڑو جیسے اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہو

اسی طرح جہاد کئی طرح سے کیا جاسکتا ہے (اختصار کے پیش نظر باقی ترک کر رہا ہوں)

دوستو!...... جب بھی کہیں جہاد ہوتا ہے تو اس میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی دو حالتیں ہوتی ہیں یعنی یا تو وہ انفرادی جہاد کرتے ہیں یا اجتماعی جہاد کرتے ہیں

جہاد میں اگر کوئی تنہا ہے تو اس پر کس طرح جہاد واجب ہے اس کی مثالیں ہم ماضی کے اوراق الٹ کر بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ ایک فرد واحد تن تنہا کس طرح نصرت کرسکتا ہے؟

ہمارے سامنے جہادِ فردا کی مثالیں جناب رشید ہجریؒ، جناب میثم تمارؒ، جناب کمیلؒ اور جناب قنبرؒ کی ہیں

ان میں سے کسی ایک کے کردار کو سامنے رکھ کر زندگی کی راہیں متعین کی جاسکتی ہیں، خاص طور پر جناب میثم تمار کو دیکھیں کہ ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہیں صلیب پر الٹا لٹک کر فضائل بیان کرنا یہ جہاد باللسان کی عظیم مثال ہے

ع......

آں راز کہ در سینہ نہاں است نہ وعظ است

بر دار تواں گفت ، بہ منبر نتواں گفت

اگر منتظرین جماعت کی شکل میں ہیں تو پھر یہ غزوہ انتظار ہے فرداً فرداً جہاد نہیں ہے
جب غزوات و سرایہ میں لشکر خیمہ زن ہوتے تھے تو ان میں تقسیم کار رہوتا تھا
کچھ لوگوں کے ذمہ طعام وقیام ہوتا تھا، کچھ لوگ ہتھیاروں کو صیقل کرتے تھے جب لشکر دشمن کے مقابلے میں خیمہ زن ہو جاتا ہے تو پھر وہ میدانِ جنگ آرام گاہ نہیں ہوتی
اس لشکر انتظار میں جس شخص کا جذبۂ دعا ناقص ہے گویا یہ شخص میدان جہاد میں نہتا ہے اور ہلاکت کی طرف بڑھ رہا ہے اگر درست موازنہ کرنا ہو تو یوں سمجھ لیں کہ منتظرین دعا کیلئے جمع ہیں اگر فرداً فرداً کسی کو دعا کی ڈیوٹی دی جاتی ہے تو ایسے ہے جیسے قدیم جنگوں میں بڑے بڑے پہلوان اجتماعی جنگ سے پہلے ایک ایک لڑتے تھے اور اپنے جوہر دکھاتے تھے یہاں محرابِ عبادت میدانِ جنگ ہے اس میں ابلیس اور نفس کے مقابلہ میں ایک ایک جوان کو بھیجا جاتا ہے
دوستو یہ بات یاد رہے کہ دورانِ دعا اونگھنا دعا و انتظار کے ساتھ مذاق ہوتا ہے
آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دعا گو محراب عبادت میں پہنچتے ہی بیمار چوزے کی طرح اونگھنا شروع کر دے تو ابلیس کا لشکر اس پر حملہ کرے گا یا اس کے گرد جمع ہو کر ہوٹنگ کرے گا جب تک یہ دعا میں اونگھتا رہے گا وہ قہقہے لگاتے رہیں گے کہ ذرا میدان میں جنگ کیلئے آنے والے پہلوان کی حالت دیکھو
جہاد میں فرداً فرداً جنگ کے بعد اجتماعی جنگ ہوتی ہے جہاں دونوں طرف فوجیں

ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتی ہیں اسی طرح جب منتظرین اجتماعی طور پر مل کر دعا کرتے ہیں تو یہ اجتماعی جہاد کی طرح ہوتا ہے جس سے ابلیس کا لشکر بوکھلا جاتا ہے۔ اجتماعی جنگوں میں بعض بڑے اصحاب بھی فرار ہوئے ہیں اور اللہ جل جلالہ نے ہر مفرور پر لعنت بھی فرمائی ہے کیونکہ جہاد سے بھاگنا بھی شرک کے برابر ہے

یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بعض بزرگ تو اس طرح فرار ہوتے تھے کہ گھر پہنچ جاتے تھے اور بعض گھر سے بھی چند میل آگے چلے جاتے تھے اسی طرح جہادِ انتظار میں بھی ایک فرار ہے یعنی اجتماعی دعا میں یا انفرادی دعا میں جو شخص دعا کرتے کرتے اچانک گھر پہنچ جاتا ہے یعنی اس کی توجہ گھر کے امور کی طرف چلی جاتی ہے اور تصور کی سکرین پر گھر کے مناظر دیکھنا شروع کر دیتا ہے یہ اس مفرور کی طرح ہے جو جہاد سے بھاگ کر گھر پہنچ جاتا ہے وہاں جسمانی جنگ تھی تو جسم بھاگتا تھا یہاں ذہنی جنگ ہے تو یہاں ذہن بھاگ جاتا ہے جتنا خطرناک وہاں کا فرار ہے اتنا ہی خطرناک یہاں کا فرار ہے

یہاں بھی بھاگنے والے بعض گھر سے بھی کوسوں آگے چلے جاتے ہیں اس لئے ہمیں بھی ان اقدام پر غور کرنا ضروری ہے کہ ابلیس کی ذراسی چال اگر ہمیں فرار پر مجبور کر دے تو ہم کیسے مجاہد ہیں؟

دوستو!......ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جو لوگ احد یا خندق وخیبر کی جنگوں میں بھاگے تھے ان پر ہنسنے کا ہمیں تو کوئی حق حاصل نہیں ہے کیونکہ انہیں بیگمات بتاتی تھیں کہ یہ تمہارا گھر ہے پھر وہ دو تین دن بعد آ تو جاتے تھے اور جو دعا ختم ہونے کے بعد بھی ذہنی طور پر گھر ہی ہوتا ہے وہ ان فرار ہونے والوں پر کیوں قہقہے لگائے؟

www.khrooj.com

دوستو!......میدان جنگ آرام گاہ نہیں ہوتا یہاں جتنا وقت مصروفِ جہاد رہنا پڑتا ہے ہر لمحہ زندگی کا خطرہ رہتا ہے ذراسی غفلت گردن اڑا دیتی ہے دشمن کی سینکڑوں چالیں ہوتی ہیں۔ایک مقولہ ہے کہ''جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے''

شہزادہ جناب امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام نے ارزق شامی ملعون سے فرمایا تھا کہ تو خود کو جنگ کا بہت بڑا ماہر سمجھتا ہے جبکہ تجھے جنگ کرنے کی چالیں بھی معلوم نہیں، اس نے عرض کیا مجھے سمجھ نہیں آئی فرمایا تو خود کو بڑا شاہسوار مانتا ہے اور جلدی میں تو یہ بھی نہیں دیکھ سکا کہ تمہارے گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہے اس نے فوراً حیرت سے جھک کر دیکھا تو فرمایا یہی تو تجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ میدانِ جنگ ہے، یہ کہہ کر تلوار کا وار کیا اور گردن اڑادی یعنی میدانِ جنگ میں ذراسی غفلت گردن کی دشمن ثابت ہوتی ہے اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو منتظر خود کو میدانِ نصرت میں لا کھڑا کرتا ہے کیا وہ غافل تو نہیں ہے؟ اگر غافل ہے تو اسے ہلاکت سے حفاظت کی ضمانت کس نے دی ہے؟

نگرانی

دوستو!...... جب مجاہد اجتماعی جنگ میں شریک ہو جاتا ہے تو پھر وہ سپہ سالار کا مکمل پابند ہوتا ہے یعنی جب وہ کہے جنگ شروع کردو، جب روکے رک جاؤ، جدھر چاہے بھیج دے، جہاں جی چاہے کھڑا کر دے، پوری فوج کی تقسیم کار سپہ سالار کے ذمہ ہوتی ہے، کیونکہ فوجوں میں صرف لڑنا تو نہیں ہوتا کسی نے انہیں پانی پلانا ہے، کسی نے کھانا تیار کرنا ہے، کسی نے ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے ہیں، کسی کو صرف نگرانی پر لگا دیا جاتا ہے، نگرانی اجتماعی بھی ہوتی ہے اور انفرادی بھی، نگرانی کے دوران عبادات بھی حرام ہوتی ہیں اور یہی نگرانی ہی عبادت ہوتی ہے مثلاً ایک غزوہ میں

www.khrooj.com

لشکر جا رہا تھا راستہ میں رات ہوگئی شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو افراد کو فرمایا کہ تم نے رات کو جاگنا ہے نصف شب تک ایک شخص اور دوسری نصف شب دوسرا شخص جاگ کر پہرا دے گا دوسرا نصف شروع ہوا تو وہ مجاہد پہرہ دیتے دیتے سوچنے لگا کہ شب کا آخری حصہ اعمال کی مقبولیت کا وقت ہوتا ہے کیوں نہ میں بیکار جاگنے سے نوافل شب ادا کرلوں یہ سوچ کر اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی، اسی رات کو دشمن نے شب خون مارنے کا پروگرام بنایا اور انہوں نے ایک آدمی کو بھیجا کہ ذرا جا کر دیکھ آؤ کہ کیا واقعی اسلامی لشکر کے سبھی افراد سو چکے ہیں وہ جاسوس آیا تو اس نے دیکھا ایک شخص تاریکی میں کھڑا ہے مگر وہ ہلتا نہیں اس نے سوچا شاید تاریکی میں یہ کوئی جھاڑی وغیرہ ہے انسان ہوتا تو چلتا پھرتا یہ ایک ہی مقام پر ساکت کھڑا ہے، ادھر مجاہد صاحب نے قیام میں کوئی لمبی سورۃ شروع کر رکھی تھی آخر جاسوس نے انتظار کے بعد تحقیق کیلئے کہ یہ واقعی انسان ہے یا کچھ اور اس نے ایک تیر مارا جو اس کے کان کے قریب سے گزرا، اس نے جلدی جلدی نماز ختم کرنے کا پروگرام بنایا ادھر کوئی دوسرا شخص جاگ رہا تھا اس نے پورے لشکر کو بیدار کر دیا جب اس نمازی نے نماز ختم کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے یہ کیا شیطانی عبادت شروع کر رکھی تھی تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے پوری فوج کی گردنیں تمہارے پاس امانت رکھی ہوئی تھیں اور تو ان سے غافل ہوگیا، تو خائن ثابت ہوا ہے اور بروز قیامت میری ساری فوج کا خون تمہاری گردن پر ہوگا اور تمہیں اس فوج کے قاتل کی حیثیت سے لایا جائے گا

اس سے ثابت ہوا کہ نگرانی کے دوران اونگھنا سونا وغیرہ تو کجا عبادت کرنا بھی حرام

ہے کیونکہ نگران پوری فوج کے جان و مال اور ناموس کا امین ہوتا ہے

تقسیم امور

دوستو!......غزوات وسرایہ میں سپہ سالار کی نافرمانی کرنے والوں پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی لعنت ہوتی ہے جیسے جیش اسامہؓ بن زیدؓ کے وقت فرمایا گیا تھا کہ جو اسامہ بن زید کی نافرمانی کرے گا اور اس لشکر میں شریک نہ ہوگا اس پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت ہے

دوستو!...... یہ بھی یاد رہے کہ سپہ سالار اگر بیکار بھی کھڑا کر دے تو یہ بھی عین حق ہے، یہ سپہ سالار کو اختیار ہے کہ وہ جس کے سپرد جو کام کر دے اس میں کسی کو چائس (Choice) کا حق نہیں ہوتا ہے

آپ دیکھیں جنگ احد میں شکست کے ظاہری اسباب کیا تھے؟

اسد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ الصلوات والسلام نے ایک دستے کو احد کے درے پر مقرر فرمایا کہ جنگ میں چاہے ہار ہو یا جیت تم نے یہاں سے نہیں ہلنا، جب اولین فتح ہوئی اور لشکر کفار بھاگ کھڑا ہوا تو اصحاب کرام مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور مال تقسیم ہوتا دیکھ کر درے والوں نے درہ چھوڑ دیا نتیجہ یہ نکلا کہ سینکڑوں مومنین شہید ہوئے اسد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کا باعث بھی ان کا یہی قدم تھا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین انتظار کے ذمے جو کام سپرد کیا جاتا ہے اگر وہ کسی ذاتی فائدے کیلئے اس کے خلاف کرتے ہیں تو یہ احد کے درے کے نگرانوں کے بھائی ہیں کیونکہ تقسیم کار میں سپہ سالار کے حکم کی تعمیل واجب ہے

مقصد

دوستو!...... جب تک مجاہدین میدانِ جہاد میں رہتے ہیں ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے ''آخری فتح حاصل کرنا'' منتظرین کے سامنے بھی دورانِ انتظار صرف ایک ہی مقصد ہونا چاہیے اور وہ ہے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کا قیام

دوستو!...... ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ خیبر میں لوگ جنگ کرنے جاتے تھے مرحب کی ایک دھمکی سن کر علم پھینک کر بھاگ آتے تھے اور آ کر سارا غصہ راشن پر نکالتے تھے

ہم جو منتظرین کہلاتے ہیں ہماری روش بھی کہیں ان جیسی نہ ہو کیونکہ مصلائے عبادت ودعا پر تو ہم ''کڑک'' مرغی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں اور دسترخوان پر بڑے چاک وچوبند ہوتے ہیں مگر یاد رکھو میدان جنگ آرام گاہ نہیں یہاں ''دیگ دشمن عناصر'' پر اللہ جل جلالہ کی لعنت ہوتی ہے ایک ذاکر صاحب قصیدہ پڑھ رہے تھے......ع

لڑ موئی پلیٹاں نال ساری آرمی

اور اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ ہماری شان میں نہ ہو ورنہ جنگ کرنا تو کوئی اسد امیرالمومنین علیہ الصلوات والسلام یعنی جناب مالک اشتر سے سیکھے کہ صفین کے میدان میں تین راتیں تین دن یہ گھوڑے کی زین سے نہیں اترے، کبھی کبھی میدان سے باہر چلے جاتے تھے اور کرتا اتار کر خون نچوڑ دیتے تھے پھر وہی کپڑے پہن کر جنگ میں شریک ہو جاتے تھے کیا ہمارا دعائے تعجیل فرج کے معاملے میں یہی طرز عمل ہے؟ اگر نہیں ہے تو ہم کیسے منتظرین ہیں

ترغیبِ باہمی

دوستو!...... جہاد میں ترغیب باہمی بہت اہم چیز ہوتی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ میدانِ خندق میں عمرو بن عبدود ملعون آیا تو اس نے بکواس کی اس وقت شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ☆من لھٰذا الکلب؟ کون ہے جو اس کتے کی زبان بند کرے سب خاموش رہے اور بعض نے تو اصحاب میں تقریر شروع کر دی کہ یہ تو بہت بڑا جوان ہے اس سے لڑنا موت کو دعوت دینا ہے یعنی ایسی تقریر کی جس سے فوج کے حوصلے پست ہو گئے جو لوگ جہاد میں مجاہدین کے حوصلے پست کرنے والی باتیں کرتے ہیں ان پر اللہ جل جلالہ اور اس کے حبیب کی لعنت ہے اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انتظار فرض ہے حق ہے مگر کام بہت مشکل ہے ایسی تقاریر کرتے ہیں جس سے لوگوں کے حوصلے پست ہوتے ہیں وہ بھی خندق کے ان ذلیل لوگوں کے بھائی ہیں جو مجاہدین کے حوصلے پست کرنے میں مصروف تھے یہاں تو یہ فرض ہے کہ مالک کی اطاعت کا حوصلہ پیدا کیا جائے عزم اور ولولے پیدا کئے جائیں ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ نصرت کی ترغیب دینا چاہیے

دوستو!......اس ترغیبِ باہمی میں گستاخیوں کی بھی معافی ہوتی ہے اس میں چھوٹے کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ بڑے کی سرزنش کر سکتا ہے جیسا کہ شب عاشور کا مشہور واقعہ ہے کہ جب شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام کو شمر ملعون نے بلایا تو شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے حکم دیا کہ آپ اس ملعون کی بات سننے ضرور تشریف لے جائیں، شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام تشریف لے گئے، واپس آئے تو راستے میں جناب ظہیرؓ بن قینؓ کو منتظر پایا، انھوں نے کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام کو کاندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر گستاخانہ لہجے

میں عرض کیا کہ آقا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی والدہ پاک صلوات اللہ علیہا سے شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے صرف اس لیے عقد فرمایا تھا کہ ان کے بطن اطہر سے پیدا ہونے والا میرا ایک بیٹا میری نیابت میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرے گا، آج آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ بہنوں اور بھائیوں کو چھوڑ جانا وفا کے بالکل خلاف ہے اگر واقعی آپ نے نصرت نہ کرنے کی سوچ لی ہے تو آپ کا سب سے بڑا مخالف میں ہوں آپ کو پہلے مجھ سے لڑنا پڑے گا، یہ بات جناب ظہیر نے اس درجہ جذبات سے کہی کہ شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام نے رو کر گلے سے لگا لیا اور فرمایا تو غیر ہے تجھے اتنا احساس ہے میں تو پھر بھی غلام ہوں یعنی ترغیب نصرت میں گستاخیوں کی معافی ہوتی ہے

آیئے دوستو...... ہم سب مل کر دعا کریں کہ رب جلیل جل جلالہ سارے مومنین کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب مل کر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام میں شریک ہوں اور ہمیں وہ روز انتقام دیکھنا جلدی نصیب ہو کہ جس روز اولین و آخرین کے مظلومین کا انتقام لیا جائے گا اور تمام مظلومین کا انتقام کیلئے ترستا ہوا دل ٹھنڈا ہو گا

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك
ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب دوازدہم

نصرتِ دعا

اے حاملین جذبۂ نصرت!

اسلام میں ایک مخصوص مکتبۂ فکر ایسا ہے جو ہمیشہ سے دعا کے خلاف رہا ہے اور وہ ہر قسمی دعا کی کسی نہ کسی صورت میں نفی کرتا رہا ہے اگرچہ آیات واحادیث و فرامین میں دعا کی شدید تاکید موجود ہے لیکن اس کے باوجود وہ مکتبۂ فکر ہمیشہ دعا کے خلاف رہا ہے یہاں تک کہ وہ ایصالِ ثواب و دعائے مغفرت تک کی نفی کرتا رہا ہے نمازوں میں اور فوت شدگان کیلئے بھی دعا کرنے سے روکنے میں مصروف رہا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت دنیا کے کلاسیکل مذاہب (Classical Religions) جن کی تعداد 8 ہے اور نان کلاسیکل مذاہب (Non Classical Religions) جن کی تعداد 900 کے قریب ہے اور ''سب رلیجنز'' (Sub Religions) یعنی مذاہب کے اندران کی جو شاخیں یا برانچز ہیں (Branches) جنہیں مکاتیبِ فکر [سکولز آف تھاٹس (Schools of thoughts)] کہا جاتا ہے 9 ہزار سے کچھ اوپر ہیں ان میں سے سوائے ایک دو مکاتیبِ فکر کے باقی سب دعا کے قائل ہیں اور دعا کو مذہب کا بنیادی رکن مانتے ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہودی ہیں، عیسائی ہیں، جین ہیں، ہندو

ہیں، بدھ ہیں، سکھ ہیں، زرتشت ہیں، شنتیوز ہیں یا مسلمان ہیں یہ سب دعا کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ دعا کے بغیر مذہب کو ادھورا سمجھتے ہیں

دعا تھراپی Dua Therapy

دوستو!...... جب ہم مذاہب کی بات کرتے ہیں تو عمومی طور پر جدید سائنس گزیدہ افراد اسے میتھالوجی (Mythology) یعنی دیومالائیت سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیتے ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ میں ان مومنین سائنس کو جدید سائنس اور دعا کے بارے میں کچھ معروضات پیش کروں کیونکہ وہ لوگ اللہ جل جلالہ کے فرمان کو بھی اس وقت قبول کرتے ہیں جب یورپ سے اسے قبول کرنے کا گرین سگنل(Green Signal) مل جائے

دوستو!...... جدید سائنسی مطالعے نے عبادت گاہ اور لیبارٹری کے درمیانہ خلیج کو پاٹ دیا ہے مثلاً جدید ریسرچ (Research) بتاتی ہے کہ جو لوگ ہفتے بھر میں اوسطاً ایک مرتبہ ہی روحانی اعمال و دعا صدق دل سے کرتے ہیں ان کی زندگی میں عام لوگوں کے مقابلہ میں سات سال کا اضافہ ہو جاتا ہے

1998 میں نارتھ کیرولینا درہم میں ڈیوک یونیورسٹی میڈیکل سینٹر کے ڈاکٹر ہیرالڈ کونگ اور ڈیوڈ لارسن نے اپنی تحقیق کے بعد بتایا کہ ''جو لوگ ہر ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ روحانی مشق یا دعا کرتے ہیں وہ ہسپتال کم جاتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو باقی لوگوں کی نسبت وہ جلد شفایاب ہو جاتے ہیں

کچھ محققین نے روحانیت اور علاج کی بڑی اچھی تاویلات کی ہیں جن میں واشنگٹن میں ہاورڈ یونیورسٹی آف میڈیسن کے سائیکاٹرسٹ(Psychiatrist) مارٹن جونز شامل ہیں انہوں نے روح اور شفا کے ربط پر بہت کام کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''ہم بہت سی

دواؤں کے میکانزم (Mechanism) سے لاعلم ہیں ہم محض انہیں ان کے اسباب اوراثرات سے شناخت کرتے ہیں'' بالکل اسی طرح ہم کسی آدمی پر پڑنے والے روحانی شعور کے اثرات کو بھی بیرونی طور پر دیکھ سکتے ہیں تو پھر ہم ایسا کیوں نہیں کرتے ؟ یقین جانئے یہ بہت طاقتور ہے ۔میں نے پڑھا ہے کہ بحث مباحثہ سے ہٹ کر تحریری صورت میں ایسے ثبوت موجود ہیں کہ جو سٹریس (Stress) قوت مدافعت کو کمزور کر دیتے ہیں

ڈاکٹر میتھیوس اپنے مریضوں کو دوا کے ساتھ بائیبل کی کسی نہ کسی دعا کی پرچی بھی پڑھنے کیلئے دیتا تھا اس لئے اس کے مریض جلدی صحت یاب ہو جاتے تھے اور لوگ آج تک اسے جادوگر کہتے ہیں

1992 تک متحدہ ہائے امریکہ کے 125 میں سے 50 میڈیکل اسکولوں میں روحانیت کو بطور نصاب شامل کیا گیا - جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں میڈیکل کے پہلے سال میں ایک مضمون ''روایات میں صحت کی حفاظت'' کے نام سے نصاب میں شامل کیا گیا

دعا کے حوالے سے حکیم محمد سعید ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ ''دعا کرۂ ارض کی کشش کی طرح ایک حقیقی اور واقعاتی طاقت ہے جب ہر قسمی تدبیر ناکام اور دوا بے سود ہو جاتی ہے تو عاجزانہ دعا کی برکت سے بیماری اور غم واندوہ کی گھٹائیں حیرت انگیز طریقے سے چھٹ جاتی ہیں''

دنیا بھر کے بیشتر ڈاکٹرز نے بھی اس مسلمہ حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ شفا کسی اور قوت سے ملتی ہے ہم معالجین تو اس شفا کا ذریعہ بنتے ہیں ہم ایک ہی مرض میں مبتلا

دو مریضوں کو یکساں دوا دیتے ہیں یا ایک ہی نوعیت کا آپریشن کرتے ہیں اس کے علاوہ دونوں مریضوں کو لاحق خطرات کی نوعیت بھی یکساں ہوتی ہے لیکن پھر بھی ان میں سے ایک صحت یاب ہو جاتا ہے اور دوسرا زندگی کھو بیٹھتا ہے تو ثابت ہوا کہ شفا ہم نہیں دیتے ہاں جن لوگوں کے ورثا دعائیں کرتے ہیں وہ جلدی تندرست ہو جاتے ہیں

مثال کے طور پر نیو انگلینڈ جنرل آف میڈیسن (Genral of Medicine) کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور مادیت پرست ملک کی ایک تہائی آبادی دعا کے طریقۂ علاج سے استفادہ کرتی ہے امریکی جریدے نیوز ویک کے سروے کے مطابق 82 فیصد لوگ اپنی فیملی کی صحت وتندرستی اور ملازمتوں کیلئے دعائیں مانگتے ہیں، 75 فیصد لوگ اپنی ذاتی برائیوں کو دور کرنے کی دعا مانگتے ہیں، 87 فیصد لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ دعاؤں کو سنتا ہے، 36 فیصد لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نوکری یا کامیابی کیلئے کبھی دعا نہیں مانگی، 25 فیصد افراد ہفتے میں کئی دن خدا کی عبادت اور دعا کرتے ہیں، دعا کے ذریعے علاج یعنی دعا تھراپی کو آج سائنسی طریقے سے سمجھنے پر کافی کام ہو رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ سائنس دعا کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے وسیع حلقے کے پیش نظر اور خود سائنسدانوں کے بے شمار ماوریٰ الحواس تجربات کی وجہ سے بالآخر دعا پر تحقیق کرنے پر مجبور ہوگئی سائنس دانوں کی 25 سالہ تحقیق کے مطابق اگر کوئی شخص خاموشی سکون اور یکسوئی کے ساتھ ذکر یا دعا میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کا جسمانی نظام خود بخود ایسی نفسیاتی تبدیلیاں پیدا کر لیتا ہے جس سے میٹابولزم (Metabolism) رفتار قلب rate of heart اور رفتار تنفس

آہستہ brain waves اور دماغی لہریں بتدریج کم ہو جاتا ہے (rate of breathing)
ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں ذہنی دباؤ stress جو متعدد امراض کا پیش خیمہ ثابت ہوتا
ہے ختم ہو جاتا ہے اور مریض کی شفایابی زیادہ تیزی سے ہوتی ہے جن وجوہات کی بنا
پر خلیوں میں ٹوٹ پھوٹ واقع ہوتی ہے دعا کے باعث اس میں کمی کے نتیجہ میں
خلیات کی عمر بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنی بھرپور خدمات جسم کو پہنچا کر شفایابی کا باعث
بنتے ہیں

دوستو!......عرصہ دراز سے دعا تھراپی کی بدولت ذہنی دباؤ اور پژمردگی پر قابو پانے
کیلئے پیش رفت ہو رہی ہے حالیہ ریسرچ (Research) سے واضح ہوا ہے کہ ہمارے
جسم کے پیرا سیم پیتھٹک سسٹم parasympathatic system پر دعا کے بہت ہی منفعت
بخش اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کے علاوہ ہمارے جسم میں ایک اور نظام سیم
پیتھٹک sympathatic system بھی کام کرتا ہے اول الذکر نظام کے تحت دل کی
دھڑکن کا آہستہ ہونا، خون کی رفتار کم ہونا، پتلیوں کا سکڑنا اور جسم کے مختلف مادوں
اور غدود کی حرکات وقوع پذیر ہوتی ہیں جبکہ سیم پیتھٹک نظام sympathatic
system دل کی دھڑکن کی تیزی،، خون کی رفتار کی تیزی اور آنکھوں کی پتلیوں کے
پھیلنے کو کنٹرول کرتا ہے پیرا سیم پیتھٹک سسٹم parasympathatic system انسانی
ارادے اور اختیار سے آزاد ہوتا ہے مثال کے طور پر ہمارا سانس لینے کا عمل فطری
ہے اگر ہم ارادے و اختیار سے سانس کو کچھ دیر کیلئے روک بھی لیتے ہیں تو تھوڑا وقفہ
گزرنے پر دم گھٹنے لگتا ہے اور ہم سانس لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اسی سے ملتا جلتا
معاملہ دل کی دھڑکن کے ساتھ بھی ہے ماہرین کے مطابق تمام جسمانی، نفسیاتی اور

دماغی امراض جن میں عارضۂ قلب، فالج، ڈپریشن، قوت مدافعت میں کمی وغیرہ اسی نظام کے بگاڑ کی مرہون منت ہے

دعا تھراپی پر کی جانے والی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ دعا میں یکسوئی، ذہنی سکون اور کسی ایک جانب توجہ مرکوز ہونے کی بدولت اعصابی نظام پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں انسانی جسم میں امراض کے پنپنے کا دارومدار جسم میں موجود قوتِ مدافعت (Resistance Power) کی کارکردگی پر بھی ہے اس نظام کی کارکردگی اور جسم میں موجود غدود (Glands) کی صحت براہ راست متناسب ہوتی ہے لہٰذا غدود جس قدر صحت مند ہوں گے قوت مدافعت بھی اتنی ہی مستحکم ہوگی غدود کی صحت کا راز زیادہ سے زیادہ پرسکون رہنے اور مثبت طرزِ فکر اور طرزِ زندگی اپنانے میں مضمر ہے اس لحاظ سے بھی دعا کی اثر انگیزی بلا شرکتِ غیرے ثابت ہو جاتی ہے۔ نارتھ کیرولینا میں ہونے والی ایک تحقیق نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خدا سے رجوع کرنے والے مریض عام افراد سے 5 فیصد کم اینٹی بائیوٹکس (Antibiotics) استعمال کرتے ہیں ان میں پھیپھڑوں کا مرض بھی تین فیصد کم ہوتا ہے اور انہیں مصنوعی تنفس دینے کی ضرورت بھی بالعموم نہیں پڑتی

نارتھ کیرولینا میں ہی 112 خواتین پر ہونے والی تحقیق نے یہ بھی ثابت کیا کہ وہ خواتین جنہیں خدا کی ذات پر پختہ یقین ہوتا ہے انہیں فشارِ خون کے مسائل کا کم سے کم سامنا کرنا پڑتا ہے سائنسداں یہ واضح کر چکے ہیں کہ (Aura) یا روشنی کا ہالہ ایک نہایت حساس چیز ہے جس میں نہ صرف طیاروں کی پرواز اور بجلیوں کی کڑک ہی سے لہریں اٹھتی ہیں بلکہ تارِ رباب کی جنبش سے بھی وہاں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے

ماہرین کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ خیال وارادہ سے بھی ہالے میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے جب ہم دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہمارے گداز واضطراب کی لہریں اس ہالے میں ہیجان برپا کر دیتی ہیں جب اس کا یہ تموج وہاں کی فیض رساں طاقتوں سے ٹکراتا ہےتو وہ متاثر ہوتی ہیں اور جواباً یا تو خود ہماری مدد کوپہنچتی ہیں یا پھر ہالے میں کوئی لہر اٹھادیتی ہیں جو ہمارے دماغ میں پہنچ کر ایسی تجویز بن جاتی ہے جس پر عمل کرنے سے دکھ دور ہوجاتا ہے

دوستو!...... جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے متعلق اپنے تمام تر جذبات اور عجز و انکساری کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اس کے ذہن میں اس فرد کا واضح تصور ہوتا ہے کیونکہ قانون تجاذب کے تحت کائنات کے تمام اجسام آپس میں کشش رکھتے ہیں اور تمام اجسام سے مقناطیسی شعاعیں خارج ہوتی ہیں اس لیے دعا کے کچھ نہ کچھ اثرات متعلقہ فرد پر کسی حدتک ضرور مرتب ہوتے ہیں اس کے علاوہ اس میں کچھ اضافی حواس کا بھی عمل دخل ہوتا ہے جو ایک اطلاع کو دوسرے جسم میں منتقل کرتے ہیں ان حواسوں کو لاشعوری حواس کہتے ہیں جو بالعموم خواب کی حالت میں جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں ان تمام باتوں کے باوجود سائنس اس چیز سے پوری طرح واقف نہیں ہوسکی ویسے بھی جو باتیں محسوسات یا احساسات پر مبنی ہوتی ہیں سائنس کیلئے ان کا کھوج لگانا مشکل ہوجاتا ہےلیکن پھر بھی دنیا بھر کے سائنس داں اس ضمن میں شب وروز مصروف تحقیق ہیں

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے کہ سائنس اسلامی طرز دعا کو پوری طرح قبول کرلے

www.khrooj.com

دوستو! ...... یہ بھی ایک سانحہ یا ٹریجڈی (Tragedy) ہے کہ اسلام کے اندر ہی کچھ ایسے مکاتیب فکر موجود ہیں جو دعا کے کلی طور پر منکر ہیں اور اپنی پوری توانائیوں کو انکارِ دعا پر صرف کر رہے ہیں حالانکہ وہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ذات واجب الوجود جل جلالہٗ نے کچھ لوگوں کے سوال کے جواب میں بڑے واضح الفاظ میں آگاہ فرمایا ہے کہ

☆وَاِذَا اسَاَلَكَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیب اُجِیبُ دَعوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیَستَجِیبُوا لِی وَلیُومِنُوا بِی لَعَلَّهُم یَرشُدُونَ...... (البقرہ آیہ 186)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں (تو فرما دیں) یقیناً میں (ان کے) نزدیک ہی ہوں، جب بھی مجھ سے کوئی دعا مانگتا ہے میں قبول فرماتا ہوں، پس ان کو چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ رشد وہدایت پائیں

بات یہاں تک رکی نہیں ہے بلکہ اس بے نیاز ازل جل جلالہٗ نے یہاں تک فرمایا ہے

☆قل ما یعبوا بکم ربی لولا دعآوکم...... (الفرقان آیہ 77)

(اے رسولؐ!) فرما دیجئے کہ اگر تم دعا نہ کرتے ہوتے تو میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ ہی نہ ہوتی یعنی اگر تم دعا نہ کرو تو اللہ جل جلالہٗ کو تمہاری کوئی ضرورت ہی نہیں ہے

دوستو! ...... دعا کے اثبات کیلئے کسی بڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے اور اب تو وہ مکتبہ فکر جو دعا کا منکر تھا وہ بھی آہستہ آہستہ دعاؤں کی طرف مائل ہو رہا ہے

شانِ مسئول واوقاتِ سائل

اب دعا کے اثبات کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب دعا کرنا جائز ثابت ہو چکا ہے تو پھر انسان کو کیا دعا کرنا چاہیے؟ یعنی دعاؤں میں بھی بعض کو بعض پر فضلیت ضرور

ہو گی اس لئے دعاؤں میں سے سب سے افضل دعا کون سی ہے اور اس کی فضیلت کا پیمانہ وکسوٹی کیا ہے؟

دوستو!......اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انسان دعا تو ہر قسمی کر سکتا ہے مگر اس میں دو چیزوں کو سامنے رکھنا بڑا ضروری ہوتا ہے

() سائل کی اوقات وقابلیت () مسئول کی استعداد وشان

اس بات کو واضح کرنے کیلئے عموماً میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک بھکاری آیا اور اس نے رو رو کر اپنی بپتا سنائی تو بادشاہ کو بڑا رحم آیا اس نے شاہانہ انداز میں اسے کہا دیکھو اب رونا دھونا بند کرو اب جو مانگنا چاہو وہ مانگ لو

اس بھکاری نے کہا بادشاہ مجھے ایک روپیہ دے دے بادشاہ نے جب یہ سنا تو حکم دیا کہ اس ذلیل کو جوتے مارو جب اسے جوتے پڑے تو اس نے مارنے والے سے پوچھا بھائی تم مجھے کیوں مار رہے ہو؟ اس نے جواب دیا او احمق تجھے بادشاہ نے کہا تھا جو مانگنا چاہے وہ مانگ اور تم نے ایک روپیہ مانگ کر اس کی توہین کر دی ہے اگر مانگنا تھا تو کوئی بڑی چیز مانگتا اس بھکاری نے کہا اب مجھے چھوڑ دو میں بادشاہ سے ایک بڑی چیز مانگنا چاہتا ہوں اسے چھوڑ دیا گیا تو اس نے تخت کے سامنے آ کر دونوں گھٹنے ٹیک کر ہاتھ باندھ کر کہا بادشاہ تو مجھے اپنی شاہی دے دے

بادشاہ نے دوبارہ حکم دیا اسے جوتے مارو اب اس نے سوال کیا اب مجھے جوتے کیوں پڑ رہے ہیں؟ اس مارنے والے نے کہا پہلا سوال جو تو نے کیا تھا وہ بادشاہ کی شانِ ہستی کے خلاف تھا اس لئے جوتے پڑے اور دوسرا سوال کرتے ہوئے تم اپنی اوقات بھول گئے کہ تیری کیا ہستی ہے کہ تو بادشاہی کر سکے

اس بات سے ثابت ہوا کہ انسان کو اپنی اوقات و وقعت کو بھی سامنے رکھنا لازم ہوتا ہے اور دوسری طرف اللہ جلالہ کی شان وعظمت وجلالت و وسعتِ عطا کو بھی سامنے رکھ کر سوال کرنا ہی مناسب ہے

ویسے تو اس کریم ازل سے کوئی انسان اپنی بکری کیلئے گھاس بھی طلب کرے تو وہ درگزر فرماتا ہے اگرچہ یہ سوال اس کی شان کے منافی ہے مگر وہ اپنی کریمی و رحیمی کا مظاہرہ فرماتا ہے لیکن ایک ذی عقل وشعور انسان کیلئے دعا کے انتخاب میں جلد بازی نہیں کرنا چاہیے

درجاتِ دعا

دوستو! اب یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ جب ہمارے سامنے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہم دعا کر سکتے ہیں اور دعا مؤثر بھی ہے تو پھر ہمارے لئے یہ معلوم کرنا بڑا ضروری ہوگا کہ ہم نے دعا تو کرنا ہے مگر دعا کیا کرنا چاہیے؟ ہمارے لئے سب سے مفید دعا کون سی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس پیمانے کو تلاش کرنا چاہیے کہ جس کے ذریعے ہم یہ جان سکیں کہ کون سی دعا کس درجے کی ہے دعا کے بہتر سے بہترین کے پرکھنے کا ہمیں پیمانہ معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ ہم کوئی ادنیٰ دعا کرنے کی بجائے اعلیٰ دعا کر سکیں

دوستو! ...... آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام نے ہمیں یہ پیمانہ عطا فرمایا ہوا ہے کہ

"ہر وہ دعا جس کی افادیت کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو، زیادہ سے زیادہ وقت کا حامل ہو، زیادہ سے زیادہ افراد پر اور زیادہ سے زیادہ خیر پر محیط ہو"

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ایسی دعا سب سے بہتر واعلیٰ دعا ہے جس میں یہ شرائط ہوں

( ) جس دعا کا فائدہ بہت زیادہ ہو

( ) جس دعا کا اثر مخلوقِ عالم کے بہت بڑے حلقے تک پھیلا ہوا ہو

( ) جس دعا میں طلب کی جانے والی چیز کا اثر زیادہ سے زیادہ وقت تک باقی رہے مثلاً ایک انسان سے کہا جاتا ہے تو ہم سے کچھ مانگ لے اور وہ ایک رومال مانگتا ہے تو وہ رومال چند دن رہنے کے بعد بوسیدہ ہو جائے گا لیکن وہ ایک یاقوت طلب کرتا ہے تو وہ اس رومال سے زیادہ دیرپا ہوتا ہے اس لئے رومال مانگنے سے یاقوت مانگنا زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ رومال کسی بنیادی وبقائی مسئلہ کا حل نہ ہو

( ) جس دعا میں زیادہ سے زیادہ مخلوقی افراد کا فائدہ ہو یعنی صرف انسان ہی نہیں بلکہ جمادات، نباتات، حیوانات وانسان وغیرھم شامل ہو جائیں اور اس سے مستفید ہو سکیں

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک غریب آدمی غربت دور ہونے کی دعا کرتا ہے اور بھوک اور فاقہ کشی سے نجات کی دعا کرتا ہے تو اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً

(i) وہ اپنی ذات کی غربت دور ہونے کی دعا کرتا ہے (ii) وہ اپنے گھر کے سارے افراد کی غربت دور کرنے کی دعا کرتا ہے (iii) وہ اپنے قبیلہ کی غربت دور کرنے کی دعا کرتا ہے (iv) وہ پورے ملک کے غریبوں کی غربت دور ہونے کی دعا کرتا ہے

(v) وہ ساری انسانیت کیلئے فاقہ کشی سے نجات کی دعا کرتا ہے (vi) وہ پوری مخلوق خدا کی بھوک افلاس اور فاقہ کشی سے نجات کی دعا کرتا ہے

یہ دعا کے چھ درجات ہیں ان میں سے دعا کا ہر وہ درجہ بلند مانا جاتا ہے جس کا دائرہ

www.khrooj.com

زیادہ وسیع ہے کیونکہ فرد کا اپنی ذات کیلیئے کچھ طلب کرنا خودغرضی شمار ہوتا ہے اور اپنی ذات کے دائرے سے نکل کر انسان جتنا زیادہ پھیلتا چلا جاتا ہے اور اس کی افادیت کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ خلق خدا اس کی دعا کے فائدے میں آتی چلی جاتی ہے اس کی دعا کی فضیلت بڑھتی چلی جاتی ہے

آپ نے بھی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ جب شہنشاہِ دارین سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہماری قمیص ہمارے حبیب جناب اویس کرنی رحمۃ اللہ علیہ کو دی جائے جب وہ قمیص ان تک پہنچائی گئی تو اس وقت خلیفہ ثانی بھی ان قمیص پہنچانے والوں میں شامل تھے انہوں نے عرض کیا جناب آپ ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، اس وقت جناب اویس کرنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم یہ قمیص مبارک ہاتھوں پر لے کر ساری کائنات کے گناہ گار مومنین کیلیئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں اگر تم بھی مومنین میں شامل ہو تو ہماری دعا تمہیں بھی پہنچ جائے گی اور اگر مومنین میں تم شامل نہیں ہو تو پھر ہماری دعا سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا یعنی جناب اویس کرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی فردِ واحد کیلیئے دعا نہیں فرمائی بلکہ انہوں نے دیکھا کہ شہنشاہ کائنات سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک ہاتھوں پر لے کر جو دعا کی جائے گی وہ کبھی بھی رد نہیں ہوگی تو انہوں نے اپنی ذات سے ماوریٰ ہو کر دعا کا دائرہ افادیت بڑھایا اور امت مسلمہ کے سارے مومنین کو اپنی دعا میں شامل فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ سب سے افضل دعا وہ ہے جس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ افراد کو پہنچے جیسا کہ احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ انسان جو دعا اپنے لئے کرتا ہے اس کی جزا ایک گنا ہوتی ہے اور کسی مومن بھائی کیلیئے جو غائبانہ دعا کی جائے اس کا ثواب ستر گنا

ہوتا ہے اور اگر وہی دعا کسی فوت شدہ مومن کیلئے کی جائے تو اس کا ثواب سات سو گنا ہوتا ہے اور کئی دعائیں ایسی ہیں جن کا ثواب ستر ہزار گنا ہوتا ہے [ستر ہزار کا عدد عرب میں لاتعداد کے معنی میں لایا جاتا ہے] یعنی کئی دعائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا ثواب اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

یعنی ایک انسان اپنے جیسے ایک مومن کیلئے دعا کرتا ہے اس کا ثواب اور ہوگا اور اسی طرح ایک انسان اپنے بزرگوں کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کا ثواب اور ہوگا اسی طرح ایک انسان کسی سیدزادے کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کا ثواب اور زیادہ ہوگا اسی طرح ساری آل محمد علیہم الصلوات والسلام کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کا ثواب اور زیادہ ہوگا اور اسی طرح کوئی انسان اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے دعا کرتا ہے اور وہ بھی ایسی دعا جس میں ساری آل محمد علیہم الصلوات والسلام اور ساری دنیا کے مومنین اور پوری کائنات کیلئے فائدہ ہو تو اس کے اجر و ثواب کی تو کوئی انتہا ہو ہی نہیں سکتی ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم کائنات کی سب سے اعلیٰ دعا کریں یعنی اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت اِلٰہیہ کے قیام کی دعا کریں کیونکہ ان کے قیامِ حکومت ہی سے اولین و آخرین کے مومنین کا بھی فائدہ ہے اور اسی دعا میں کائنات کے ایک ذرے سے لے کر ذات واجب الوجود کی خوشی اور مسرت کا اہتمام ہے اس لئے اس دعا سے بڑھ کوئی دعا ہو ہی نہیں سکتی

دوستو!...... یہ تو آپ جان چکے ہیں کہ ہر وہ دعا سب سے اعلیٰ ہوتی ہے جس کی افادیت کا دائرہ زیادہ وسیع ہو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو چیز مانگی جائے اس کے خصوصیاتی درجات کیا ہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مانگی جانے والی ہر وہ چیز سب سے اعلیٰ تصور ہوتی ہے جس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ دیرا اثر اور افادیت کے لحاظ سے بہت اونچا ہو اس چیز کی مثال کیلئے میں اکثر ایک بڑھیا کی دعا کا تذکرہ کرتا ہوں ۔ایک 80 سال کی غریب بڑھیا جس کی اولاد بھی نہیں تھی اسے کسی نے بتایا کہ لیالی قدر میں اگر شب بیداری کی جائے تو ان میں سے کسی نہ کسی رات کو ایک لمحہ اجابت آتا ہے جس میں ساری دنیا روشن ہو جاتی ہے اور اس وقت جو دعا کی جائے وہ فوراً منظور و مقبول ہو جاتی ہے

اس بڑھیا نے ماہ رمضان میں جاگنا شروع کر دیا اور ایک رات اس نے دیکھا کہ آسمان پوری طرح روشن ہو گیا ہے اس نے فوراً دعا مانگی

الٰہی مجھے اپنی سات بہوؤں کو اپنے اپنے شاہی محل میں سونے کی مدھانی سے دودھ بلوتا ہوا دکھا دے

یہ جملہ دیکھنے میں بہت چھوٹا ہے مگر اس کی جامعیت دیکھیں کہ اس بڑھیا نے کیا کیا مانگ لیا ہے؟

() سات بیٹے مانگے ہیں کیونکہ وہ بے اولاد تھی

() شاہی محل مانگے ہیں کیونکہ اس کے پاس رہنے کو جھونپڑا بھی ٹوٹا پھوٹا تھا

() بچوں کیلئے دولت مندی و ثروت بھی طلب کر لی ہے

() اس کے پاس ایک بکری بھی نہیں تھی مگر اس نے گائے بھینسوں کے ریوڑ بھی مانگ لئے

() سونے کی مدھانی سے اس نے شاہی طمطراق بھی مانگ لیا ہے

( ) یہ کہہ کہ میں اپنی سات بہوؤں کو دیکھوں اپنے لئے طویل زندگی بھی مانگ لی ہے اسی طرح اس کی دعا کا جائزہ لیا جائے تو لاتعداد گوشے اور بھی نکل آئیں گے اور ہمیں اس دعا کی جامعیت پر حیرت بڑھتی چلی جائے گی

دوستو!......انسان کو کوئی ایسی جامع دعا مانگنا چاہیے جس میں اس بڑھیا کی دعا جیسی جامعیت بھی ہو اور اس کے دائرۂ اثر و افادیت میں بڑھیا کی دعا جیسی محدودیت نہ ہو کیونکہ بڑھیا کی دعا اس کی ذات تک محدود تھی بلکہ ایسی دعا ہو جس کا مقصد کائناتی اور آفاقی ہو اور وہ وہی مقصد ہے کہ جو ہمارا موضوعِ گفتگو ہے یعنی حکومت اِلٰہیہ کا کائناتی اور آفاقی قیام اور یہی ہمارا مشن ہے اور یہی سارے انبیا ورسل علیہم السلام کا مشن ہے

تخلیص وخلوص

دوستو جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ درجاتی لحاظ سے سب سے افضل دعا وہ ہے جو خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے کسی مقدس فرد کو کی جائے اور اس سے بھی افضل دعا وہ ہے جو پورے کے پورے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کو کی جائے اب یہاں پہنچنے کے بعد عرض کروں گا کہ عرفائے دوراں رضوان اللہ علیہم کا فرمان ہے کہ تم اپنی ذات کیلئے کبھی بھی کوئی دعا نہ کرو یہ زندگی کے دکھ سکھ تو فطرت کے چاروں موسم ہیں کبھی بہار ہوتی ہے تو کبھی خزاں کبھی گرمی ہوتی ہے تو کبھی سردی مگر یہ موسم کہیں ٹھہرتے نہیں بلکہ جیسے بہار گزر جاتی ہے ویسے ہی گرمی بھی گزر جاتی ہے اور جیسے گرمی گزر جاتی ہے ویسے ہی سردی بھی گزر جاتی ہے اس لئے ان گزرتے موسموں کیلئے اپنے دعا برباد کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ اس دنیا کے دکھوں سکھوں کے موسموں کو اپنے مالک حقیقی کی صوابدید پر چھوڑ دینا چاہیے اور اپنی دعاؤں کو خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کیلئے وقف

کر دینا چاہیے اورا پنے لئے کچھ بھی طلب نہیں کرنا چاہیے

اس بات سے دنیا کا ہر عقل مند انسان واقف ہے کہ انسان کے معمولات میں ترجیحات یا پر یار ٹیز(Priorities) کا عمل لازم ہوتا ہے یعنی انسان کے سامنے اگر کئی کام ہوتے ہیں تو انسان ان میں سے بعض کاموں کو بعض کاموں پر ترجیح دیتا ہے جیسا کہ انسان کے پاس پیسے آئیں تو وہ گھر میں دیکھتا ہے کہ کس کس چیز کی ضرورت ہے مثلاً نئے کپڑوں کی بھی ضرورت ہے اور گھر میں آٹا بھی نہیں ہے اور مکان کی چھت بھی بوسیدہ ہے تو وہ سوچے گا کہ پرانے کپڑوں سے مزید چار آٹھ دن کام چل سکتا ہے اور پرانے مکان میں بھی دو مہینے کام چلایا جا سکتا ہے مگر آٹے کے بغیر بچے ایک رات بھی نہیں گزار سکتے اس لئے وہ اپنی ترجیحات کو ترتیب دے گا اور سب پہلے وہ کھانے کا انتظام کرے گا اس کے بعد کپڑوں کا اس کے بعد وہ مکان کے بارے میں سوچے گا

یعنی انسان کے کاموں میں کچھ پر یار ٹیز(Priorities) ہوتی ہیں اسی طرح دعا کے انتخاب میں بھی کچھ پر یار ٹیز (Priorities) ہوتی ہیں اور جو زیادہ ضروری و اہم دعائیں ہوتی ہیں انسان انہیں اوّلیت دیتا ہے انہیں دیگر دعاؤں سے ترجیح دیتا ہے اسی مثال کو سامنے رکھ کر ہم بھی سوچ سکتے ہیں کہ یہ دنیاوی امور تو ایک جیسے رہنے والے ہوتے نہیں اس کی ہر آنے والی چیز دراصل جانے ہی کیلئے آتی ہے چاہے دکھ ہو چاہے سکھ، چاہے دولت ہو چاہے صحت، چاہے اولاد ہو چاہے کوئی بھی نعمت یہ ساری چیزیں صرف جانے ہی کیلئے آتی ہیں اس لئے ان پر دعاؤں کی دولت لٹانے کی بجائے ہمیں کسی ابدی چیز پر اپنی دعاؤں کو خرچ یا انوسٹ(Invest) کرنا چاہیے

اور وہ واحد چیز ہے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے سوگوار گھر کیلئے ابدی خوشیوں کی طلب یعنی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی دائمی حکومت کیلئے دعا کرنا، اس لئے عرفا فرماتے ہیں کہ تم اپنی دعاؤں کو ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے گھر اطہر کی آبادی کیلئے وقف کر دو یہ کمالِ خلوص ہے، یہ تقاضۂ مؤدت ہے، یہی ثبوت وفا ہے کہ اپنے لئے کچھ بھی طلب نہ کیا جائے اور ہمارا اخلاقی فریضہ بھی یہی ہے

سوال

دوستو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا کہ ہمیں اپنے لئے کچھ بھی طلب کرنے میں کون سی شرعی ممانعت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے شرع شریف میں ممانعت نہیں ہے مگر اخلاقی طور پر انسان کیلئے اس کی ممانعت عائد ہو جاتی ہے اور یہ ممانعت معروف پر عمل کے مترادف ہوتی ہے اور امر بالمعروف ہمارے فروعات میں سے ہے اس لئے اسے بھی شرعی ممانعت کا درجہ حاصل ہوتا ہے اس کیلئے ایک مثال عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے کسی آدمی سے ایک لاکھ روپیہ لینا ہے چاہے وہ کوئی چیز بیچنے کی وجہ سے تھا یا اس نے قرض لے رکھا تھا صورت حال جو بھی تھی آپ نے اس سے ایک لاکھ روپیہ لینا ہی تھا، ایک دن آپ کو ایک ہزار روپے کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ اس آدمی کے دروازے پر جاتے ہیں تا کہ اس سے کہیں کہ وہ آپ کی رقم آپ کو لوٹا دے اور یہ اس پر زیادتی بھی نہیں بلکہ یہ آپ کا اپنا حق ہے اسے لینے میں شرع شریف کی کوئی ممانعت نہیں کہ آپ اپنا حق لے بھی سکتے ہیں اور جبکہ آپ یہ بھی جانتے ہوں کہ وہ یہ رقم دینے کی پوزیشن میں بھی ہے تو پھر آپ کو نہ

دنیا کا کوئی قانون روک سکتا ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی مذہب روک سکتا ہے اس لئے آپ اس آدمی سے اپنے رقم لینے کیلئے چلے جاتے ہیں، جب آپ وہاں جا کر دیکھتے ہیں تو اس کے دروازے پر اس کے جوان بیٹے کی لاش خون میں غلطان پڑی ہے اور وہ اس کے سرہانے بیٹھا رو رہا ہے اور اس کے ہمسائے اور احباب اسے دلاسہ دینے میں مصروف ہیں جب آپ یہ حالت دیکھیں گے تو آپ اس شخص سے اپنا قرضہ بھی طلب نہیں کریں گے کیونکہ اس گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے اور اس حالت میں اپنے مطالبات اس کے سامنے رکھنا اخلاقی طور پر جائز نہیں اور یہ بھی معروف میں داخل ہے اگرچہ وہ آپ کا اپنا حق تھا اور شریعت کی مناہی بھی نہیں تھی، دنیا کا قانون بھی آپ کو نہیں روک سکتا تھا مگر آپ وہاں کوئی تقاضہ نہیں کریں گے اگر ہو سکے گا تو اس کی مزید امداد بھی کریں گے اور اگر اس کی امداد نہ بھی کریں گے تو اپنا قرض نہیں مانگیں گے کیونکہ اس حالت میں اس سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا انسانیت کے خلاف ہے

اب آپ دیکھیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی کیا کیفیت ہے؟

زمانے کے امام کیلئے ماضی حال و مستقبل یعنی تینوں زمانے حالِ جاری کی طرح ہوتے ہیں کیونکہ وہ صاحب الزمانؑ ہوتے ہیں

واقعہ کربلا ان کے سامنے لائیو (Live) چل رہا ہے، انہیں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے لے کر اپنے بابا پاک علیہ الصلوات والسلام تک سب کی لاشیں اپنے آنگن میں رکھی ہوئی نظر آ رہی ہیں، ان کا آنگن ان کے سامنے آج بھی اجدادِ طاہرین علیہم الصلوات والسلام کی لاشوں سے بھرا ہوا ہے، انہیں اپنے پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن آج

بھی بازاروں میں مصروفِ سفر نظر آتے ہیں، انہیں اپنی پاک دادیاں صلوات اللہ علیہن آج بھی ظالم کے دربار میں کھڑی ہوئی نظر آ رہی ہیں، شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام کے بازو آج بھی ان کے سامنے زمین پر پڑے ہوئے ہیں، شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کے سینہ اطہر سے انہیں خون آج بھی مسلسل جاری نظر آ رہا ہے اور ان سارے واقعات کو لائیو (Live) دیکھ کر وہ آج بھی زیارت ناحیہ میں فرما رہے ہیں

☆لابكين لك بدل الدموع دماً

یعنی وہ اپنے جد اطہر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے دکھوں میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں تو کیا اس حالت میں ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم ان کے سامنے اپنے دنیاوی مسائل کی ایک لمبی فہرست رکھ کر عرض کریں کہ آقا پہلے ہمارے مسائل حل فرمائیں [خدانہ کرے] بعد میں آپ سوگ مناتے رہیں پہلے ہماری بیماری، غربت اور پریشانی کو دور فرمائیں

اس کی ایک اور مثال عرض کرتا ہوں شاید میری بات آپ پوری طرح سمجھ سکیں آپ فرض کریں کہ آپ کربلا میں موجود ہیں، واقعہ کربلا ہو رہا ہے، آپ اس وقت موجود ہیں کہ جب شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام تنہا ہیں، سامنے میدان میں جوان بھائیوں اور بیٹوں اور مہمانوں اور اصحاب کی لاشیں خون میں غلطان پڑی ہیں، دوسری طرف آپ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہیں یعنی بخار ہے یا کھانسی ہے یا کوئی مالی پریشانی ہے یا اولاد میں سے کوئی بیمار ہے یا آپ کی اولاد نہیں ہے اور بیٹا چاہتے ہیں جب آپ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں جاتے ہیں تو ان کی یہ کیفیت نظر آتی ہے تو وہاں آپ کیا کریں گے؟

www.khrooj.com

کیا آپ ان سے اپنی پریشانی کا حل طلب کریں گے یا ان کی نصرت کریں گے؟

کیا آپ ان سے اپنے بے اولاد ہونے کا شکوہ کریں گے یا اپنی اولاد ان پر قربان کرنے کی پیش کش کریں گے؟

کیا آپ ان سے صحت اور سلامتی طلب کریں گے یا اپنی جان ان پر فدا کرنے کی کوشش کریں گے؟

کیا آپ ان سے مالی امداد مانگیں گے یا ان پر اپنا سب کچھ لٹانے کی کوشش کریں گے؟

اگر اس عالم میں کوئی وہاں بھی اپنے ہی مسائل کو ترجیح دیتا ہے تو پھر کیا اسے مومن، نام لیوا، محبّ یا شیعہ کہا جا سکتا ہے؟

بات یہی ہے کہ یہی وارثِ دستارِ رسالت عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں اور یہ ذات پاک اپنے دور کے بعینہٖ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں، وہی نور ہے، وہی مصائب سامنے ہیں، وہی صدائے استغاثہ بلند ہو رہی ہے وہی ☆ھل من ناصر ینصرنا...... کی آواز آرہی ہے، وہی تنہائی ہے، تو اس عالم میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

کیا ہمیں ان کی نصرت کی تمنا کرنا چاہیے یا اپنے دنیاوی مسائل کی ایک طویل فہرست ان کے سامنے رکھنا چاہیے؟ جان کی سلامتی، مال کی زیادتی، اولاد کی فراوانی، اقتدار کی کرسی طلب کرنا کیا یہی دوستی اور غلامی کا تقاضہ ہے یا ان سب چیزوں کو بھول بھلا کر ہمیں ان کی نصرت کی تمنا کرنا چاہیے اور ان کی بھرپور نصرت کرنا چاہیے؟ کیا ہمیں نصرت کرنا چاہیے یا اپنی پرتعیش زندگی میں گم ہو کر ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کا راگ الاپنا چاہیے؟

بھائی اس دور میں تو کوئی شریف انسان کسی دکھی انسان کی اگر مدد نہیں کر سکتا تو اسے

اپنی عیاشی اور خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ و وسیلہ بھی نہیں بنا سکتا اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ جب تک ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کا گھر اطہر آباد نہیں ہوتا جب تک ان کے دکھوں کا ازالہ نہیں ہوتا ہمیں صرف ایک ہی دعا کرنا چاہیے اور بار بار ہمیں یہی کہنا چاہیے کہ☆اللهم عجل فرج آل محمد بقائمهم عجل الله فرجه الشريف

ہمیں یہی دعائیں کرنا ہیں کہ اس گھر اطہر سے غموں کا موسم جلدی ختم ہو

اس گھر اطہر میں مسرتوں کی بہاریں فروکش ہو جائیں

پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کے سارے مصائب ختم ہو جائیں

کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام کو انتقام کا موقعہ جلدی میسر آئے اور ان کے زخمی دل کو انتقام کا مرہم جلدی ملے ۔شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام اور شہزادگان عون و محمد علیہما الصلوات والسلام اور دیگر شہزادگان علیہم الصلوات والسلام کی خوشیاں ہوں ان سب کو دکھی مائیں صلوات اللہ علیہن اپنے ہاتھوں سے دولہا بنائیں ان کے شگنوں کے سہرے کائنات دیکھے اور کائنات سنے اور اس لٹے گھر کی کائنات پر ابدی شاہی ہو

﴿آمین ......ثم آمین ......ثم آمین﴾

دوستو! ......ایک دن میں اپنے دوستوں سے یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی دعائے تعجیل فرج کے علاوہ کوئی دعا نہیں کرنا چاہیے اپنی لئے جتنی بھی دعائیں ہوسکتی ہیں انہیں ترک کر کے یہی دعا کرنا چاہیے وہاں ایک مہربان تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ تو شریعت اور فرامین معصومین علیہم الصلوات والسلام کے خلاف درس دے رہے کیونکہ انہوں نے ہمیں سِوائے غیر شرعی دعاؤں کے ہر قسمی دعا کرنے کی اجازت فرمائی ہے بلکہ انہوں نے ہمیں دعا کے مضامین بھی عطا

فرمائے ہیں جیسا کہ زبور آل محمد علیہم الصلوات والسلام صحیفہ کاملہ ہے، الاقبال از جناب سید علیؒ بن طاؤسؒ ہے، مفاتیح الجنان از جناب شیخ عباس قمی ہے، اسی طرح کامل الزیارہ ہے اور بہت سے کتب ادعیہ ہیں تو آپ ان سب کو کنڈم(Condemn) کر رہے ہیں

میں نے اس محترم دوست سے جواباً عرض کیا کہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے ان دعاؤں کے خلاف کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی میں ان دعاؤں کا منکر ہوں مگر ذرا سوچیں کہ ایک انسان کسی معاملے پر پریشان ہوتا ہے اور وہ آپ سے مشورہ لیتا ہے کہ میں کون سی دعا تلاوت کروں تو آپ مفاتیح الجنان کی کوئی بھی دعا پڑھنے کا اسے مشورہ دیتے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ باقی دعاؤں سے روک رہے ہیں اسی طرح میں بھی ایک مشورہ دے رہا ہوں جو باقی دعاؤں کے منافی نہیں ہے

() دوسری بات یہ کہ ہمارے سامنے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام نے دعاؤں کے خزائن کا دروازہ کھول دیا ہے اور ہم سے فرمایا ہے ان میں سے جو جی چاہے اٹھالو اب یہ ہمارے انتخاب پر ہے کہ ہم کون سی دعا منتخب کرتے ہیں

جیسا کہ ایک بادشاہ کسی فقیر سے کہتا ہے کہ جاؤ میرے خزانے میں سے جتنا تم اٹھا سکتے ہو اٹھالو اس کے بعد اسے خزائن کی طرف لے جایا جاتا ہے تو وہ راستے میں ایک دوست سے پوچھتا ہے کہ مجھے خزانے میں سے کیا اٹھانا چاہیے؟ وہ دوست اس سے پوچھتا ہے کہ تم تقریباً کتنا وزن اٹھا سکتے ہو؟

وہ کہتا ہے میں چالیس کیلوگرام اٹھا کر باہر تک لا سکتا ہوں وہ دوست اسے کہتا ہے اس خزانے میں دس دس گرام کے تانبے کے سکے بھی ہوں گے اور دس دس گرام کے

www.khrooj.com

چاندی کے سکے بھی ہوں گے اور دس دس گرام کے سونے کے سکے بھی ہوں گے اور دس دس دس گرام کے ہیرے جواہرات بھی ہوں گے اور ان میں سے ایک ایک ہیرا ہزار سونے کے سکے کے برابر ہوگا اب تم خود سوچو تم تو 40kg اٹھا سکتے ہو اور بادشاہ نے تم پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی کہ فلاں چیز اٹھانا ہے فلاں نہیں اٹھانا تو اب تمہارے لئے سب سے فائدہ مند چیز وہ ہیرے جواہرات ہیں کیونکہ وہ چالیس کلو گرام میں لاکھوں کروڑوں سونے کے سکوں کی قیمت کے برابر ہوں گے ویسے تمہاری جو مرضی

اسی طرح ہمارے سامنے دعائیں خزائن کی صورت میں موجود ہیں کچھ دعائیں ایسی ہیں جو چھوٹی چھوٹی بیماریوں کیلئے ہیں کہ فلاں دعا جو انسان پوری زندگی پڑھتا رہے گا اسے کبھی دانت کا درد نہیں ہوگا، فلاں دعا ہر نماز کے بعد پڑھتا رہے گا تو کبھی کھانسی نہیں ہوگی یا کبھی سر درد نہیں ہوگا یا کبھی معدہ خراب نہیں ہوگا اسی طرح گھر اور اولاد کیلئے دعائیں ہیں، بیوی بچوں کیلئے دعائیں ہیں اور یہ سب سونے چاندی تانبے کانسی کے سکوں کی طرح ہیں اور ہمیں ان میں سے کسی کو اٹھانے سے روکا بھی نہیں گیا مگر عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ سب اگرچہ قیمتی ہیں مگر ان میں سے جو چیز زیادہ قیمتی ہے ہمیں وہی اٹھانا چاہیے اسی طرح ہمارے سامنے داڑھ کے درد سے لے کر پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی آبادی تک کی دعاؤں کے خزائن بکھرے ہوئے ہیں اور ہمیں ان میں سے اسی دعا کو معمول بنانا چاہیے جس کا فائدہ ہماری نظر میں سب سے زیادہ ہو ورنہ انسان الاقبال اور مفاتیح کی دعاؤں کو دیکھے تو یہ اتنی دعائیں ہیں کہ جو انسان سارا دن پڑھتا رہے اور پوری زندگی پڑھتا رہے تو ایک منٹ کیلئے بھی

www.khrooj.com

دعاؤں سے فرصت نہ ملے یعنی گھر سے نکلنا ہے تو یہ دعا کریں، گھر میں داخل ہونا ہے تو یہ دعا پڑھیں، پل سے گزریں تو یہ دعا پڑھیں، بادل کو دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں، یعنی بیت الخلا سے لے کر مسجد تک اور ایک چھینک سے لے کر جماہی تک اتنی دعائیں ہیں جو انسان یاد ہی نہیں کر سکتا تو اب یہاں انسان کیلئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی ایسی جامع دعا منتخب کرے جو ہر مقام پر کام آسکے

جب اس پیمانے پر ہم دعاؤں کو پرکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ دعائے تعجیل فرج ایسی دعا ہے جو سب دعاؤں سے اعلیٰ ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ اسی دعا کو کرنا چاہیے اس دعا کی ایک خصوصیت باقی ساری دعاؤں سے اضافی یہ بھی ہے کہ باقی کوئی دعا واجب قرار نہیں دی گئی اور یہ دعا دورِ غیبت کے شیعوں کیلئے توقیع مبارک کے حوالے سے بھی واجب قرار دی گئی ہے

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے ایثار کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے یعنی انسان جس چیز کا خود محتاج و حاجت مند ہو اسے اپنی احتیاج کے باوجود دوسرے بھائی کو دینا ایثار ہوتا ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے☆الایثار شعار المومن ......یعنی ایثار تو مومن کی پہچان ہے اس کا اوڑھنا ہے

☆وَيُوثِرُونَ عَلَىٰ اَنفُسِهِم وَلَو كَانَ بِهِم خَصَاصَةٌ وَمَن يُوق شُحَّ نَفسِهِ فَاُولَئِكَ هُمُ المُفلِحُونَ ()

اور وہ ایثار کرتے ہیں [اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں] اگرچہ وہ خود محتاج ہوتے ہیں، اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا پس یہ لوگ فلاح پانے والے ہیں

شح خود غرضی پر مبنی امساک کو کہتے ہیں یعنی انسان کسی چیز کا محتاج ہے اور عین اسی وقت کوئی دوسرا مومن اسی چیز کا محتاج ہے اور کوئی انسان اپنی محتاجی کو سامنے رکھتے ہوئے دوسرے کو کوئی چیز نہیں دیتا تو یہ شح نفس کہا جاتا ہے اور شح ایثار کے ضد ہے اسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو شح نفس سے بچا لیا گیا وہ فلاح پا گیا یعنی فلاح ایثار میں ہے۔ ایثار کا مظاہرہ خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام نے بھی فرمایا ہے جیسا کہ سورہ دہر کی شانِ نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام نے روزے رکھے اور افطار کے وقت خود روزے سے ہونے کے باوجود سائل کو کھانا عطا فرمایا اور اس کی مدح میں پوری سورہ نازل ہوئی

اسی طرح خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام سے وابستہ افراد نے بھی ایثار کے مظاہرے فرمائے ہیں جس کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں مثلاً جناب ابوذر رضوان اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ شہنشاہ معظم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غزوہ میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے اور راستے میں ان کے لشکر سے ملحق ہوئے تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ آپ گرمی کے سفر کی وجہ سے بہت پیاسے تھے، انہوں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے جی بھر کے پانی پیا جب وہ پانی پی چکے تو انہوں نے اپنی پانی والی چھاگل اتاری تو وہ پانی سے بھری ہوئی تھی، لوگوں نے سوال کہ آپ کے پاس پانی تو موجود تھا مگر آپ نے پیا نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم ایک صحرا سے گزر رہے تھے کہ وہاں موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہم نے دیکھا بہت میٹھا اور شفاف پانی زمین پر بہنے لگا ہم نے خیال کیا کہ یہ بہت اچھا پانی ہے اس سے ہم اپنی چھاگل بھرلیں اور یہ پانی جا کر اپنے پاک حبیب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کریں گے بس یہ وہی پانی ہے جسے ہم نے پینا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ہم اتنا اچھا پانی اپنی ذات پر ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ ہے ایثار کا ایک بہترین نمونہ کہ خود پیاسے رہے مگر شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے پانی بچا رکھا

اسی طرح جناب جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں جب جنگ ختم ہوئی تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ آپ ایک مشک اٹھالیں اور زخمیوں کو پانی پلائیں ہم مشک لے کر جب میدان میں گئے تو وہاں بہت سے مجاہدین زخمی حالت میں پڑے تھے جب ہم وہاں پہنچے تو ایک جوان نے ہم سے پانی طلب کیا جب ہم اس کے قریب گئے تو دوسرے آدمی نے پانی طلب کیا پہلے جوان نے فرمایا شاید وہ مجھ سے زیادہ پیاسے ہوں آپ انہیں پانی پیش کریں جب ہم اس کے قریب پہنچے تو ان کے ساتھ پڑے ہوئے زخمی جوان نے ہم سے پانی طلب کیا اس دوسرے جوان نے فرمایا کہ شاید وہ ہم سے زیادہ پیاسے ہوں پہلے انہیں پلالیں، اسی طرح بارہ مجاہدین نے پانی طلب کیا اور ہر ایک نے ہمیں اگلے جوان کی طرف بھیجا جب ہم بارہویں جوان کے پاس گئے تو وہ جاں بحق ہو چکا تھا ہم واپس آئے تو ایک ایک کے پاس جاکر دیکھا سارے مجاہدین پانی پیئے بغیر ہی حوضِ کوثر کے کنارے پر پہنچ چکے تھے اب دیکھیں کہ یہ کتنا بڑا ایثار ہے؟

اسی طرح عبادات میں ایثار کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں جیسا کہ ایک آدمی سے روایت ہے کہ ایک دن میں بغداد میں پہنچا تو وہاں جاکر ایک منادی کو ندا کرتے ہوئے دیکھا جو یہ منادی کر رہا تھا کہ ہارون رشید عباسی آج ایک سید زادے کو سزا دینا چاہتا ہے جس نے یہ منظر دیکھنا ہو آجائے میں نے سوچا کہ میں بھی

www.khrooj.com

جا کر یہ منظر دیکھوں، جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک میدان میں بہت بڑا ہجوم ہے اور سامنے تخت لگا ہوا ہے اور اس پر عباسی حاکم بیٹھا ہوا ہے اور وہ غصے میں انتہائی آگ بگولا ہو رہا ہے اچانک میری نظر اٹھی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سید زادے کو پابہ زنجیر لایا جا رہا ہے مگر ان کے چہرے کی نورانیت اور تقدس نے میرے دل میں ان کے بارے میں ہمدردی پیدا کر دی۔ میں نے دل ہی دل میں دعا کی کہ الٰہی اگر میری زندگی کی کوئی عبادت تیری درگاہ میں منظور ہو چکی ہے تو میں اس کا بدلہ و جزا یہ چاہتا ہوں کہ اس مقدس ذات کو اس ظالم کے شر سے بچا لے۔ جب وہ جناب میرے سامنے سے گزرے تو میری طرف دیکھ کر میرا نام لے کر فرمایا تمہاری دعا مستجاب ہوگئی ہے یہ ظالم ہمارا اب کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ سن کر میں حیران ہو گیا کہ یہ کون جناب ہیں جو دلوں کے راز کو بھی جانتے ہیں۔ اس وقت ان کا تعارف کروایا گیا وہ جناب ہمارے ساتویں امام شہنشاہ معظم امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام تھے

آپ نے دیکھا ہے کہ ایک انسان اپنی زندگی کی منظور عبادتوں کو اپنے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام پر قربان کر کے ایثار کر رہا ہے اور جواباً اسے خالق کا بے بہا کرم بخشا جاتا ہے تو کیا ہم سارے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کیلئے اپنی دعاؤں کا ایثار نہیں کر سکتے؟

دوستو!......جس طرح مالی طور پر ایثار کیا جا سکتا ہے اسی طرح دعاؤں میں ایثار کیا جا سکتا ہے یعنی انسان اپنی محتاجیوں کے باوجود اپنی دعاؤں کو خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کیلئے وقف کر دیتا ہے تو یہ اس کا ایثار ہے اور ایثار کبھی مذموم نہیں ہوتا چاہے ایک مومن بھائی کیلئے کیا جائے یا خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کیلئے بلکہ اس ایثار کا درجہ

عام مومن کے معاملے میں ایثار کرنے سے بہت اونچا ہے

یہ ٹھیک ہے ہم محتاجِ دعا ہیں اور دعا کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ بھی نہیں ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہم اپنی دعاؤں کو اپنی ذات پر ضائع نہ کریں کیونکہ اگر ہم دنیاوی دعائیں کریں یعنی جسمانی صحت کیلیئے دعائیں کریں گے تو جب موت آئے گی تو نہ جسم رہے گا نہ دعاؤں کا اثر ہاں اگر آخرت کیلیئے دعائیں کریں گے تو اخروی نقطۂ نگاہ سے دعائے تعجیل فرج سے بڑھ کر کوئی دعا مفید نہیں ہے تو پھر ہم قیمتی دعا کو چھوڑ کر عام سی دعائیں کریں تو یہ عقل مندی نہیں ہے

جناب سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے لئے دعا کی تاکید فرماتے ہیں تو اس کے بعد اپنی ذات کیلیئے دعا کرنا وفا کے خلاف ہے یعنی جب تک پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے ہمیں اس وقت تک کوئی دوسری دعا نہیں کرنا چاہیے اور باقی ہر دعا ہماری خود غرضی شمار ہو گی ۔کربلا والوں نے ہمیں یہ درس بھی دیا ہے کہ پانی میسر بھی ہو اور اس میں کوئی شرعی رکاوٹ بھی موجود نہ ہو اور نہ ہی امام وقت نے روکا ہو تو پھر بھی پانی پی لینا اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام سے بے وفائی کے مترادف ہے

یہ ضروری نہیں کہ جس چیز میں شرعی رکاوٹ ہو تو اسے ترک کرنا چاہیے کیونکہ قانون اخلاق ہے، قانونِ حکومت ہے، قانونِ عقل ہے، قانونِ روایات ہے یہ سارے قوانین اپنے اپنے اصولوں کے پابند ہوتے ہیں چاہے وہ شریعت کے احکام میں آئیں یا نہ آئیں اسی طرح قانون محبت وعشق ہے جو کسی بھی قانون کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے جذبات کے احکام پر عمل کرتا ہے چاہے شرع شریف اسے کتنا ہی روکے

اوراس کی مثالیں ہمارے سامنے درسِ کربلا میں موجود ہیں اورہمیں اس دور میں معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پردۂ غیبت میں خون کے آنسو رو رہے ہیں اوران کے درد کا ازالہ ہم دعائے تعجیل فرج کے ذریعے ہی کر سکتے ہیں تو اس کے بعد ہمارا اپنے لئے کوئی دعا کرنا انتہائی خودغرضی ہوگا اوران کی ذات سے بے وفائی کرنے کے مترادف ہوگا

جس طرح شحِ نفس ایک مومن کے معاملے میں مذموم ہے اس سے لاکھوں گنا زیادہ مذموم وہ شحِ نفس ہے جو اپنے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں کیا جائے

اسبابِ قبولیت دعا

دوستو!......قبولیت دعا کے اسباب لاتعداد ہیں یعنی انسان قبولیت کے جتنے زیادہ اسباب جمع کرتا چلا جاتا ہے اجابت کے امکانات اتنے زیادہ پیدا ہوتے جاتے ہیں مثلاً بارش کے نزول کے وقت ابواب اجابت کھول دیئے جاتے ہیں اگر سعادت مند بیٹا اپنے مومن باپ کے چہرے پر نگاہ محبت کرتا ہے تو اس وقت بھی اجابت کے دروازے وا ہو جاتے ہیں جب کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو تو اس وقت بھی اجابت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جب کعبہ محترم کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو دروازہ کھلتے وقت بابِ اجابت کھل جاتا ہے بحالت مظلومیت دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ فرمان ہے مظلوم کی دعا کو عرش میں داخل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ مظلوم کی دعا سے عرش الٰہی لرز جاتا ہے یا مظلوم کے حق میں جو دعا کی جائے وہ بھی منظور ہوتی ہے، اگر چالیس مومنین مل کر دعا کریں تو اجتماعی دعا مقبول ہوتی ہے، سادات کے معصوم بچے مل کر دعا کریں تو وہ رد ہی نہیں ہوتی

حلال خوری بھی استجابت دعا کا ایک سبب ہے روحانی وجسمانی پاکیزگی بھی استجابت دعا کا ایک سبب ہے شب جمعہ جو دعا کی جائے یا دیگر منقولہ ایام میں دعا کی جائے وہ بھی اجابت کے قریب ہوتی ہے خصوصی طور پر کربلا معلیٰ میں تحت قبہ جو دعا کی جائے وہ ضرور منظور ہوتی ہے اور یہ بھی فرمان ہے کہ جہاں بھی ہماری عزاداری ہوتی ہے وہ ہمارا قبہ مبارک ہے تو ثابت ہوا کہ مجالس عزا میں جو دعا کی جائے وہ بھی منظور و مقبول ہوتی ہے اسبابِ قبولیت کو میں نے انتہائی اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے تفصیل کیلئے کتاب عدۃ الداعی کی طرف رجوع کریں

اور آخر پر ہم مل کر کمال تزرع وزاری سے ایسی دعا کریں کہ جو ذاتی اغراض سے ماورئ ہو، جس میں پوری کائنات کی بھلائی ہو، جس کا اثر ابدی اور دائمی ہو اور ایسی دعا اس کے علاوہ کون سی ہوسکتی ہے کہ ہم اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے حق میں یہی دعا کریں کہ ان کا گھر اطہر جو صدیوں سے ویران ہے وہ جلدی سے بھی جلدی آباد و شاد ہو ان کے گھر اطہر سے غم و آلام ختم ہوں اور ان کی شاہی جس طرح باطنی طور پر پوری کائنات پر ہے اسی طرح ظاہراً وہ اس دنیا میں تشریف لا کر ابدی شاہی کریں اور اس پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے ہر فرد کو کم از کم اتنی خوشیاں تو ضرور ملیں کہ ان کو تمام مصائب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھول جائیں

آمین یارب العالمین

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم

یا مولا کریم عجل فرجک و صلوات اللہ علیک و علی آبائک و اولادک وجعلنا من انصارک ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب سیزدہم

عبدیت و غلامی

اے حاملین جذبۂ نصرت!

عرفا کا جو پہلا درس ہوتا تھا وہ تھا آدابِ غلامی کی تعلیم جس نے غلامی کو سمجھ لیا اس نے اپنے مربی کو پالیا گویا اس نے کنہ ربوبیت کو حاصل کرلیا آیئے ہم بھی دیکھتے چلیں کہ آدابِ غلامی کیا ہیں؟

دوستو!......اکثر ہمارے کانوں سے یہ فقرہ ٹکراتا ہے کہ ہم تو آلِ محمد علیہم الصلوات والسلام کے غلام ہیں، ہم تو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے غلام ہیں، مولاؑ کے غلاموں کے غلام ہیں۔ یہ زبانی دعوے ہمارے روزمرہ کا معمول ہیں مگر ہم نے کبھی سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں کہ غلامی کیا ہوتی ہے؟ آیئے ہم سب سے پہلے شرع شریف سے پوچھتے ہیں کہ غلامی کیا ہوتی ہے؟

۞ اگر کوئی انسان کسی اپنے جیسے شخص کا غلام ہے تو شریعت کہتی ہے کہ غلام کے جملہ اختیارات اس کے مالک کے پاس ہیں مثلاً وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا بلکہ اس کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ اس کا نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور اگر اس کا نکاح مالک کی غلامی و خدمت میں مانع ہے تو وہ جائز ہی

نہیں ہے

❁ اگر غلام نکاح کرتا ہے تو اسے ایجاب وقبول کا کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ مالک اگر کہے کہ مجھے یہ نکاح قبول ہے تو قبول ہے ورنہ غلام لاکھ قبول قبول کرے اس کے قبول کرنے کی شرعی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ ہے غلامی

❁ اگر کسی غلام کی بیوی کو مالک اپنی طرف سے اس غلام کی اجازت کے بنا طلاق دے دے تو طلاق ہو جاتی ہے اور اگر غلام مالک کی مرضی کے خلاف طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ ہے غلامی

❁ اگر مالک غلام کی بچی یا بچہ کسی کو بخش دے تو غلام کو روکنے کا کوئی اختیار نہیں ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درسِ شفقت دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ غلاموں کے چھوٹے بچوں کو ماں باپ سے جدا نہ کرو مگر مالک کو شریعت پھر بھی یہ حق دیتی ہے کہ وہ مالک ہی ہے

❁ غلام کیلئے ماضی میں جوتے پہننا جائز نہیں تھا کیونکہ یہ اس کے غلام ہونے کی علامت تھی

❁ غلام کیلئے شریعت میں یہ حکم بھی موجود ہے کہ وہ اگر گھوڑے پر سوار ہو تو دونوں پاؤں ایک طرف کر کے بیٹھے اور وہ کسی آزاد کی طرح گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا جب تک مالک کی طرف سے حکم نہ ہو

❁ غلام زندگی پھر جو کچھ کماتا ہے اس کی کمائی کا مالک وہ ہوگا جو اس کا مالک ہوگا اس لئے ماضی میں ہنرمند غلاموں کی قیمت زیادہ ہوا کرتی تھی

❁ غلام کا کوئی ذاتی نام نہیں ہوتا مالک جو نام رکھ دے وہی ہوتا ہے

❁ غلام کا لباس جو مالک دے وہی پہننا ہے اور مالک کی پسند کے خلاف کوئی لباس غلام کیلئے پہننا جائز نہیں ہے

❁ مالک با اختیار ہوتا ہے کہ وہ غلام کو بیچ ڈالے یا کسی کو بخش دے یا اس کی بیوی یا جوان بیٹی یا بیٹا کسی کو بخش دے تو وہ مالک ہے

دوستو!...... یہ ساری باتیں شریعت نے بتائی ہیں اب مزید کچھ چیزیں عرض کرنے کی بجائے انہی پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں کہ ہم جو اپنے آپ کو اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف یا سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کی پاک آلؑ علیہم الصلوات والسلام کا غلام کہتے ہیں تو ہماری پوزیشن کیا ہے؟

❁ کیا کبھی ہم نے اپنے نکاح و طلاق کے امور میں اپنے مالک کی رضا معلوم کرنے کی کوشش کی ہے؟

❁ کیا ہمارے نکاحوں کو ہمارے مالک نے ایجاب یا قبول فرمایا ہے؟

❁ کیا ہمارا مالک ہمیں یا ہمارے بچوں کو کسی کو بخش دے تو کیا ہم اسے گوارا کر سکتے ہیں؟ یا ہم ایسے فیصلے کو دل سے قبول کریں گے بھی یا نہیں؟

❁ کیا ہمارا مالک کسی ایسے شخص کے ہاتھوں ہمیں بیچ دے کہ جسے ہم پسند ہی نہیں کرتے تو کیا ہم مالک کے اس فیصلے کو دل سے قبول کرنے کیلئے تیار ہیں؟

❁ کیا ہمارا نام مالک کا پسندیدہ ہے؟

❁ کیا ہم نے جوتے اور لباس اپنے مالک کی پسند کا پہنا ہوا ہے؟

❁ غلام کی ساری کمائی کا مالک اس کا مالک ہوتا ہے کیا ہم نے اپنی کمائی کا مالک اپنے مالک زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو سمجھا ہے؟

❁ یہ بھی سوچ لیں کہ ہمارے مالک نے ہمیں اپنی کمائی کا پانچواں حصہ دینے کو واجب قرار دیا ہے تو کیا ہم وہ ادا کر رہے ہیں

❁ انسان کی کمائی دو طرح کی ہوتی ہے یعنی ایک کمائی اس کی دنیا کی دولت ہوتی ہے اور دوسری اس کی آخرت کی کمائی ہوتی ہے یہ دنیا کی کمائی تو حقیقی کمائی نہیں ہوتی بلکہ حقیقی کمائی تو عقبیٰ کی ہے اس لئے اس دنیا کی کمائی کا مالک وہ شخص ہوتا ہے جو اس کا حقیقی مالک نہیں ہوتا اور جو حقیقی مالک عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں وہ تو دنیا و عقبیٰ کے مالک ہیں اس لئے ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا ہم نے اپنی آخرت بھی ان کے سپرد کی ہے کہ ہمیں آخرت کی ضرورت نہیں بلکہ وہ بھی آپ ہی لے لیں

دوستو!......آدابِ غلامی کو سمجھنے کیلئے ہمیں اس دنیا کے آئیڈیل(ideal) غلاموں کے رویوں کو بھی دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے اپنے مالک کو خوش کیا تو اس کی وجہ کیا تھی تا کہ ہم بھی اپنے مالک کو خوش کرنے کیلئے اس سے سبق سیکھیں

دیکھئے اس دنیا میں ایک آئیڈیل (ideal) غلام محمود غزنوی کا غلام ایاز تھا اس کے واقعات کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس حد تک حقیقی ہیں یا اعتباری ہیں اور اگر اعتباری بھی ہیں تو اس میں تو ویسے بھی عبرت و سبق ہوتا ہے جو ہمیں سیکھنا ہوتا ہے اس لئے ان واقعات کا جھوٹا یا سچا ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اس میں جو ہمارے لئے سبق ہے وہ ضرور اہم ہوتا ہے

❁ حکایت اول

دوستو!......ایاز کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب اسے بادشاہ نے خرید کیا تھا تو اس سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے سر جھکا کر عرض کیا کہ جو مالک

رکھ دے وہی غلام کا نام ہوتا ہے

بادشاہ نے پوچھا کھانا پینا پہننا کیسا پسند کرتے ہو؟اس نے کہا جو مالک پسند کرے

بادشاہ نے پوچھا کہ کون سا کام کرنا پسند کرتے ہو؟اس نے کہا جو مالک ذمہ لگا دے گا

نتیجہ ☺ ......اس حکایت میں یہی درس ہے کہ

() غلام کی کوئی مرضی نہیں ہوتی کیونکہ مرضی تو آزاد کرسکتا ہے غلام نہیں کرسکتا

() غلام کی کوئی ذاتی پسند نہیں ہوتی کیونکہ پسند تو مالک یا آزاد کرسکتا ہے غلام نہیں

() غلام کا کوئی نام نہیں ہوتا بلکہ جو نام مالک رکھ دے وہی ہوتا ہے

حکایت دوم

دوستو!......محمود وایاز کے نام سے جو حکایات مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ہندوستان کے ایک راجے نے محمود غزنوی کے پاس کچھ حنظل [تمہ] بھجوائے

(یہ ایک انتہائی کڑوی چیز ہے جو شکل میں تو خربوزے کی طرح کا ہوتا ہے مگر بہت زیادہ کڑوا ہوتا ہے لیکن وہ طبی نقطہ نگاہ سے ایک اہم چیز مانی جاتی ہے)

بادشاہ کے سامنے دربار میں حنظل رکھے گئے تو اس نے سمجھا یہ کوئی لذیذ پھل ہے اس نے اس کی ایک بڑی سے کاش کاٹی اور ساتھ کھڑے ہوئے غلام ایاز کو دے دی اس نے انتہائی خندہ روئی سے اسے کھانا شروع کردیا، اس کے بعد بادشاہ نے دوسری کاش کاٹی اور ساتھ بیٹھے ہوئے ایک وزیر کو دی جب اس نے کھائی تو فوراً تھو تھو کرنے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ اس نے جواب دیا بادشاہ یہ تو کوئی بہت ہی کڑوا پھل ہے اس نے کہا دیکھو یہ کیسے کڑوا ہوسکتا ہے اسے تو ایاز

بڑے مزے لے لے کر کھا رہا ہے اس نے کہا بادشاہ سلامت آپ خود اسے چکھ کر دیکھ لیں بادشاہ نے ایک چھوٹی سی کاش کاٹی اور منہ میں رکھی تو پتہ چلا کہ زہر کا نام بدنام ہے اصل کڑوی چیز تو یہ ہے اس کے فوراً بعد پانی منگوایا کلی کی اور اس کے بعد اس نے ایاز سے پوچھا یہ اتنی کڑوی چیز تم نے کیسے کھالی؟

اس نے سر جھکا کر عرض کیا شہنشاہ آپ کے ہاتھ سے مجھے ہمیشہ لذید چیزیں ملتی رہی ہیں اور زندگی میں اگر ایک مرتبہ اس عطا کرنے والے ہاتھ سے کوئی کڑوی چیز مل بھی گئی تھی تو اس پر منہ بسورنے کی ضمیر نے اجازت نہیں دی۔ دل سے یہ آواز آئی کہ جس نے ہزاروں اچھی چیزیں دی ہیں اسی نے اگر ایک ناپسندیدہ چیز دی ہے تو اس ایک چیز کو بھی ٹھکرادوں جبکہ آپ کا حق تو یہ ہے کہ جتنی آپ نے لذید چیزیں دی ہیں اتنی تعداد میں اگر کڑوے گھونٹ پلائیں تو اس وقت تک تو میرا حق نہیں بنتا کہ میں ان سے انکار کروں یا ان کا شکوہ کروں ہاں جب ان لذیذ چیزوں کی تعداد سے کڑوی چیزوں کی تعداد بڑھے گی تو پھر کڑوی چیزوں کا کھانا میرا حق غلامی ہوگا اس سے قبل تو انصاف ہی انصاف ہے

نتیجہ ☺ ......اس دانش مند غلام نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ جس مالک نے ہمیں نعمات سے نوازا ہے اگر اسی کے دست مبارک سے ہمیں کوئی ناگوار چیز مل بھی جائے تو اسے بھی خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیے

ہمارا مالک ہمیں اگر کوئی کڑوی چیز، کوئی پر مشقت کام یا وہ کام فرمائے جو ہمیں پسند نہ ہوتو کیا ہم بھی اس پر خوش ہو سکتے ہیں؟ جبکہ خوش ہونا حق بندگی ہے جتنا عرصہ ہمارے مالک نے ہمیں نعمات سے نوازا ہے اتنا عرصہ تو ہمیں انکار کا بھی حق حاصل نہیں ہے

ہاں جب نعمات سے نقمات بڑھ جائیں تو پھر بھی برداشت کرنا تسلیم ورضا اور غلامی کا تقاضہ ہے ''میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو'' یہ آدابِ غلامی کے منافی ہے

اب ہم اپنا محاسبہ کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے مالک کے کیسے غلام ہیں؟

جناب ایوب علیہ السلام کو جب مصائب وتکالیف کا سامنا ہوا تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ آپ تو نبی ہیں آپ دعا کیوں نہیں کرتے کیونکہ آپ کی دعا کبھی بھی رد نہیں ہوسکتی انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میرے محبوب عزوجل نے ستر سال تک مجھے اس دنیا کی ساری نعمتوں سے سرفراز رکھا ہے اب اس نے نقمات کا نزول فرمایا ہے تو ستر سال تک تو میرا حق نہیں بنتا کہ میں ان کو ٹالنے کی دعا کروں اس کے بعد سوچیں گے کہ کیا دعا کرنا چاہیے یا نہیں؟ یہ ہے وہ عبدیت جو ہمیں اختیار کرنا ہے

مالکِ کل ہم پر بھی کرم فرمائے اور توفیق عبدیت عطا فرمائے ......آمین

❁ حکایت سوم

دوستو! ...... کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ محمود غزنوی ایک جنگ سے واپس آ رہا تھا اس کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوا بہت سا مالِ غنیمت تھا جس میں کئی اونٹوں پر صندوق تھے جن میں دشمن سے لوٹے ہوئے ہیرے موتی اور جواہرات تھے جب غزنی کے شہر میں داخل ہوا تو آگے آگے اس کا گھوڑا تھا اس کے گھوڑے کے ساتھ ایاز چل رہا تھا اور اس کے گرد لاتعداد غلام چل رہے تھے اچانک جواہرات والا اونٹ ایک موڑ پر دیوار سے ٹکرا گیا اور اس کا صندوق ٹوٹنے کی وجہ سے موتی زمین پر بکھر گئے یہ دیکھ کر محمود نے سارے لوگوں کو حکم دیا کہ سب ان جواہرات میں سے جو چن سکتے ہیں چن لیں ۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور غلام اور

www.khrooj.com

امیر غریب اس خزانے پر ٹوٹ پڑے اور عوام بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئی جب کچھ آگے جا کر محمود نے مڑ کر دیکھا تو ایاز اس کے پیچھے آ رہا تھا جبکہ باقی مخلوق موتی چننے میں دھکم پیل میں مصروف تھی اس نے ایاز سے پوچھا کیا تو نے کوئی موتی نہیں چنا؟ اس نے سر جھکا کر کہا میں نے صرف ایک موتی چنا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون سا موتی ہے جو تو نے چنا ہے؟ ایاز نے جواب دیا باقی لوگوں نے پتھر کے موتی چنے ہیں اور میں نے آپ کو چن لیا ہے

نتیجہ ☺ ......اس میں بھی ایک غلامی کا درس ہے کہ حق غلامی یہ ہے کہ اگر پوری کائنات کے خزائن سامنے رکھ دیئے جائیں اور دوسری طرف اس کا مالک رکھ دیا جائے تو نمک حلال غلام ان سارے خزائن کو پائے حقارت سے ٹھوکر مار کر اپنے مالک کو چن لیتا ہے

کیا ہماری بھی یہی پوزیشن ہے کہ ہم اپنے مالک کیلئے دنیا کی کوئی دولت یا خزانہ ٹھکرانے کیلئے تیار ہیں؟ یا دنیا کی کوئی نعمت ترک کرنے کیلئے تیار ہیں؟

ہماری صورتِ حال تو یہ ہے کہ ہم ایک لقمۂ حرام بھی اپنے مالک کیلئے چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تو ہم کیسے غلام ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو مالک کو چن لیتا ہے مالک بھی اسی کو چن لیتا ہے جو مالک کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو چنتا ہے تو اسے مالک کے قرب و کرم کا بھرپور حصول نہیں ہوتا ہاں جو مالک کو چن لیتا ہے اس کے سامنے دنیا و عقبیٰ کے سارے خزائن بے وقار ہو جاتے ہیں

۞ حکایت چہارم

دوستو!......کہتے ہیں ایک مرتبہ لوگوں نے محمود غزنوی سے سوال کیا کہ تمہیں ایاز

www.khrooj.com

سب سے پیارا کیوں لگتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کسی نہ کسی دن اس کا جواب تمہیں دیا جائے گا

ایک دن دربار لگا ہوا تھا ایاز موجود نہیں تھا کہ محمود غزنوی نے ایک نایاب قسم کا کوئی ہیرا جیب سے نکالا اور سب کو یہ بتایا کہ یہ ہیرا لاکھوں دینار کی قیمت کا ہے اور یہ اسے فلاں بادشاہ نے بطور تحفہ بھجوایا ہے۔اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ دربار میں ہتھوڑا اور ایک پتھر لایا جائے۔اس کے حکم کی تعمیل ہوئی۔اس نے ایک وزیر سے کہا کہ یہ ہیرا لو اور اسے پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دو۔اس وزیر نے کہا بادشاہ سلامت یہ ہیرا تو بہت قیمتی ہے میں اس ہیرے کو توڑ کر بادشاہ سلامت کا نقصان نہیں کر سکتا یہ سن کر محمود نے اسے داد دی کہ واقعی تم ہمارے خیر خواہ ہو۔اس کے بعد اس نے دوسرے وزیر کو حکم دیا اس نے بھی یہی کہا اسی طرح کئی درباریوں سے یہی کہا مگر سب نے ایک جیسا جواب دیا۔اس کے بعد سلطان محمود نے حکم دیا کہ ایاز کو بلایا جائے۔جب ایاز آیا تو محمود غزنوی نے اسے یہ حکم دیا کہ اس ہیرے کو پتھر پر رکھ کر توڑ دو۔اس نے بلا سوچے اور بلا توقف کئے اس ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑا دے مارا اور ہیرا چور چور ہو گیا۔سارے پریشان ہو گئے کہ اب اس کی موت ہے۔محمود غزنوی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو نے واقعی ہیرا توڑ دیا ہے؟ کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں آیا کہ اتنے قیمتی ہیرے کو توڑنے سے تمہارے مالک کا کتنا نقصان ہو گا؟ ایاز نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ سلامت ایک لمحے کو مجھے یہ خیال آیا تھا کہ یہ ہیرا بہت قیمتی ہے مگر میرے سامنے دو آپشن (Option) تھے ایک طرف یہ تھا کہ آپ کا حکم پورا کرتے ہوئے ہیرا توڑ دوں دوسری صورت یہ تھی کہ میں اپنے مالک کا حکم

www.khrooj.com

توڑ دوں ۔ مجھے اپنے مالک کے حکم کے سامنے ہیرے کی کوئی قیمت نظر نہیں آئی اس لئے میں نے اپنے مالک کا قیمتی فرمان بچا کر ایک معمولی پتھر توڑ دیا ہے

نتیجہ ☺ ...... اس دانش مند غلام نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ مالک کے حکم کے سامنے کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اصل قیمتی چیز مالک کا حکم ہوتا ہے جسے بچانا بڑا ضروری ہوتا ہے اس کے بدلے میں چاہے دنیا کی کوئی چیز توڑنا پڑے یا آخرت کی چاہے روزہ توڑنا پڑے یا نماز ۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے کہ مولائے عالمین جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آواز دی اس صحابی نے جلدی جلدی نماز ختم کرنے کی کوشش کی مگر اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری آواز دی اس صحابی نے نماز کو اور تیز کیا تاکہ جلدی سے نماز ختم کر کے بارگاہ اقدس میں پیش ہو مگر اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری آواز دی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اللہ جل جلالہ تمہاری نماز منظور نہ فرمائے ہم تجھے بلا رہے ہیں تو نماز یں پڑھ رہا ہے

وہ جلدی میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ جل جلالہ کی نافرمانی کی ہے کیونکہ خالق نے فرمایا ہے کہ تمہیں جب بھی میرے پاک حبیب بلائیں فوراً لبیک کہو اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ تم حالت نماز میں ہو یا کسی بھی حالت میں یعنی ہمیں عبدیت کا درس دیا گیا ہے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توڑنے کی بجائے نماز توڑ دینا بدرجہا بہتر ہے اور یہی درس دنیاوی حوالے سے ہمیں ایاز نے دیا ہے

❁ حکایت پنجم

دوستو! ...... ایاز کی بہت سی درس آمیز حکایات بیان ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ

بھی ہے کہ ایک دن محمود غزنوی اپنے محل کے تالاب کے کنارے کرسیاں ڈلوا کے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ بہت سے غلام و وزرا بھی بیٹھے ہوئے تھے لیکن وہاں ایاز موجود نہیں تھا کہ اچانک ایک وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کو ایاز سے زیادہ محبت ہے جبکہ اس میں کوئی خاص بات ہمیں نظر نہیں آتی وہ بھی دوسرے غلاموں جیسا ہی ایک غلام ہے اور باقی غلام بھی اسی کی طرح آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک وزیر کو حکم دیا کہ دیکھو ہم حکم دیتے ہیں کہ تم اس تالاب میں چھلانگ لگاؤ لیکن یاد رہے کہ تمہارے کپڑے گیلے نہیں ہونا چاہییں۔ اس نے تالاب میں چھلانگ لگا دی لیکن باہر نکلا تو اس کے کپڑے گیلے ہو چکے تھے اس پر بادشاہ نے ڈانٹ کر کہا کہ میں نے جو روکا تھا کہ کپڑے گیلے نہ ہونے دینا تم نے کپڑے گیلے کیوں کر لئے ہیں؟ اس نے کہا بادشاہ آپ صاحب عقل وشعور ہیں آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو شخص تالاب میں یا پانی میں غوطہ لگائے گا تو کپڑے تو لازماً گیلے ہوں گے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ آدمی پانی میں غوطہ بھی لگائے اور کپڑے بھی گیلے نہ ہوں یہ سن کر بادشاہ نے کہا یہ تو نے ٹھیک کہا ہے ۔اس کے بعد دوسرے وزیر سے کہا کہ تم تالاب میں چھلانگ لگاؤ اور یہ خیال رہے کہ اپنے کپڑے گیلے نہ ہونے دینا اس نے چھلانگ لگائی اور باہر نکلا تو کپڑے گیلے تھے بادشاہ نے اس سے پھر وہی سوال کیا کہ میں نے جب روکا تھا کہ کپڑے گیلے نہ ہونے دینا تو تو نے کپڑے گیلے کیوں کر لئے ہیں؟ اس نے بھی سابقہ وزیر کی طرح جواب دیا کہ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد کپڑوں کا گیلا ہونا لازم ہے اسی طرح کئی وزیروں کا حکم دیا سب نے یہی جواب دیا اس کے بعد اس نے کہا ایاز کو بلاؤ وہ اس

تالاب میں چھلانگ بھی لگائے گا اور اس کے کپڑے بھی گیلے نہیں ہوں گے ایک غلام دوڑا دوڑا گیا اور ایاز کو بلا لایا بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ تم فوراً تالاب میں چھلانگ لگاؤ اور یہ خیال رہے کہ تمہارے کپڑے گیلے نہ ہوں

اس نے فوراً چھلانگ لگائی مگر جب باہر نکلا تو اس کے کپڑے بھی گیلے ہو چکے تھے یہ دیکھ سارے وزیر ہنسنے لگے تو بادشاہ نے اسے ڈانٹ کر کہا کے جب میں نے حکم دیا تھا کہ کپڑے گیلے نہ ہونے دینا تو تو نے اپنے کپڑے گیلے کیوں ہونے دیئے ہیں؟

ایاز نے سر جھکا کر کہا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے آپ ایک مرتبہ پھر اجازت دیں میں اب کپڑے گیلے نہیں ہونے دوں گا۔ بادشاہ نے حکم دیا تو اس نے پھر چھلانگ لگائی مگر اس مرتبہ کپڑے پہلے سے بھی زیادہ گیلے ہو گئے تھے۔ بادشاہ نے پھر ڈانٹا تو اس نے کہا جی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے میں پھر کوشش کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے پھر تالاب میں غوطہ لگایا مگر کپڑے پہلے سے بھی زیادہ گیلے ہوگئے اسی طرح بادشاہ اسے دس مرتبہ ڈانٹتا رہا اور وہ ہر بار یہی کہتا رہا کہ جی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے

اس کے بعد بادشاہ نے اپنے وزیروں کی طرف رخ کیا اور کہا کے دیکھو اس میں اور تم یہ فرق ہے کہ تم میری عقل کی غلطی کو یا میرے خلافِ عقل حکم کو خلاف عقل کہہ کر رد کر دیتے ہو اور مجھ پر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ تم نے حکم ہی خلافِ عقل دیا ہے اور یہ تمہاری عقل کا قصور ہے جبکہ ایاز نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے میری عقل کے قصور کو ہر بار اپنے ذمہ لگایا اور یہی کہا ہے کہ بادشاہ آپ کا حکم تو ممکن العمل ہوگا مگر اس پر عمل نہ کر سکنا میرا قصور ہے اور اس نے ہر بار غلطی اپنی مانی ہے اپنے مالک کی نہیں

نتیجہ ☺......اس حکایت سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ مالک کا حکم چاہے کتنا ہی خلافِ

عقل وشعور ہو اس میں غلطی اپنے ذمہ لگانا ہے نہ کہ اپنے مالک سے کہا جائے کہ آپ نے ہمیں حکم ہی خلافِ عقل دیا ہے تو عمل کیسے ہوسکتا ہے یا اس فرمان کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی اور یہ خلافِ عقل ہے بلکہ مالک کا جو فرمان وحکم ہماری عقل میں نہ آئے اسے اپنی عقل کا قصور ماننا چاہیے نہ کہ اس کے فرمان میں سے کیڑے نکالے جائیں

روایاتِ غلامی

دوستو!...... بہت سے غلاموں کی حکایات موجود ہیں کہ جن سے ایک صاحب عقل غلام درسِ غلامی اور آدابِ غلامی سیکھ سکتا ہے کہتے ہیں کہ کسی ملک کے ایک بادشاہ نے غلام خرید کرنے کیلئے اپنے وزیر کو بھیجا تو وہاں پتہ چلا کے ایک غلام ایسا ہے جس نے نخاس [غلام فروش] سے یہ شرط رکھی ہوئی تھی کہ وہ اپنی قیمت خود لگائے گا یہ سن کر اس نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ایک غلام نے ایسی شرط رکھی ہوئی ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ اس غلام کی جتنی قیمت مقرر ہو اسے خرید لو اس غلام نے اپنی قیمت اس وقت کے دس غلاموں کے برابر طلب کی جو ادا کردی گئی۔ وزیر اس غلام کو خرید کر دربار میں لایا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی قیمت دس غلاموں کے برابر لگائی ہے تو کیا تو کوئی ہنر جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا جی نہیں میں کوئی ہنر نہیں جانتا اس کے بعد بادشاہ نے پوچھا کیا تو کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟

اس نے جواب دیا جی نہیں میں کسی بڑے خاندان سے تعلق نہیں رکھتا

اسی طرح مختلف سوال کرنے بعد بادشاہ نے کہا جب تم میں کوئی بھی خصوصیت نہیں ہے تو پھر تو نے اپنی قیمت اتنی زیادہ کس لئے مقرر کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں آدابِ غلامی اور مالک کے مقام کو سمجھتا اور جانتا ہوں۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت غصہ

آیا اوراس نے ہاتھ میں کوڑا لے کر اسے مارنا شروع کردیا۔ بادشاہ جیسے جیسے اس پر کوڑے برسا رہا تھا وہ بادشاہ کو دعائیں دے رہا تھا حتیٰ کہ وہ خون میں غلطان ہوگیا تو بادشاہ کے وزیر نے بادشاہ سے کہا جناب اس احمق آدمی سے غلطی ہوگئی ہے آپ اسے معاف فرمادیں اوراس پر مزید کوڑے نہ برسائیں اس کی جلد پوری طرح سے ادھیڑ چکی ہے۔ یہ سن کر اس غلام نے فوراً وزیر سے کہا او نمک حرام تو میرے مالک کے فیصلے میں کیوں مداخلت کر رہا ہے یہ جان اس کی ہے اب وہ اپنی ملکیت کے ساتھ جو سلوک کرے تو کون ہوتا ہے اس کی مرضی میں مداخلت کرنے والا؟ یہ سن کر بادشاہ کو اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا اوراس کے بعد اس نے اس غلام کو اپنا وزیر بنادیا اور پورا نظام مملکت اس کے سپرد کردیا کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ غلام کیا ہوتا ہے

نتیجہ ☺......دوستو!......اس حکایت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آداب غلامی کیا ہیں؟ اور مالک کا غلام پر کتنا حق ہے؟

اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے آپ کو اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف یا ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کا غلام کہلوانے والے لوگ غلامی کو سمجھے بھی ہیں یا نہیں؟ کیا ہمارا مالک ہمارے ساتھ اس غلام جیسا سلوک کرے تو اس کے بعد بھی ہم ان کی غلامی کا دم بھریں گے؟ ماضی کے غلاموں کی داستانیں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کیونکہ ایسے واقعات بھی موجود ہیں کہ دو سرداروں کا آپس میں طاقت کا مقابلہ شروع ہوگیا دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے، ایک نے کہا کہ میرے بازو میں زیادہ طاقت ہے دوسرے نے کہا کہ میرے بازو میں زیادہ طاقت ہے آخر ایک نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ سامنے والی

دیوار کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جاؤ جب وہ سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تو اس نے ہاتھ میں نیزہ لیا ور پوری قوت سے اس کے سینے کے پار کر دیا اور اس کے بعد دوسرے سردار نے اپنے غلام کو سامنے کھڑا کر کے نیزہ اس کے سینے کے پار کر دیا دونوں نے جا کر جسم کی دوسری طرف نکلے ہوئے نیزے کی پیمائش کی کہ کس کا نیزہ زیادہ باہر نکلا ہوا ہے تو دونوں کے برابر تھے اس طرح تین تین غلاموں کو سامنے کھڑا کر کے نیزے مارے گئے اور اس کے بعد فیصلہ ایک کے حق میں ہوا تو یہ سلسلہ رکا اب آپ دیکھیں کہ غلاموں کے ساتھ مالک کتنا برا سلوک کرتے تھے اس کے بعد ہم بھی سوچیں کہ کیا ہمارا پاک مالک اگر ہمارے ساتھ ان سرداروں جیسا سلوک کرے تو کیا اس کے بعد بھی ہم ان کی محبت کا دم بھریں گے؟

نتیجہ ☺ ......اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے پاک مالک سے ہر حال میں محبت کرنا چاہیے وہ مالک ہیں جیسا بھی سلوک کریں اور ہم غلام ہیں تو وہ ہماری ہر چیز کے مالک ہیں حتیٰ کہ ہماری سوچوں کے بھی مالک ہیں کیونکہ جو مالک ہوتا ہے وہ جان، مال، عزت و ناموس کا مالک ہوتا ہے وہ چاہے تو ہماری اولاد کو بیچ دے یا کسی کو بخش دے یا ہمیں بیچ دے اور بخش دے اور ہمیں ان کی غلامی کرنا ہے اور اگر وہ کسی دوسرے کی غلامی پر مامور فرما دیں تو اس کی غلامی کرنا ہے اور یہ بخشش کا سلسلہ جہاں تک چلے ہمیں وہاں تک غلامی کرنا ہے

یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں اپنے مالک پاک علیہ الصلوات والسلام پر دنیا و عقبیٰ سب کچھ قربان کر کے ہی غلامی کا اعزاز مل سکتا ہے یہ تو اس طرح ہے کہ جیسے آج کئی لوگ اپنے ملک کی آزادی کیلئے خودکش حملے کرتے ہیں خودکش حملہ کرنے والے اپنی قوم یا ملک

پر دونوں جہان قربان کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ خود کشی حرام ہے اس لئے ان کی عقبیٰ بھی برباد ہو جاتی ہے اور دنیا تو ویسے بھی نہیں رہتی کیونکہ جب زندگی نہ رہی تو دنیا کیسے رہے گی بس انہی لوگوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب ایک آدمی اپنے ملک یا قوم پر اپنی دنیا و عقبیٰ برباد کر سکتا ہے تو کیا ہم اپنے مالک کیلیئے دنیا و عقبیٰ سے دست کش نہیں ہو سکتے ہم تو اس آدمی سے بھی بدتر ہیں کہ جس نے ملک پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا ہے

ہمیں ہر لمحہ اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں یہی دعا کرنا چاہیے کہ وہ ہمیں حق غلامی اور آدابِ بندگی کی ادائیگی کی توفیق اور شعور عطا فرمائیں کیونکہ ☆ من عرف نفسه فقد عرف ربه کے ایک معنی یہ بھی بیان فرمائے گئے ہیں کہ جس نے بندگی کے حق کا ادراک کر لیا گویا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس لئے ہمیں صرف دعا ہی نہیں بلکہ اپنے تئیں پوری کوشش اور جدو جہد کرنا چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو پاک مالک کا غلام ثابت کر سکیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنی من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یامولا کریم عجل فرجک وصلوات الله علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك
ولعنة الله علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب چہاردہم

دعا

قانونِ اجابت

دوستو!......آج کی گفتگو کی ابتدا ہم اس امر سے کرتے ہیں قبولیت دعا کا قانون یا قاعدہ کیا ہے؟ قانونِ اجابت دعا کیا ہے؟ یعنی دعا کس طرح مستجاب ہوتی ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان تین کائناتوں سے تعلق رکھتا ہے

ایک کائنات یہ ہے کہ جس میں انسان موجود ہے۔ دوسری کائنات وہ ہے جسے ''کاسمک ورلڈ'' یا ''ایتھرک ورلڈ'' کہا جاتا ہے جو ہماری اس ظاہری دنیا سے اوپر خلائی دنیا ہے......(Cosmic or Etheric World)......اور تیسری وہ کائنات ہے جو ایتھرک ورلڈ(Etheric World) سے اوپر کی روحانی ونورانی کائنات ہے جہاں انسان کی دعائیں، التجائیں، مناجاتیں، ندائیں، فریادیں اوراستغاثے قبولیت کا اعزاز حاصل کرتے ہیں

یہ بھی ایک روحانیاتی مسلمہ ہے جسے روحانیات سے تعلق رکھنے والے ہندو، عیسائی، یہودی، بدھ، جین، مسلم وغیرہ سارے تسلیم کرتے ہیں کہ ہر انسان جب پیدا ہوتا ہے اوراپنی زبان سے پہلا لفظ نکالتا ہے اسی دن سے اس کے سر کے اوپر کاسمک ورلڈ

یا ایتھرک ورلڈ(Cosmic or Etheric World) میں ایک دائرہ قائم ہو جاتا ہے، اس دن اور لمحے کے بعد سے پوری زندگی وہ دائرہ اس کے سر کے اوپر قائم رہتا ہے اگر کوئی انسان تھوڑی سی کوشش بھی کرے تو اسے رات کے وقت دیکھا بھی جا سکتا ہے اس لئے یہ دائرہ ایک تسلیم شدہ حقیقت بن چکا ہے کیونکہ یہ مشاہداتی ہے

ان تین کائناتوں کا آپس میں اس طرح رشتہ ہے کہ ہماری دنیا کی ہر بات کامک یا ایتھرک ورلڈ (Cosmic or Etheric World) پر جا کر رک جاتی ہے کیونکہ جب انسان کوئی دعا یا مناجات کرتا ہے تو انسان کے اوپر والے دائرے میں ایک ارتعاش یا وائبریشن(Vibration) پیدا ہوتی ہے اور اوپر والی کائنات اس وائبریشن (Vibration) یا ارتعاش کی فری کوئنسی (Frequency)، ویو لینتھ(Wave Length)، ایمپلی چیوڈ(Amplitude) اور ان ٹن سٹی(Intensity) وغیرہ کو واچ(Watch) کرتی ہے اور اسی سے ہمارے بارے میں کلی طور پر باخبر رہتی ہے یعنی ہمارے اعمال و افعال حرکات وسکنات کو وہ اسی اورا(Aura) یا دائرے کے ذریعے پڑھتی ہے

اس کی مثال ہمارے سامنے کمپیوٹر کی ہے جیسا کہ آج ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ کمپیوٹر(Computer) کے ''کی بورڈ''(Key Board) کے نیچے ایک پرنٹڈ پیپر (Printed Paper) ہوتا ہے جب ہم کوئی بٹن دباتے ہیں تو وہ بٹن دب کر اس پیپر کو چھوتا یا ٹچ (Touch) کرتا ہے اور کمپیوٹر اس پیپر کے ذریعے ہماری انگلیوں کے عمل کر ریڈ(Read) کرتا ہے اور اسے کمپیوٹر کی زبان میں وصول کرتا ہے اور پھر اسے ایک پراسس (Process) یا عمل سے گزار کر ہماری الفابیٹک (Alphabetic) زبان میں ڈسپلے(Display) کرتا ہے اسی طرح ہماری ذات اس کائنات کے کمپیوٹر کے ایک

بٹن کی طرح ہے جسے ہمارے اوپر معلق دنیا کا پیپر جسے آپ کاسمک ورلڈ یا ایتھرک ورلڈ (Cosmic or Etheric World) کہہ سکتے ہیں وہ ہمیشہ ریڈ (Read) کرتی ہے اور اسی کے ذریعے اوپر والی دنیا ہم سے کلی طور باخبر رہتی ہے یعنی ہمارے اعمال، افعال، حرکات وسکنات، اور کیفیات و جذبات، نیات وارادوں تک سے باخبر رہتی ہے جب ہم کوئی دعا کرتے ہیں تو اس میں دعا کے ساتھ ہی ایک وائبریشن (Vibration) یا ارتعاش] پیدا ہوتا ہے جس سے اوپر والی کائنات ہماری دعا سے منسلک ہو جاتی ہے

دوستو!...... یہ بھی روحانیات کا ایک مسلمہ ہے کہ اس اوپر والی کائنات میں ہمہ وقت کچھ نا معلوم دائرے یا ان نون اورین (Unknown Auraen) گردش کرتے رہتے ہیں جو کسی ایک مقام پر قائم نہیں رہتے بلکہ اس روحانی و نورانی کائنات میں سفر کرتے رہتے ہیں۔ان دائروں کی تعداد کے بارے میں ہر روحانی مسلک کے لوگوں کی رائے جدا ہے بلکہ یہ بات تو سارے کہتے ہیں کہ وہ نا معلوم افراد کے نورانی Auras [اشباح] ہیں اور ان کی تعداد عمومی طور پر پانچ یا سات مانی جاتی ہے جبکہ ہمارے روحانی مکتبۂ فکر میں ان کی تعداد سات مانی جاتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ دائرے انوار معصومین علیہم الصلوات والسلام کے نہیں ہوتے بلکہ اوتادِ سبع (یعنی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے باطنی نظامِ کائنات کے حکام اوتاد) کے ہوتے ہیں اور یہ تو سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اوتاد کی تعداد ہمیشہ سات ہوتی ہے لیکن ان دائروں کے بارے میں ہندو دھرم کے لوگ یہ کہتے ہیں یہ کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج کے ہیں، زوراسٹر (Zoroaster) یعنی زرطشت والے انہیں قوائے سبعہ

وغیرہ کے دائرے مانتے ہیں اسی طرح سارے مذاہب والے اپنے کچھ بزرگوں کا نام لیتے ہیں مگر وہ پھر بھی ان کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں دیتے سوائے ہمارے مکتبۂ فکر کے جو ان دائروں کو اوتادسبعہ کے عمود مانتے ہیں

احادیث میں آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ اس کائنات میں کچھ نورانی عمود ہوتے ہیں جن سے معصومین علیہم الصلوات والسلام اعمال خلائق کا مشاہدہ فرماتے ہیں جیسا کہ شہنشاہ معظم امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام کا خصائص امامت کے بارے میں فرمان میں ہے

☆ ثم يرفع له عمود من نور يرى به اعمال العباد ......یعنی امام علیہ الصلوات والسلام کیلئے ایک عمود نور قائم کیا جاتا ہے جس سے وہ پوری مخلوق کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں دراصل یہ عمود اوتاد کے ہوتے ہیں اور معصومین علیہم الصلوات والسلام نے ان ہی کے مشاہدے کو اپنا مشاہدہ قرار دیتے ہوئے یہ فرامین ارشاد فرمائے تھے جبکہ ان کا مشاہدہ تو احاطی ہوتا ہے اخباری وتوسطی نہیں ہوتا جیسا کہ آیت اللہ روح خمینی الموسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معصومین علیہم الصلوات والسلام تو معیت قیومیہ کے حامل ہیں اس لئے ان کا علم اخباری وتوسطی نہیں ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک مسلمہ ہے کہ چوبیس گھنٹے میں دنیا کے ہر مقام پر 92 ساعات و لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ جس وقت ان سات دوائر نوریہ میں سے کوئی نہ کوئی دائرہ اس مقام پر موجود ہوتا ہے یعنی ہر مقام پر قبولیت دعا کے 92 لمحات ضرور آتے ہیں اور قبولیت دعا کے لمحات وہی ہوتے ہیں جب ان دوائر میں سے کوئی نہ کوئی دائرہ سر پر موجود ہو اس کے بارے میں جناب محمد حنفیہ علیہ الصلوات والسلام نے جو گرامی نامہ عبدالملک بن مروان کے نام لکھا تھا اس میں ان کا تذکرہ فرمایا تھا کہ چوبیس گھنٹے

میں 92 ساعاتِ قبولیت ہوتی ہیں اس لئے اگر ہم ان لمحات میں دعا کریں تو تمہاری تباہی یقینی ہے

[خلاصہ] ...... یہ بھی عجیب بات ہے کہ 92 کا عدد شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک کا عدد ہے اور اسی تعداد کے مطابق اللہ جل جلالہ نے استجابت دعا کے اوقات مقرر فرمائے ہیں تا کہ دعا کی استجابت میں بھی اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سانجھے داری یا شراکت قائم رہے

دوستو! ...... ہوتا یہ ہے کہ جب بھی کوئی دعا کرنے والا بھرپور جذبات کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اوپر والی تہہ یا لئیر (Layer) میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے دعا جتنی تڑپ اور شدید لگن کے ساتھ مانگی جائے انسان کے اپنے اوپر والے دائرے میں اتنا ہی ہائی ان ٹن سٹی (High Intensity) کا یعنی شدید ارتعاش پیدا ہوتا ہے اس ارتعاش کی ان ٹن سٹی (Intensity) [شدت] کے بھی درجات ہوتے ہیں اور جب یہ ارتعاش اپنے کمال کو پہنچ جائے اور بہت زیادہ شدید ارتعاش پیدا ہو جائے تو جو اوپر والے اوتاد سبعہ کے دائرے ہوتے ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی دائرہ فوراً اس دعا کرنے والے کے دائرے کے اوپر آ جاتا ہے اور جب ان دائروں میں سے کوئی ایک دائرہ بھی اوپر آ جائے تو پھر سمجھ لو دعا کو منظور ہونے میں کوئی چیز نہیں روک سکتی

دوستو! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب کسی مظلوم مومن پر ظلم ہو رہا ہو یا کسی روحانی شخصیت پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ عالم کرب میں دعا کیلئے لب کشائی کرے تو ساتوں کے ساتوں دائرے اس کے اوپر آ جاتے ہیں اسی لئے ارشاد قدرت ہے

☆اَمَّن یُّجِیبُ المُضطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکشِفُ السُّوءَ ...... (النمل آیہ 62)

بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے جس وقت بھی کہ وہ اس سے دعا کرے وہ مصیبت کو دُور کر دیتا ہے کیونکہ خالق نے فرمایا ہے کہ

☆کان حقا علینا نصر المومنین

یعنی مجھ پر مومن کی نصرت کرنا اس کا حق ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اے مومنین تم ایک دوسرے کی نصرت اور مدد کرو اسی لئے جب کوئی مومن عالمِ مظلومیت میں دعا کیلئے لب کشائی کرتا ہے تو اوتادسبعہ جو خیر المومنین ہوتے ہیں وہ سارے اس کے سر پر آجاتے ہیں اس لئے فرمایا گیا تھا کہ مظلوم مومن کی فریاد اور دعا کو عرش اِلٰہی میں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا اس کی وجہ یہی ہے کہ دعا کو روکنے والے تو یہی اوتاد ہوتے ہیں اور جب وہ بھی معاونِ دعا بن جائیں تو پھر اس دعا کے سامنے کون سی رکاوٹ ہوسکتی ہے؟

اسی لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ صلوات جو ایک دعا ہے اسے بھی عرش تک جانے سے کوئی نہیں روک سکتا بشرطیکہ وہ خلوص دل سے پڑھی جائے کیونکہ یہ خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے حق میں دعا ہوتی ہے اس لئے ان کا کوئی غلام اس دعا کو واپس نہیں کر سکتا

عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم ایک حسی مثال کے ساتھ فرماتے ہیں کہ جب کسی دودھ دینے والے جانور کا دودھ حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے بچے کو اس کے نیچے چھوڑ دیا جائے، اس دودھ دینے والی گائے یا بھینس کا دودھ فوراً تھنوں میں اتر آتا ہے جسے سرائیکی میں جانور کا ''سنگا'' اور پنجابی میں ''پسما'' کہا جاتا ہے

جب گائے یا بھینس اپنے بچے کیلئے تھنوں میں دودھ اتار دے تو تم بھی اس میں سے بقدر ضرورت لے لو اسی طرح اگر کسی روحانی شخصیت سے کوئی فیض لینا ہو تو سب سے پہلے اس کے کسی روحانی بچے کو اس کے حضور پیش کرو جو اس کی معنوی اولاد ہوتی ہے اور معنویت کے لحاظ سے اس کی ذات کا حصہ ہوتی ہے جب اسے پیش کیا جائے گا تو وہ فوراً فیض پر آمادہ ہو جائے گا جیسے ایک ماں اپنے بچے کو دودھ دینے کیلئے آمادہ ہو جاتی ہے جب اس کا سلسلۂ فیض جاری ہو جائے تو تم بھی اس میں سے بقدر ظرف فیض حاصل کر سکتے ہو

اسی مثال کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تمہیں اللہ جل جلالہ کی رحمت کو ''پسمانا'' [سنگانو ناں] ہو تو پھر جو اس کے نور ذات کے معنوی حصے ہیں یعنی محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام ان ہی کو اللہ جل جلالہ کے حضور پیش کرو اور ان کیلئے رحمت طلب کرو، اس کی رحمت برسنا شروع ہو جائے تو پھر تم بھی بقدر ظرف اس میں سے لے لو

بس اسی طرح دعا میں صلوات کو اول و آخر رکھا جاتا ہے کیونکہ جس دعا کے اول و آخر محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام ہوں تو اللہ جل جلالہ اسے رد نہیں فرماتا کیونکہ وہ دعا صلوات میں ملفوف [لپٹی ہوئی] ہوتی ہے۔ عبادات و اعمال کے جتنے فضائل ہیں ان سب کو جمع کر کے آپس میں ضرب در ضرب دے دیں تو ان سب سے صلوات کے فضائل بڑھ جاتے ہیں اور صلوات قبولیت دعا کے بنیادی اسباب میں سے ہے لیکن اس میں محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی دشمنی و عداوت کی ذرا برابر شمولیت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جب دل میں ان کی دشمنی کی نجاست ہوگی تو صلوات کی قبولیت بھی محال ہو جاتی ہے

www.khrooj.com

اجتماعی دعا

دوستو!......اب قانونِ اجابت تو سمجھ میں آ گیا کہ اگر دعا منظور و مستجاب کروانا ہو تو ایسے خلوص اور تڑپ ولگن سے مانگو کہ اوپر والے دائرے میں شدید ترین ارتعاش پیدا ہو جائے تاکہ اوپر والے دائروں میں سے کوئی دائرہ دعا گو کے سر پر آ جائے

اب یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ انسان کے اوپر جو دائرہ بنتا ہے وہ انسان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے یعنی جب کوئی انسان مصروف سفر ہوتا ہے تو وہ دعا کا دائرہ اس کے سر کے عین اوپر فضا میں اوپر والی لیئر (Layer) میں مسلسل سفر کرتا رہتا ہے اور ایک لمحے کو بھی وہ اس کے سر کے اوپر سے نہیں ہٹتا

جب کسی جگہ کچھ لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو جس طرح زمین پر مومنین کا اجتماع ہوتا اسی طرح اوپر والی کائنات میں مومنین کے دائروں کا اجتماع ہو جاتا ہے بس جب زیادہ تعداد میں مومن جمع ہو کر دعا کرتے ہیں تو اوپر والے دائرے ایک نقطہ یا پوائنٹ (Point) پر مرکوز اور متفق ہو کر مرتعش ہو جاتے ہیں اور وہاں ٹریمپلین کا قانون اپلائی (Apply) ہو جاتا ہے یعنی ہر مومن کا تھوڑا تھوڑا ارتعاش بھی مل کر ایک بہت بڑے ارتعاش کو جنم دیتا ہے جس کے نتیجے میں اوپر والا کوئی نہ کوئی دائرہ ان دائروں کے اوپر آ جاتا ہے اور دعا مستجاب ہو جاتی ہے اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ جہاں چالیس مومن مل کر دعا کریں تو وہ دعا رد نہیں ہوتی

دوستو!...... یہ ایک تجرباتی حقیقت ہے کہ اگر کوئی مومن چند مومنین کو کسی ایک (Point) پوائنٹ پر مرتکز کر دے اور وہ سارے ایک ہی ''متفقہ نقطہ'' کو ذہن میں رکھ کر روئیں تو پھر ساتوں اوتاد کے دائرے ان کے سر پر آ جاتے ہیں لیکن اس میں

شرط یہ ہے کہ ایک ہی متفقہ نقطہ پر سارے سوچ رہے ہوں نہ کہ عزاداری کی مجلس کی طرح کیونکہ مجلس میں ہر آدمی ذاکر کے بیان کئے جانے والے واقعے کی ایک علیحدہ تصویر لے کر اس مظلوم کی مظلومیت پر رو رہا ہوتا ہے اس لئے اس میں کوئی متفقہ نقطہ سامنے نہیں رہتا

ہاں اگر اسی مصائب کے دوران مقرر یا ذاکر یا خطیب اس نقطے کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ سارے مل کر دعا کریں کہ اس مظلوم کا انتقام جلدی ہو یا اس مظلوم کے مصائب کا ازالہ ہو، تو یہ ایک ایسا نقطہ بن جاتا ہے جس پر سارے افراد کے ذہن فوکس (Focus) ہو جاتے ہیں اور گریہ وزاری کی اس فضا میں جو دعا مانگی جائے اس کے رد ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس دعا کے وقت سارے اوتاد صرف سر پر آتے ہی نہیں بلکہ وہ بھی اس دعا میں شامل ہو جاتے ہیں

دوستو!...... قانون کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دعا کیلئے عزا کا قیام بہت ضروری اور استجابت کیلئے آسان ترین راستہ ہے اس لئے دعا میں شامل سبھی افراد کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات اقدس پر یک ذہن و یک خیال ہونا چاہیے یعنی اس میں یکسوئی اور ذہنی ارتکاز کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اس میں مصائب بھی شامل ہو اور ہماری آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں تو ہماری دعا کو کوئی رد نہیں کرسکتا وہ ضرور مستجاب ہوگی اسی لئے آنسوؤں کو سید الآداب فرمایا گیا ہے کہ دعا ہمیشہ گریہ و زاری کے ساتھ مانگنا چاہیے اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ دعائے تعجیل فرج کیلئے عزاداری کا قیام انتہائی ضروری ہے اور ہمیں اپنی مجالسِ عزا میں عین گریہ و بکا کے وقت دعائے تعجیلِ فرج کا قیام کرنا چاہیے جن مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے مصائب کا

ذکر ہوا ان کے انتقام اور بحالی کی دعا کرنا چاہیے اس مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد کی دعا کرنا چاہیے، مصائب کے جس نقطے پر گریہ طاری ہو جائے اسی نقطے پر دعا کو قائم کرنا چاہیے

ساتھ ہی عمومی طور پر سارے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کی خانہ آبادی اور ان کی ابدی خوشیوں کی دعا کرنا چاہیے کیونکہ یہ قبولیت دعا کا جامع وقت ہوتا ہے کیونکہ جہاں مجلس ہورہی ہوتی ہے فرمانِ معصوم کے مطابق وہ جگہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا قبہ مبارک قرار پا جاتی ہے اگر اس میں گریہ و بکا بھی شامل ہو جائے اور اس میں شدید ارتعاش پیدا کرنے والی کنسن ٹریشن (Concentration) بھی پیدا ہو جائے اور پھر انسان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے حق میں دعا کر رہا ہو اور مظلومین علیہم الصلوات والسلام کی حمایت ومحبت کی وجہ سے وہ بھی ایک مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی طرح اضطراری حالت میں بلبلا کر دعا کرے تو ایسی دعا ہرگز ہرگز رد نہیں ہوگی

حدودِ دعا

دوستو!......جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہم ایک مقصدِ عظیم پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے ہمیں

یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ ضابطۂ دعا کیا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ دعا کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں انسان کے سارے مادی وسائل کام کرنا چھوڑ دیں یا سارے مادی وسائل ناکافی پڑ جائیں وہاں سے دعا کی سرحد شروع ہوتی ہے

اس کی حسی مثال یہ ہے کہ اگر ہمارے گھر میں آٹا دال موجود ہو اور ہمارے بچے

بھوکے ہوں تو پھر ہمیں دعا کی بجائے ان وسائل کو استعمال کرنا چاہیے یعنی فوراً آٹا گوندھ کر کھانا تیار کرنا چاہیے اور بچوں کی بھوک رفع کرنے کی دعا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس بھوک کا حل دعا نہیں ہے بلکہ وسائل کو استعمال کرنا ہے

کچھ باتیں بطور لطیفہ ہمیں سنائی جاتی ہیں مگر ان میں کچھ اسباق بھی ہوتے ہیں اسی طرح کا ایک لطیفہ سنایا جاتا ہے کہ ایک آدمی کسی کنویں میں گر گیا، کچھ دیر بعد وہاں سے اس کا ایک شناسا آدمی گزرا اس نے پکارا تو وہ اس کنویں کے قریب آ گیا اس نے دیکھا کہ اس کا ایک شناسا آدمی کنویں میں کھڑا ہوا ہے، اس کنویں والے شخص نے اس آنے والے سے کہا بھائی مجھے بچا لو میری مدد کرو، اس نے کہا تم ایسا کرو کہ اس کنویں کی اینٹوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھنساتے پھنساتے اوپر چڑھ آؤ، اس کنویں والے شخص نے کہا بھائی اگر میں ایسا کر سکتا تو تم سے مدد کیوں طلب کرتا ؟ ۔ میں ایسا نہیں کر سکتا

یہ سن کر اس باہر والے شخص نے کہا بھائی پھر ہم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ دوستو تم جہاں بھی رہو خوش رہو۔ یہ کہہ وہ چل دیا

اس لطیفے میں یہ سبق ہے کہ جو آدمی عملی طور پر کچھ نہیں کرتا اس کی دعا کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس کی دعا بھی ایک بددعا کی طرح ہے کیونکہ اس نے عملی طور پر وسائل کو استعمال نہیں کیا ہے بلکہ صرف دعا پر ٹال دیا ہے جب کہ دعا کی سرحد وسائل کے اختتام کے بعد شروع ہوتی ہے

اسی طرح ایک اور شخص کا لطیفہ ہے کہ اس نے دیکھا کہ دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں ان میں ایک آدمی روٹی کھا رہا ہے اور دوسرا للچائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا ہے

اور جو آدمی روٹی کھا رہا ہے وہ روٹی بھی کھا رہا اور رو بھی رہا ہے اس آنے والے شخص نے اس سے کہا بھائی تم روٹی بھی کھا رہے ہو اور رو بھی رہے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں روٹی اس لئے کھا رہا ہوں کہ یہ تو میری ہی ہے اور رو اس سامنے بیٹھے ہوئے شخص پر رہا ہوں کیونکہ یہ تین دن کا بھوکا ہے اور اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے اس شخص نے کہا بھائی اگر تمہیں اس شخص کی بھوک کا اتنا دکھ ہے تو اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلو اس نے کہا بھائی میں اسے روٹی نہیں دے سکتا اس شخص نے کہا پھر اس کی بھوک پر رو رو کر دعا کیوں کر رہے ہو؟ اس نے کہا بھائی رونے اور دعا کرنے پر کچھ خرچ نہیں ہوتا اس لئے رو رو کر دعا کر رہا ہوں اس لطیفے میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ سرحدِ دعا وسائل کے اختتام کے بعد شروع ہوتی ہے جب تک تمہارے وسائل ساتھ دیں دعا کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے جب سارے وسائل کام میں جھونک دو تو اس کے بعد دعا کرو جیسا کہ ہم ایک کسان کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہل چلاتا ہے، بوائی کرتا ہے، پانی دیتا ہے، اپنے سارے وسائل استعمال کرنے کے بعد وہ اللہ جل جلالہ سے دعا کرتا ہے اسی طرح سے ہمیں بھی وسائل کے استعمال کے بعد دعا کرنا چاہیے

دوستو! میں نے اپنے ایک خطاب میں عرض کیا تھا کہ شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اپنی پاک ہمشیرہ صلوات اللہ علیہا سے آخری وداع کے وقت بطور وصیت فرمایا تھا آپ ہمیں نمازِ شب میں فراموش نہ فرمائیں اس میں یہ نہیں فرمایا گیا تھا کہ ہماری بخشش کی دعا فرمائیں بلکہ یہ فرمایا تھا کہ آپ ہمارے مشن کی کامیابی کی دعا فرمائیں

دوستو!......اب آپ اس وقت کا جائزہ لیں جب دعا کی تاکید فرمائی جارہی ہے وہ ایسا وقت تھا کہ شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اپنے سارے وسائل نصرت اِلٰہی میں صرف فرما چکے تھے اور جن سے دعا کے بارے میں فرمایا جارہا تھا ان کے بھی سارے وسائل مشن ومقصد اعلیٰ کے کام آچکے تھے یعنی سارے ظاہری وسائل جب بظاہر ختم ہو چکے تو اس وقت دعا کی تاکید فرمائی کیونکہ دعا کا مقام وسائل کے اختتام کے بعد آتا ہے اسی لئے ملکہ عالمین شریکۃ الحسینؑ صلوات اللہ علیہا سے دعا میں یادر کھنے کا فرمایا اور وہ بھی اس وقت کہ جب انہوں نے سارے وسائل قربان کر لئے تب دعا کی حد آئی

دوستو!......اس وصیت میں ہمارے لئے بہت سی ہدایات واسباق ہیں مثلاً

☆ شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے یہ وصیت فرما کر یہ ثابت فرما دیا کہ مشن و مقصد کی تکمیل کی دعا کرنا بھی ایک اہم نصرت ہوتی ہے

☆ یہ تاکیدی وصیت صرف پاک شہزادی کونین صلوات اللہ علیہا کیلئے نہ تھی بلکہ عمومی تھی کہ ہر شخص ہمارے مشن کیلئے دعا کو جاری رکھے

☆ الدعا سلاح المومن کے تحت یہ بھی فرما دیا کہ مومنین ہمارے مشن کی نصرت کیلئے دعا کا ہتھیار تیز رکھیں اور اسے ہماری نصرت میں استعمال کریں

☆ آج جو لوگ دعا کے خلاف ہیں انہیں بھی یہ درس دیا گیا ہے کہ مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے حق میں دعا کرنا امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی تاکید کے ماتحت ہے

مستورات کیلئے درسِ نصرت

دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے شہزادی کونین

صلوات اللہ علیہا سے آخری وداع کے وقت فرمایا تھا کہ ہمیں نمازِ شب میں فراموش نہ فرمایئے گا اس فرمان سے ہمیں اس بات کا درس بھی ملتا ہے کہ مشن ومقصدِ حق کیلئے جہاں مرد ناکافی پڑ رہے ہوں تو پھر اس مشن کو راہِ تکمیل پر گامزن رکھنے کیلئے مستورات کو عملی میدان میں آجانا چاہیے اور مشن کا ذِمہ مستورات کو اٹھا لینا واجب ہے

میں کربلا کو دین کا کامل سلیبس مانتا ہوں اس لئے دین نصرت کا ہر سبق اسی کتاب میں سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور آپ بھی دیکھیں کہ دین حق کے تحفظ کا بیڑا مردوں نے اٹھایا اور ابتدائی کام مردوں نے کیا لیکن اس کی تکمیل کا کام مستوراتِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن نے کیا اس مشن کی تکمیل کو آپ دوحصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں

(1) مدینہ سے کربلا تک کا حصہ...... یہ مردوں کا حصہ ہے

(2) کربلا سے مدینہ تک کا حصہ...... یہ مستورات کا حصہ ہے

یہ جو مردوں کا حصہ ہے اس میں 110 سال کے بوڑھوں سے لے کر چھ ماہ کے بچے بھی شامل ہیں اور ان میں سے مشن ومقصد کی تکمیل کیلئے ایک معصوم بچہ بھی اتنا ہی اہم نظر آتا ہے جتنا کہ کوئی جوان، اور جتنا کوئی جوان اہم نظر آتا ہے اتنا ہی اہم ہر ضعیف نظر آتا ہے اگر ہم اس مشن کے ٹیم ورک (Team work) کو مکینکل (Mechanical) زاویۂ تشبیہ سے دیکھیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ پورا نظامِ نصرت ایک عظیم مشین کی طرح تھا اور اس میں متحرک ہر پرزہ اپنی منفرد اہمیت کا حامل تھا بلاتشبیہ جس طرح ایک گھڑی کا ہر پرزہ اپنی خدمات پیش کرکے اسے چلانے میں مصروف ہوتا ہے اور ان بڑے چھوٹے پرزوں میں سے کوئی ایک پرزہ بھی نکال لیں تو اس کے نظام وعمل میں خلل پڑ جاتا ہے اسی طرح کربلا کا ہر چھوٹا بڑا افراد ایسی اہمیت کا حامل تھا

کہ اگر ان میں سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا معصوم بچہ بھی باہر نکال کر کربلا کا عمل دیکھیں تو وہ ادھورا اور نامکمل نظر آتا ہے

اس بات کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی بہت بڑے سائن بورڈ پر اسم ''اللہ'' بہت سے قمقموں [بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلبوں] سے لکھا ہوا ہو اور ان میں سے اگر کوئی ایک بلب ہی باہر نکال لیا جائے تو وہ اسم ''اللہ'' مکمل نظر نہیں آئے گا بلاتشبیہ اسی طرح کربلا کا ہر فرد ایک روشن بلب ہے اور انہی سے مل کر ''توحید'' لکھی ہوئی ہے، اب اگر کوئی ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو عبارت توحید نامکمل ہو جاتی ہے دین نصرت میں خلل نظر آتا ہے اسی لئے تو ہم زیارات میں شہنشاہ معظم امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے انصار و اصحاب باصفا کو خطاب کر کے عرض کرتے ہیں کہ...... ☆السلام علیکم یاذآبون عن توحید الله

اے اللہ جل جلالہ کی وحدانیت کی محافظت فرمانے والو ہمارا آپ پر سلام ہو

یہ بھی یاد رہے کہ جن مستوراتِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن نے اسلام کا پرچم اٹھایا ہے اور حفاظت اسلام کی جد و جہد میں مردوں کے کام کو آگے بڑھایا ہے وہ بھی توحید کی محافظت فرمانے والی مستورات صلوات اللہ علیہن تھیں اور انہوں نے ہر دور کی مستورات کو یہ درس دیا ہے کہ اگر مرد نصرت الٰہی میں کام آجائیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں عورت پر جہاد ساقط نہیں ہے بلکہ اس کے جہاد کا انداز مردوں سے بھی منفرد ہے اور انہیں دکھوں دردوں کو روگ بنا کر گھروں میں نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ ان دکھوں کو قوت کا سرچشمہ بنا کر مظلومیت اور مصائب کے اسلحہ سے لیس ہو کر دشمن کے فکری و نظری قلعوں پر دھاوا بول دینا چاہیے اور اس وقت تک اپنے کام کو جاری رکھنا

چاہیے کہ جب تک ہر یزید صفت درندہ اپنی شکست کا اعلان اپنی زبان سے نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ مجھ سے واقعی غلطی ہوگئی ہے اور میں نے واقعی غلط کام کیا ہے اور آپ کا دین حق ہے، آپ کا اللہ جل جلالہ حق ہے، میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کا ہر قول وفعل حق وصداقت پر مبنی ہے

وہ ملعون کل جو اشعار پڑھ رہا تھا کہ بنی ہاشم علیہم الصلوات والسلام نے اقتدار کا کھیل کھیلا تھا، نہ کوئی وحی آئی تھی، نہ کوئی فرشتہ اترا تھا، آج وہی ملعون کہتا ہے کہ مجھے معاف فرمادیں میں غلطی پر ہوں اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا اللہ جل جلالہ حق ہے یعنی آغاز مردوں نے کیا مگر دشمن کے ہزاروں جانثار فی النار کرنے کے باوجود انہیں ذہنی شکست نہ دے سکے مگر وہ چند لٹی پٹی بیوہ و بے سہارا مستوریں، چند یتیم بچیاں اور اجڑی ہوئی کنیزوں کے لشکر نے مظلومیت کے اسلحہ کے ساتھ باطل کے مضبوط ترین قلعے پر حملہ کیا تو جبر واستبداد کی دیواروں میں لاکھوں دراڑیں ڈال دیں

دوستو!......دشمن نے اپنے طور پر بیسیوں شہروں میں انہیں پھرایا تا کہ ان کی عزت و وقار میں (نعوذ باللہ) کوئی کمی آ جائے مگر اسے اپنی اس غلط فہمی کا ادراک اس وقت ہوا جب کہ شہزادی عالمین صلوات اللہ علیہا نے باب جیرون (جو شام کی فصیل کا سب سے بڑا دروازہ مانا جاتا تھا) کے سامنے سات لاکھ تماشائیوں کے ہجوم میں خطبہ انشا فرمایا

دوستو!......جس وقت قافلہ تسلیم ورضا باب جیرون کے باہر پہنچا تو یزید ملعون ان کے داخلے کا منظر دیکھنے کیلئے باب جیرون پر آ کھڑا ہوا اور نصیب دشمناں وہ اس قافلہ تطہیر کی توہین کا منظر دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت باب جیرون کے سامنے والی شاہراہ پر سات لاکھ کا ہجوم طبل وطنبور دفوف اور تاشے لے کر ناچ رہا تھا اس وقت

چالیس محمل بازارِشام میں وارد ہوئے تو یزید ملعون نے نخوت اورغرور سے کاندھے اچکائے اور اپنی کٹی ہوئی ناک اوپر چڑھائی تو اس وقت شہزادی عالمین صلوات اللہ علیہا نے اس بے لگام ہجوم کو خاموش کروانے کیلئے ہاتھ کا اشارہ فرمایا مگر کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا تو آپ نے اپنے تصرفات اِلٰہیہ کو استعمال فرماتے ہوئے باآواز بلند فرمایا......اُسـکتُـوا...... یہ فرمان اللہ جل جلالہ کے امر کن کی طرح نافذ ہوگیا اور وہاں پورے مجمع پر موت کی خاموشی چھاگئی، دفیں رک گئیں، ڈھول تاشے خاموش ہوگئے، جس گھوڑے نے زمین سے سم اٹھایا ہوا تھا دوبارہ زمین پر نہیں رکھ سکا کہ ممکن ہے اس سے ہلکی سی آواز پیدا ہو

☆حتیٰ سکنت الاجراس فی اعناق الابل ......اونٹوں کے گلوں میں جو گھنٹیاں تھیں وہ بھی خاموش ہوگئیں اس وقت شہزادی کونین صلوات اللہ علیہا نے خطبہ انشا فرمایا

☆بسم اللہ الرحمن الرحیم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَلَمِیْنَ وَصَلّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہِ وَآلِہِ اَجْمَعِیْنَ

سات لاکھ دشمنوں کے ہجوم میں اسمِ اِلٰہی سے آغاز فرمایا اور سارے مصائب وآلام کے باوجود رب العالمین کی حمد کی اور دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل رسول علیہم الصلوات والسلام کے سامنے سب پر صلوات پڑھ کر ساری عظمتیں اپنے دامن میں سمیٹ لیں

اس خطبہ قاہرہ میں ملعون شام اور اہل شام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

☆ وَلَئِنْ جَرَتْ عَلَیْ الدَّوَاھِی مُخَاطَبَتَكَ اِنِّی لَاَ سْتَصْغَرُ قَدْرَكَ وَاسْتَعْظِمُ تَقْرِیْعَكَ وَاَسْتَكْثِرُ تَوْبِیْخَكَ

www.khrooj.com

اے ملعون شام! تمہارے ساتھ کلام کرنا اگرچہ ہماری شان کے خلاف تھا مگر تمہاری بیخ کنی کرنے کیلئے لازم تھا اس لئے ہمارے لئے باعث عزت ہے اس تخاطب سے نہ تیری جھوٹی شان میں اضافہ ہوا ہے اور نہ ہماری شان الٰہیہ میں کوئی کمی واقعہ ہوئی ہے کیونکہ یزید ملعون یہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے شہر شہر ان کی تشہیر کر کے ان کی عزت و وقار وعظمت میں نعوذ باللہ کوئی کمی پیدا کر دی ہے اس لئے اس خطبہ میں فرعون شام ملعون کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے آپ نے فرمایا

☆ أَظَنَنْتَ يَايَزِيْدُ حَيْثُ أَخَذْتَ عَلَيْنَا أَقْطَارَ الْاَرْضِ وَاٰفَاقَ السَّمَاءِ فَاَصْبَحْنَا نُسَاقُ كَمَا تُسَاقُ الْاُسَارىٰ اَنَّ بِنَا عَلَى اللّٰهِ هَوَاناًوَبِكَ عَلَيْهِ كَرَامَةً،

اے ملعون شام! تو نے اپنے طور پر ہم پر زمین و آسمان کے کنارے تنگ کر دئے اور ہمیں اسیروں کی طرح گلیوں گلیوں پھرا کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے اور یہ گمانِ باطل کر لیا ہے کہ تمہاری اس بات سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سامنے ہماری عزت و وقار میں کوئی فرق آ گیا ہے اور دنیا کے سامنے تیری کچھ عزت بنی ہے تو یہ تیری غلط فہمی ہے یعنی ہماری شان وعظمت عظمتوں کا آسمان ہے جسے کوئی گندگی چھو تک نہیں سکتی

فرمایا او ملعون! تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نظام کو نہیں سمجھتا اس لئے تو اس غلط فہمی اور گمان باطل میں مبتلا ہو گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ

☆فَشَمِخْتَ بِاَنْفِكَ وَنَظَرْتَ فِيْ عِطْفِكَ جَذْلَانَ مَسْرُوْراً، حَيْثُ رَأَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْثِقَةً وَالْاُمُوْرَ مُتَّسِقَةً حِيْنَ صَفَالَكَ مُلْكُنَا وَسُلْطَانُنَا، فَمَهْلاً مَهْلاً (لَا تَطِشْ جَهْلاً)

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ظالمین کو مہلت دے رکھی ہے [تو اس مہلت کو نہیں سمجھ سکا] اس لئے [آج غرور سے] تیری ناک چڑھی ہے اور تو تکبر ابلیسی اور نخوت سے کاندھے اچکا رہا ہے کہ دنیا میں تجھے من مانی کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے اور تو سمجھ رہا ہے کہ ہماری حکومت پر تمہارا قبضہ ہو چکا ہے ذرا ٹھہر اپنی کچھ سانسیں لے لے مگر غافل نہ رہ

☆ أَنَسِيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرًا لِاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

او ملعون ازل! کیا تو نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ جو لوگ کفر اختیار کرتے ہیں انہیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مہلت دے رکھی ہے اور وہ اس مہلت کو اپنے لئے اچھائی اور اپنی خیر سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے ان کفار و اشرار کو مہلت صرف اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اپنی بداعمالی اور ظلم کا ڈول پوری طرح بھر لیں اور ان کیلئے اصل میں ذلت آمیز عذاب رکھا ہوا ہے

کیونکہ یزید ملعون اپنی شراب کی محفلوں میں یہ اشعار بار بار پڑھتا تھا کہ بنی ہاشم علیہم الصلوات والسلام نے اقتدار کیلئے ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ کوئی وحی ہوئی تھی اور نہ ہی نبوت اسی بات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا

☆ فَكِدْكَيْدَكَ وَاسْعَ سَعْيَكَ وَنَاصِبْ جهْدَكَ فَوَاللّٰهِ لَا تَمْحُوْذِ كْرَنَا وَلَا تُمِيْتُ وَحْيَنَا ......الخ، وَهَلْ رَايُكَ اِلَّا فَنَدٌ وَ اَيَّامُكَ اِلَّا عَدَدٌ وَجَمْعُكَ اِلَّا بَدَدٌ يَوْمَ يُنَادِىْ الْمُنَادِىْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ (هود)

او ملعون ازل! تو اپنے فریب و دھوکے کو جتنا بڑھا سکتا ہے بڑھا لے اور اپنی دشمنی پر مبنی کوششوں میں جتنی قوت صرف کر سکتا ہے کر لے اور اپنی مخالفت میں ساری

www.khrooj.com

توانائیاں صرف کرلے مگر یاد رکھ اللہ جل جلالہ کی قسم نہ ہی تو ہمارے ذکر پاک کو مٹا سکتا ہے اور نہ ہمارے گھر کے سلسلۂ وحی والہام کو ختم کرسکتا ہے تا اینکہ فرمایا او ملعون! تمہیں عنقریب یہ معلوم ہو جائے گا کہ تیری خوش فہمی ایک سرابی دھوکہ ہے اور تمہاری مہلت کے دن گنے ہوئے اور محدود ہیں اور تمہارے سر پر وہ دن آنے والا ہے جس دن کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہوا ہے کہ ایک منادی ندا کرے گا ظالمین پر اللہ جل جلالہ کی لعنت ہے (یہ بات یاد رہے کہ اس آیت کی تفسیر میں فرمان ہے کہ یہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج کے بارے میں ہے) اسی خطبہ قاہرہ میں یہ بھی فرمایا کہ

☆ فَوَاللّٰهِ مَا فَرَيْتَ اِلَّا جِلْدَكَ وَلَا حَزَرْتَ اِلَّا لَحْمَكَ وَلَتَرِدَنَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِمَاتَحَمَّلْتَ مِنْ سَفْكِ دِمَاءِ ذُرِّيَتِهٖ وَانْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهٖ فِىْ عِتْرَتِهٖ وَلُحْمَتِهٖ

اے ملعون ازل! اللہ جل جلالہ کی قسم تو نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ تجھے عنقریب معلوم ہوگا کہ تو نے اپنے ہاتھوں سے اپنی کھال ادھیڑی ہے اور تو نے اپنا ہی گوشت نوچا ہے اور وہ وقت بہت جلدی آنے والا ہے کہ تجھے انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کرنا پڑے گا تو ہمارے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے قتل اور ظاہری خانہ ویرانی پر خوش نہ رہ ان کی ہتک حرمت سے کسی دھوکے میں نہ رہ

☆ حَيْثُ يَجْمَعُ اللّٰهِ شَمْلَهُمْ وَيَلُمُّ شَعْثَهُمْ وَيَأْ خُذُ بِحَقِّهِمْ

عنقریب اللہ جل جلالہ ہمارے سارے خاندان علیہم الصلوات والسلام کو جمع فرمائے گا اور ہمارے

گلشن کے سارے گلوں کو یکجا کرے گا اور ان کا حق اور بدلہ جمع کرلیا جائے گا

اسی خطبہ قاہرہ میں شہزادی کونین صلوات اللہ علیہا نے دعائے تعجیل فرج کا اہتمام بھی فرمایا ہے اور یہ دعا فرمائی ہے ☆ اَللّٰھُمَّ خُذْلَنَا بِحَقِّنَا وَانْتَقِمْ مِمَّنْ ظَلَمَنَا وَاحْلِلْ غَضَبَكَ بِمَنْ سَفَكَ دِمَاءَ نَا وَقَتَلَ حُمَاتِنَا

اے اللہ! تو ان سے ہمارا حق چھین لے اور جو ظلم انہوں نے کئے ہیں ان کا انتقام لے اور تو اس غضبِ جبار کی تشفی فرما جو ہمارے خون بہانے سے اور ہماری حمایت کرنے والے کی شہادت سے پیدا ہوا ہے۔

آیئے ہم سب بھی مل کر یہی دعا کریں کہ ان کے منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف جلدی تشریف لائیں اور ان کے سارے مصائب کا خاتمہ ہو اور ان پر ہونے والے مظالم کا جلدی انتقام ہو، جن ذوات مقدسہ نے ہماری خاطر اپنا یگانہ روزگار گھر اطہر قربان کر دیا اور ہمیں یزیدیت سے نجات و امان بخشی اب ان کے ایک ایک فخر یوسف نوجوان کا اس انداز میں انتقام لیا جائے کہ ان کا قلب و جگر ٹھنڈا ہو اور ان کو امت ملعون کی طرف سے دیئے گئے تمام رنج والم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھول جائیں اور ان کو سرکار قائم آل محمد کے سایہ عاطفت میں اتنی زیادہ خوشیاں نصیب ہوں کہ کوئی دکھ ان کو یاد تک نہ رہے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

www.khrooj.com

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم

یا مولا کریم عجل فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك
ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین

خطاب پانزدہم

مبشرین

اے حاملین جذبۂ نصرت!

آج اپنا موضوع گفتگو شروع کرنے سے پہلے ہی میں یہ عرض کردوں کہ آج میرے پاس وقت بہت ہی کم ہے اور میں کوشش کروں گا کہ اپنی تقریر کو جتنا زیادہ ہو سکے مختصر کروں اس لئے آج جو موضوع گفتگو ہے میں صرف اس کے ضروری نکات ہی پیش کرسکوں گا اوران نکات کی زیادہ تشریح وتوضیح پیش نہیں کروں گا

مبشر کے لغوی معنی بشارت دینے والا یا خوش خبری دینے والا کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی لاریب کتاب قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ

☆وَ ھُوَ الَّذِی یُرسِلُ الرِّیٰحَ بُشرًا بَینَ یَدَی رَحمَتِہٖ حَتّٰی اِذَآ اَقَلَّت سَحَابًاثِقَالاً سُقنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنزَلنَا بِہِ المَآءَ فَاَخرَجنَا بِہٖ مِن کُلِّ الثَّمَرٰتِ کَذٰلِکَ مُحرِجُ المَوتٰی لَعَلَّکُم تَذَکَّرُونَ...... (الاعراف آیہ 57)

وہ وہی ہے جواپنی رحمت کے آگے خوشخبری دینے کیلئے ہوائیں بھیج دیتا ہے یہاں تک کہ انہوں نے بھاری بادل کواٹھایا تو ہم نے اسے مردہ شہر کی طرف روانہ کردیا پھر ہم نے اس کے ذریعے الما[پانی] کو نازل فرمایا اوراسی کے ذریعے فوراً ہم نے ثمرات کو

خارج کیا اسی طرح ہم مردوں کو بھی زندہ کر کے نکالتے ہیں شاید تم نصیحت حاصل کرو
دوستو! ...... قرآن کریم کے ہزاروں باطن در باطن ہیں اس لئے اس کی جتنی بھی تفاسیر آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام نے فرمائی ہیں وہ ساری اگر ایک دوسرے سے جدا و متضاد نظر آئیں تو بھی وہ حق ہی ہوتی ہیں کیونکہ وہ ان ہزاروں بواطن میں سے کسی نہ کسی باطن سے متعلق ہوتی ہیں جو کسی ظاہر سے متصادم نظر آتی ہیں

دوستو اس آیت کے بارے میں بھی جو تفاسیر بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک تو وہی ہے جو اس کا ظاہر ہے یعنی ظاہری بادل، بارش، ہوائیں، پھل اور شہر وغیرھم ہیں لیکن اس کی ایک باطنی تفسیر بھی ہے جس میں ان کی مرادات بدل جاتی ہیں اب ہم اس آیت کے بواطن میں سے ایک پر بات کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے

☆وَهُوَ الَّذِي يُرسِلُ الرَّيٰحَ بُشرَا بَينَ يَدَى رَحمَتِه

وہ اللہ جل جلالہ وہ ہے جو ''رحمت'' کے آگے آگے بشارت دینے والی ہواؤں کو ارسال فرماتا ہے

دوستو! ...... یہ اللہ جل جلالہ کا قانون ہے کہ جس چیز کو وہ رحمت قرار دیتا ہے اس کے نزول سے پہلے مبشرین کو ضرور بھیجتا ہے تا کہ وہ اطلاع دیں کہ اللہ جل جلالہ کی رحمت کا نزول قریب ہے جیسا کہ بارش بھی اللہ جل جلالہ کی رحمت ہے تو اس سے پہلے اس نے مبشرات کے طور پر ہواؤں کو بشارت دینے والا قرار دیا ہے

دوستو! ...... انسانیت کیلئے ہر نبی ایک رحمت ہوتا ہے اس لئے جب بھی کسی نبی یا رسول کا ظہور ہونا ہوتا ہے تو اس سے پہلے بھی بشارت ملکوت دی جاتی ہے جیسا کہ جناب اسحٰق علیہ السلام کے ظہور کی بشارت آ کر ملائکہ نے دی۔ ارشاد قدرت ہے

☆وَامرَاتُہ قَآئِمَۃ فَضَحِکَت فَبَشَّرنٰھَا بِاِسحٰقَ وَ مِن وَّرَآءِ اِسحٰق یَعقُوبَ...... (ھود آیہ 71)

اورابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کھڑی ہوئی تھیں پس وہ ہنسیں تو ہم نے انہیں اسحاق اوراسحاق کے پیچھے یعقوب (کی آمد) کی بشارت دی

یہ بشارت فرشتوں نے آ کر دی تھی اورانہوں نے رحمت سے پہلے مبشرات کا کام کیا کیونکہ قانون یہی ہے کہ رحمت اِلٰہی سے پہلے مبشرات ضرور آئیں

اسی طرح جناب یحیٰ علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں فرشتوں نے بشارت دی تھی جیسا کہ کلام اِلٰہی میں ارشاد ہے

☆فَنَادَتہُ المَلٰئِکَۃُ وَھُو قَآئِم یُّصَلِّی فَی المِحرَابِ اَنَّ اللّٰہَ یُبشِّرکَ بیحی مُصَدِّقَا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ سَیِّداً وَّ حَصُوراً وَّ نَبِیّاً مِّنَ الصَّلِحِینَ (آل عمران آیہ 39)

39/3 - پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ محرابِ عبادت میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اللہ ﷻ آپ کو بیٹے یحیٰ کی بشارت دیتا ہے کو جواللہ ﷻ کے کلمات کے مصدق ہیں اور وہ سردار بھی ہوں گے اورعورتوں کی خواہش نہ رکھنے والے اور صالحین میں سے نبی ہوں گے

یہاں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ اللہ ﷻ کے کلمہ ’’کن‘‘ کی صورتِ وجود و تجسیم ہی صورتِ انبیا میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ وہ لفظ کن کی صورتِ تجسیم ہوتے ہیں اس لئے وہ اس کلمہ کن کی ایک تصدیق مجسم ہوتے ہیں اس لئے انہیں کلمات اِلٰہیہ کا مصداق یعنی اس کی قدرتِ کاملہ کے مظاہر کا تصدیق کنندہ قرار دیا ہے

دوستو! ...... میں عرض کر رہا تھا کہ جب بھی رحمت اِلٰہی کا نزول ہونا ہوتا ہے تو اس

www.khrooj.com

سے قبل مبشرات ومبشرین کی آمد ضروری ہوتی ہے جو بشارت دیتے ہیں کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رحمت کا نزول ہونے والا ہے جیسا کہ کلام الٰہی میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے

☆اِذ قَالَتِ المَلٰئِكَةُ يٰمَريَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنهُ اسمُهُ المَسِيحُ عِيسَى ابنُ مَريَمَ وَجِيهاً فِى الدَّنيَا وَالاٰخِرَةِ وَمِنَ المُقَرَّبِينَ (آل عمران آیہ 45)

45/3 - (وہ وقت یاد کریں) جبکہ فرشتوں نے کہا، اے مریم! یقیناً اللہ تمہیں کلمۃ اللہ کی بشارت دیتا ہے جو اسی کی طرف سے ہے، اس کا نام مسیح ہوگا جو عیسٰی فرزندِ مریم ہوں گے، وہ دنیا میں صاحب وجاہت ہوں گے اور آخرت میں مقربین میں سے ہوں گے

یہاں لفظ آخرت بھی قابل غور ہے کیونکہ یہاں ایک تو عمومی آخرت کا ذکر ہے اور دوسرا آخرۃ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ایک اسم مبارک بھی ہے اس طرح یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقربین میں سے ہوں گے اور اس کی تائید میں اہل تشیع اور اہل تسنن کی کتابوں میں بہت زیادہ احادیث موجود ہیں کہ انہوں نے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانے میں نزول فرمانا ہے اور ہمارے شہنشاہ کی اقتدا میں انہوں نے نمازیں بھی ادا فرمانا ہیں

دوستو!...... میں عرض کر رہا تھا کہ جب بھی کسی نبی یا رسول کا ظہور ہونا ہوتا ہے تو اس کی بشارت دی جاتی ہے اور جناب اسحاق علیہ السلام، جناب یحییٰ علیہ السلام، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتیں ملکوت نے دیں اور ان سے مبشرات کا کام لیا گیا

دوستو!......اس حقیقت قرآنی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی سب سے بڑی

رحمت جو ہیں وہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جنہیں ☆ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین کا اعزاز بخشا گیا ہے اس لئے ان کی بشارت کا کام کسی فرشتے سے نہیں لیا گیا بلکہ فرشتے جن کی بشارت دیتے تھے ان سے لیا گیا جیسا کہ کلام الٰہی میں ارشاد ہے کہ

☆ وَاِذ قَالَ عِیسَی ابنُ مَریَمَ یٰبَنِیٓ اِسرَآءِ یلَ اِنّی رَسُولُ اللَّهِ اِلَیکُم مُّصَدِّقاً لِّمَا بَینَ یَدَیَّ مِنَ التَّورٰتهِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ یَّاتِی مِن بَعدِی اسمُهُ اَحمَدُؐ...... (الصّف آیہ 6)

(وہ وقت یاد کرو) جب جناب عیسٰی ابن مریم نے فرمایا:

اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ جل جلالہٗ کا رسول ہوں، میں توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے، اور ایک رسول [کریمؐ] کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد تشریف لائیں گے، اُن کا اسم مبارک احمدؐ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] ہوگا

دوستو! - اگر ہم اس حوالے سے دیکھیں تو ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول اجلال سے پہلے سوا لاکھ نبی آئے اور انہوں نے آ کر ان کی بشارت دی اور ان سے مبشرین کا کام لیا گیا یعنی یہ قانون ہمارے سامنے آ گیا کہ اللہ جل جلالہٗ جب رحمت کو نازل فرماتا ہے تو مبشرات کے ذریعے پہلے بشارت دی جاتی ہے

دوستو!......مبشرات کی دو قسمیں ہوتی ہیں

❁ مبشرات حالی ...... ❁ مبشرات قالی

مبشرات حالی میں آثار و علائم و مقدمات و شواہد ہوتے ہیں اور مبشرات قالی وہ ہوتے ہیں جو اپنے اقوال یعنی زبان سے ظہور پذیر ہونے والی نعمات سے آگاہ

www.khrooj.com

فرماتے ہیں ان مبشرات حالی وقالی کی آگے کئی قسمیں ہوتی ہیں مثلاً

۞ مبشرات تصدیقی ...... یہ آنے والے کی صداقت وسچائی کی دلیل بھی ہوتے ہیں اوران کے آنے کی اطلاع بھی فراہم کرتے ہیں یہ بزبان حال بھی ہوتے ہیں اور بزبان قال بھی ہوتے ہیں

۞ مبشرات تائیدی ...... یہ جانے والوں کی صداقت وسچائی کی دلیل بھی ہوتے ہیں اور موجود کی صداقت کی اطلاع بھی ہوتے ہیں یہ بزبان حال بھی ہوتے ہیں اور بزبان قال بھی ہوتے ہیں

۞ مبشرات تفریحی ...... یہ غمزدوں کی تسلی اور دلاسے کیلئے ہوتے ہیں یہ بزبان حال بھی ہوتے ہیں اور بزبان قال بھی ہوتے ہیں

۞ مبشرات تنبیہی ...... یہ آنے والے کیلئے تیاری اور آمادگی پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہوتے ہیں اور مخالفین کیلئے تیار رہنے کی وارننگ بھی ہوتے ہیں یہ بزبان حال بھی ہوتے ہیں اور بزبان قال بھی ہوتے ہیں یہ بات یادرہے کہ لفظ بشارت میں خوش خبری اور ڈراوا دونوں چیزیں شامل ہوتی ہیں جیسا کہ ارشاد قدرت ہے☆ و بشرھم بعذاب الیم یعنی عذاب کی بھی بشارت ہوتی ہے

دوستو!......آپ جانتے ہیں کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ سارے مبشرات نظر آتے ہیں مثلاً سارے انبیا ورسل علیہم السلام نے بزبان قال یعنی اپنی تبلیغ میں ان کے تشریف لانے کے بارے میں بشارت دی جوان کی تصدیق تھی کہ وہ سچے ہیں اور وہ دکھی انسانیت کیلئے دلاسہ بھی تھا اوران کی تبلیغ میں تنبیہ بھی تھی کہ جو آپ پر ایمان لائے تو وہ عظیم مرتبہ ہے اور اگر ایمان نہ لائے تو

عذاب اِلٰہی کیلئے تیار رہے

دوستو!...... جب آپ دنیا میں تشریف لانے والے ہوتے ہیں تو کئی کاہن راہب صاحبان علم الروحانیات کچھ وقت پہلے سے لوگوں کے ذہنوں کو تیار کرنے کیلئے آجاتے ہیں جو یہودیوں کو اپنے مقام اور عیسائیوں کو اپنے مقام اور کفار کو اپنے مقام پر بشارت دیتے ہیں پھر جب ظہور ہو جاتا ہے اور ابھی اعلان نبوت نہیں ہوتا تو یہ سلسلہ اور بڑھ جاتا ہے راہبین و کاہنین و روحانیین پوری دنیا کو آنے والے کے اعلانِ حق کے بارے میں معلومات سے نوازتے یا ایجوکیٹ(Educate) کرتے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے تم تیار ہو جاؤ

اس کی مثال ایسی ہے کہ جب رات ہوتی ہے تو سارے پرندے خاموش ہوتے ہیں صرف الّو بولتے ہیں پھر جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو مرغ وغیرہ آذانیں دیتے ہیں کہ صبح کاذب ہونے والی ہے پھر جیسے جیسے صبح قریب آتی جاتی ہے ایک ایک کر کے پرندے جاگنا اور بولنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ''الیس الصبح بقریب ''......اور جب سورج نکلنے کے قریب آجاتا ہے تو پھر سارے پرندے بول رہے ہوتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ ابھی سورج نکلنے والا ہے اور ابھی سورج افق مشرق سے طلوع ہوا ہی نہیں ہوتا کہ سارے پرندے گھونسلوں سے باہر آجاتے ہیں اور دن کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں اسی طرح سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے پوری فضا میں الو بول رہے ہوتے ہیں اس کے بعد حق کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور مبشرات شہنشاہ یزداں اجلال عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد کے نقیب بن کران کی آمد کا اعلان کرنا شروع کر دیتے ہیں کبھی تبان بن اسعد ابی کرب تبعِ یمن

ان کی آمد کا اعلان کرتا ہے تو کبھی یہودی ربی اعلان کرتا ہے، کبھی کوئی عیسائی راہب اعلان کرتا ہے تو کبھی کوئی کاہن آذان دیتا ہے کہ شہنشاہ یزدان اجلال عجل اللہ فرجہ الشریف کی دنیا پر آمد ہونے والی ہے اور پھر گلی گلی کوچے کوچے یہ آواز پہنچ جاتی ہے اور ساری دنیا کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک ذات نے دنیا میں ظہور فرمانا ہے اس میں نجاشی اپنے طور پر جانتا ہے، قیصر اپنے طور پر، کسریٰ اپنے طور پر، تبع اپنے طور پر، منذر اپنے طور پر، یعنی سارے اپنی اپنی سورس (Source) کے حوالے سے جان چکے ہوتے ہیں کہ آنے والے کے آنے کا وقت قریب ہے اور اس کے بعد جب ظاہراً ظہور فرماتے ہیں تو آثار وشواہد بزبان حال ان کی آمد کا اعلان کرتے ہیں، قصر کسریٰ کے کنگرے گر کر اعلان کرتے ہیں، وادی سماوا میں دریا جاری ہو کر اعلان کرتا ہے، آسمان سے ستارے ٹوٹ کر اعلان کرتے ہیں، فارس کے ہزاروں سالہ روشن آتش کدے خاموش ہو کر اعلان کرتے ہیں اور سب سے آخر میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا اعلان فرماتے ہیں

دوستو! - یہ قانون الٰہی آپ کی سمجھ آ گیا ہے تو اب یہ بھی دیکھ لیں کہ ایک ذات نے سب سے آخر میں تشریف لانا ہے اور وہ ہیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے مبشرات ان کی آمد کا اعلان کر رہے ہیں گویا یہ رحمت الٰہی کے نزول کی بشارت دینے والی ہوائیں ہیں اور یہ جو آج گلی کوچوں میں نقیب آوازیں دے رہے ہیں یہ سب مبشرات ہیں آج ہر طرف سے آوازیں آ رہی ہیں کہ کوئی آنے والا ہے تیار ہو جاؤ...... تیار ہو جاؤ

قانون الٰہی کا ایک مرتبہ پھر جائزہ لیتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے

☆وَهُوالَّذِی یُرسِلُ الرِّیٰحَ بُشرًا بَینَ یَدَی رَحمَتِہٖ حَتَّی اِذَآ اَقلَّت سَحَاباً ثِقَالاً سُقنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَانزَلنَا بِہِ المَآءَ فَاَخرَجنَا بِہٖ مِن کُلِ الثَمرٰت کذلك نخرِجُ المَوتیٰ لَعَلَّکُم تَذکَّرُونَ...... (الاعراف آیہ 57)

57/7 - وہ وہی ہے جو اپنی رحمت کے آگے بشارت دینے کیلئے ہوائیں بھیج دیتا ہے

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مبشرات کو ان کی آمد سے پہلے اذنِ تبشیر دیتا ہے اذنِ تبلیغ عطا فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف رحمت عالمین کی آمد ہونے والی ہے

☆حَتَّی اِذَآ اَقلَّت سَحَاباً ثِقَالاً سُقنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ ...... (الاعراف آیہ 57)

یہاں تک کہ انہوں نے بھاری بادل کو اٹھایا تو ہم نے اسے مردہ شہر کی طرف روانہ کر دیا یعنی وہ مبشرات غلبہ پانے والی ایک بھاری صورت اختیار کرتے ہیں تو انہیں مردہ شہروں کی طرف احیائے انسانیت کیلئے روانہ فرمایا جاتا ہے

☆فَانزَلنَا بِہِ المَآءَ فَاَخرَجنَا بِہِ مِن کُلِّ الثَّمرٰتِ

پھر ہم نے اس سحاب کے ذریعے الما [پانی] کو نازل فرمایا اور اسی کے ذریعے فوراً ہم نے ثمرات کو خارج کیا

یعنی مبشرات کی پیدا کردہ جماعتیں جاہلیت، کفر، ارتداد سے مردہ شہروں میں جا کر عرفان و ایقان کی بارش برساتی ہیں اور پانی علم کا استعارہ مانا جاتا ہے یعنی انہیں انسانیت کیلئے وسیلۂ علم حق بنایا جاتا ہے اور پھر ان کی تبلیغ و تعلیم کے انہیں فوراً نتائج و ثمرات دیئے جاتے ہیں

☆کَذٰلِکَ نُخرِجُ المَوتیٰ لَعَلَّکُم تَذَکَّرُونَ

اسی طرح ہم مردوں کو بھی زندہ کر کے نکالتے ہیں شاید تم نصیحت حاصل کرو
یعنی وہ لوگ جو زندہ لاشیں تھیں جو سانس لیتی میتیں تھی جو چلتی پھرتی قبریں تھیں انہیں زندہ کر کے موتِ جاہلیت سے نکال لیتی ہیں اس بات سے شاید تم نصیحت حاصل کرو
یہ بات یاد رہے کہ تذکر ہمیشہ یاد دہانی کے معنی میں آتا ہے اس لئے یہاں تذکر کا لفظ لایا گیا ہے کہ یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا قانون ہے اگر تم یاد کر سکتے ہو تو کر لو کہ ایسا ماضی میں بھی کئی مرتبہ ہو چکا ہے
دوستو!...... یہ جو دور چل رہا ہے یہ ظہورِ اصغر کا دور ہے اور اس میں مبشرات کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور عنقریب آپ لوگ دیکھیں گے کہ گلی کوچوں میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف یعنی رحمت اِلٰہیہ کے ظہور کی بشارت دینے والی ہوائیں یعنی مبشرات وسیط بن کر بشارتیں دے رہے ہوں گے، لوگوں کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے واصل کر رہے ہوں گے اور لوگوں میں سے مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار پیدا کر رہے ہوں گے
دوستو!...... یہ سلسلہ جو جاری ہوا ہے یہ انہی کے فضل و کرم سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے قانون کے عین مطابق ہے جیسا کہ جناب ورقہؓ بن نوفلؓ نے ایسے اعمال متعارف کروائے تھے جس سے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جاتی تھی اور انہی اعمالِ زیارت کی وجہ سے محسنہ اسلام ملیکۃ العرب صلوات اللہ علیہا کو شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی تھی اور ان کی تصدیق بھی ہوئی تھی اور یہ سلسلہ حق ہے
آج چونکہ وقت بہت مختصر ہے اس لئے اب ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں انشا اللہ اگر کبھی موقع ملا تو پھر اس کی تفصیل بیان کروں گا
اور آج کی اس مختصر سی مجلس کا اختتام اس دعا پر کرتا ہوں کہ وہ نعمت کبریٰ جلد از جلد

www.khrooj.com

ظاہر ہو کر اس کائنات میں حکومت اِلٰہیہ کا قیام فرمانویں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور مولائے کائنات سرکار امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام سے لے کر مطلع ولایت کے گیارہویں تاجدار شہنشاہ جناب ابو محمد حسن العسکری علیہ الصلوات والسلام تک سبھی جن کے نقیب ومبشر بن کر تشریف لائے اور وہ نعمت کبریٰ ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ہیں ۔ دعا ہے کہ ان کا ظہور فوراً سے بھی پہلے ہو اور ان کے صحن چمن میں ابدی اور دائمی خوشیوں کی ایسی پر مسرت بہار آئے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خزاں کے مفہوم سے بھی آشنا نہ ہو

آخر پر میں اپنے تمام سامعین اور قارئین سے یہی گذارش کروں گا کہ وہ اپنی دنیاوی مصروفیات سے وقت نکال کر دعائے تعجیل فرج ضرور کیا کریں اور اسی دعا کو اپنا معمول بنائیں کیونکہ ہر دکھی انسان کے جملہ آلام کا واحد اور مستقل حل ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد ہے، ہر مظلوم پر کیئے گئے ظلم کے منتقم ہمارے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ہیں اور یہ تو ایک عام فہم حقیقت ہے کہ ظلم اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک اس دنیا سے ظالمین کا مکمل خاتمہ نہ ہو جائے اور تمام ظالمین کا خاتمہ تو انہی کے دست جبروتیت ہی سے ہوگا اس لئے ہر وقت یہی دعا کریں کہ ہر مومن کو ان کے ظہور کی عید جلد نصیب ہو

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف
اللهم اجعلنى من انصارهٖ و اشياعهٖ و اعوانهٖ و الذابين عنه والمستشهدين بين يديه طائعا غير مكره

يا مولا كريم عجل الله فرجك و صلوات الله عليك

القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی کی مطبوعات

تالیفات وتصنیفات

السیّد مخدوم المخادیم محمدؐ جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

(1) انتصارِ مظلوم [اردو مسدس نظمیں]

(2) عرفانِ حجتؑ [شہنشاہ معظم کے اسم حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی شرح پر چودہ خطبات]

(3) کنٹھا المعروف قلندر نامہ [فقر کے موضوع پہ سرائیکی مسدس]

(4) عصمت السیدات [سیدزادی کا کسی غیر سید سے عقد ہرگز جائز نہیں ہے، اس کے متعلق ناقابل تردید دلائل، ثبوت اور حقائق]

(5) گستاخیاں [سادات عظام کے موضوع پہ اصلاحی نظمیں]

(6) طریق المنتظرین [حقوق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور فرائض مومنین پر ایک جامع کتاب]

(7) دعائے تعجیل فرج

(8) امتیاز العالین عن انواع العالمین

(9) معدن العصمت فی سیرت ام القائم الحجۃ صلواۃ اللہ علیہا

(10) اسرار العبدیات یعنی عملی روحانیات

(11) افکار المنتظرین [غوامض الٰہیات پر خطبات]

(12) The Last Reformer of the World

[دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور]

(13) باادب بامراد

www.khrooj.com

(14) عرفانیے [مدحیہ اردو نظموں قطعات ور باعیات کا مجموعہ]

(15) شرح دعائے عہد

(16) انتصارِ ولایت عصرؑ [کربلا نے ہمیں انصار سازی کا کیا درس دیا ہے؟]

(17) مجالس المنتظر ین فی مقتل المظلو مین پانچ جلدیں، اُردو، سرائیکی

[محققانہ مجالس، ایک تاریخ، ایک جغرافیہ، ایک روضہ نگاری جو ہزاروں کتابوں سے بے نیاز کردیں]

(18) نہج المعرفت فی اسماء القائمؑ تین جلدیں [امامؑ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے اسماء مبارکہ پر خطبات]

(19) دین نصرت

(20) مصباحِ شیعت [شیعیت کے اصول وفروع پر جامع کتاب]

(21) وحدانیت مطلقہ [امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے بارے میں مولا امیرؑالمومنین کے چالیس فرامین]

(22) کرچیاں [اردو قطعات، رباعیات، سلام]

(23) کشکول [السید مخدوم محمد باؑقر الزمان نقوی البخاری المعروف ببلہ سائیں کا سرائیکی مجموعہ کلام]

(24) کاروانِ ادعیہ [بارگاہِ امام عصرؑ میں استغاثے اور دعاؤں کا مجموعہ]

(25) موعود الرسلؑ [دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور]

(26) محسنین اسلام [عقد محسنہ اسلام صلوات اللہ علیہا کے موضوع پر جامع کتاب]

(27) داغ ماتم [فن نوحہ نگاری 4 جلدیں]

(28) عرفانِ امامت

www.khrooj.com

(29) ہیلاں [سرائیکی مسدس]

(30) صحیفہ نصرت [اردو مسدس نظمیں]

(31) کنوزِ قصائد [قصائد پاک و عارفانہ کلام]

(32) لذتِ درد [سرائیکی ڈوہڑے]

(33) زرپارے اقوال و آرٹیکلز

(34) آہیں غزلیات

(35) دہکتے احساس اردو نظمیں

(36) گوہر روحانیات روحانیت پہ مبنی خطبات

(37) زمان پامسٹری ہاتھ کی لکیریں، علم قیافہ

....

مصنف ادیم نقوی

(38) محسن عالم

(39) اہل البیتؑ

(40) خونِ ناحق

(41) مشعلِ نور

(42) ہل من ناصر ینصرنا

(43) جاہلیت کی موت

(44) مدح اولیاء

(45) راہِ ارم

(46) مجالس الصادقین

(47) الحسینؑ والبکاء

www.khrooj.com

مصنف ابوالفارق واسطی

(48) تعلیم الاسلام

(49) جامع الانوار

(50) انوارالایقان

مصنف ابومنصور

(51) القرآن ....مترجم

(52) تعلیم بذریعہ ادعیاء معصومینؑ

(53) عرفان

(54) حقائق واسرار

(55) دعائے ابوحمزہ ثمالی

(56) امت منقاد

(57) جادہ منزل

(58) نشانِ منزل

(59) ''سرِخودی'' (علامہ اقبال کے اشعار کی تشریح)

مصنف شبیر بلگرامی

(60) سورۃ فجراورکربلا

(61) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورقرآن حکیم کے متعلق غیرمسلم مشاہیرکی آراء

(62) غم حسینؑ اورتزکیہ نفس

www.khrooj.com

(63) مکتوب غم

(64) Grief Purifies The Self

(65) Beacon Light

(ادیم نقوی کی الہامی نظم ''مشعل نور'' کا انگریزی ترجمہ)

(66) Glories of Belief

(ادیم نقوی کی معرکۃ الآ راء کتاب ''انوار ایقان'' کا انگریزی ترجمہ)

(67) The First Word of Islam

(ادیم نقوی کی کتاب ''اسلام کا پہلا کلمہ'')

مصنفہ عذرا مسعود

(68) رموز

مصنف حکیم سید محمود گیلانی

(69) ایلی علیہ السلام

مترجم لیفٹیننٹ کرنل (ر) مظفر علی ہمدانی

(70) ''پھر حضرت علی آئے'' یہ ترجمہ ہے ڈی۔ایف۔کراکا کی کتاب Then Came Hazrat Ali کے دو ابواب 19، 21 کا ہے اور اسی مصنف کے ایک مضمون کا بھی جو بمبئی کے انگریزی جریدے ''کرنٹ'' 23 ستمبر 1976ء کی اشاعت میں ''علیؑ عظیم کے روضہ نجف میں آج بھی معجزے ہوتے ہیں'' کی سرخی کے تحت شائع ہوا

www.khrooj.com